



الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ
 سیدنا علی ولدہ الشریف سیدنا وحرشدنا ابی محمد محی الدین السید عبدالقادر
 الجیلانی تبعہ جمعین اما بعد جب یہ فقیر خاکسار کتاب خالص غوثیہ کو ختم کیا اور اسکی طبع بھی ختم ہوئی
 خصا لیں غوثیہ میں صلوة الاسرار یازدہ قدی بدو اسمیں استعانت اور استمداد ذات پاک حضرت
 بنوٹ اعظم محبوب سبحانی معشوق ربانی ابی محمد محی الدین السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
 ہے چونکہ یہ مسئلہ آج کل معرکہ الارادہ ہی اسمیں بہت کچھ اختلافات اور اسماث درپیش
 ہوتے رہتے ہیں تو میں نے جواز استعانت کے اثبات میں دلائل شرعیہ کیقدر بسطت
 لکھا جب یہ بحث پیش نظر ناظرین ہوئی تو انہوں نے یہ درخواست کی کہ اس بحث کو علیحدہ
 جمع کرایا جائے تاکہ بکثرت طبع ہونا سہل ہو اور فائدہ عام ہو پس اسوقت بمنظوری ذوق
 شایقین کے مجبور شاد فرمایا جناب ہادی العصر والادان مجدد الزمان - قانع المستع
 و اہل الفضال + حامی الدین علی الکمال + مائدۃ وسیقہ لکل حاضر و یاد + واد فادۃ العلوم

عام من استفادہ مدرسہ منبع العلوم الدینیہ وجمع العلماء وروا الفسلا۔ لیفرغ فیہ فی کل عام
 من تحصیل العلوم کثیر من الطلاب و بہتہ مصروفہ لاشاعۃ العلوم الدینیہ و تالیف المسالک
 یدارہ بموجبان الامحاج حوائج الفقراء و المساکین و فدانہ مفیض الخلائق بغزار المرح
 والبدن۔ المشترکہ وادعائہ فی الاقالیم والدن۔ صاحب الخلق المحسن۔ قاضی القضاۃ
 بلاد دکن اسمہ من الاسماء تنتزل من السماء العالم الفاضل۔ المعارف الکامل مولانا حاج
 محمد انوار اللہ خاں بہادر لازالت امطار بركاتہ علی الخلائق نازلہ۔ و ما برحت الزما
 فیضانہ علی الانام فالینہ۔ کیف دہو معلم المحفرت سلطان بلاد دکن فی ہذا الزمان۔ حسب
 العدل و البجود و الاحسان باسط یدہ علی الخلائق بالکرم و الاتقان۔ **السلطان**
ابن السلطان پیر عثمان علی خاں نظام الملک آصفیاء بہادر ابن السلطان المرحوم
 میر محبوب علی خاں نظام الملک آصفیاء بہادر غفران مکان لازالت اجلال اقبالہ
 تقریباً فی العشی و البکور و دام بقار دولتہ علی ممر الایام والدہ یوم۔ کہ سجت استعانت کوکب
 خصائص غوثیہ سے علمہ کہوں اور تجرید دیا چاوسکا نام علیہ رکھوں اور اول آخرین
 اوسکے مضامین مناسب اضافہ کروں کہ مطبع اشاعۃ العلوم سرکار نظام جو آپکے علاقہ
 میں ہے واسطے نفع عام اور فیضان انام کی طبع کرائی جائیگی پس یہ خاکسار اپنی سعادت
 جانکر کچا اتناں امر کیا اور اس سالہ کو دو باب پر مرتب کیا اور نام اسکا **الانوار**
الہیۃ فی الامم مستعانۃ من خیر البریۃ والنقوس القدسیۃ رکھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاتَّبِعُوا الْوَسِيلَةَ وَجَاهِلُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝
 معنی آیت اے ایمان والو خدا سے خوف کرو اور طرف خدا کے وسیلہ طلب کرو اور
 مجاہدہ اور مشقت کرو اور اسے راستہ میں تاکہ فلاح پاؤ۔ اس آیت کریمہ میں خدا کا یہ حال ہے
 پہلے ہوا اپنی طرف متوجہ ہو نیک حکم دیا اور فرمایا کہ خدا سے خوف کرو و خوف اس وقت
 ہوتا ہے کہ جب بندہ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب تم خدا کی طرف متوجہ ہو گے
 اور اس کے جلال سے خوف کرو گے تو ضرور ہے کہ اس کے جلال سے اس کی رحمت کے
 اسیدوار ہو گے جب یہ خوف درجہ میں متحقق ہوگی تو ضرور ہے کہ تم کو خدا کی خوشنودی
 اور اس کا قرب حاصل کر نیک شوق ہو گا اور اس کے اسباب کی طرف متوجہ ہو گے
 کہ کون سے اسباب اس مقصود کو پہنچیں اور کس راہ سے یہ منزل طے کریں تو خدا
 اس کے اسباب کی طرف ہر گز ہدایت کیا اور اپنا قرب اور خوشنودی حاصل کر نیک راستہ
 بتلادیا اور فرمایا کہ ہمارے قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وسیلہ طلب کرو کیونکہ
 دنیا عالم اسباب ہے ہر شے سبب سے ملتی ہے اور ہر چیز کے حصول کے لئے
 خدا نے ایک سبب مقرر فرمایا ہے خواہ امور دینی ہو یا دنیوی اور انسان کو جس چیز کے
 حاصل کر نیک شوق ہوتا ہے اس کے اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اگر علم حاصل کر نیک
 شوق ہوتا ہے تو اس کے اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو صحبت علما اور اس کے
 تعلیم پاتا ہے اور جبکہ آدمی کو کام شوق ہی ہو اور اس کی طرف توجہ ہی ہو تو وہ اسباب علم
 حاصل کرنے کی جانب متوجہ نہیں ہوتا اور تمام عمر اپنی جہالت میں گذارتا ہے اگرچہ زمانہ

ما۔ سے مطلوب ہوا اور اسکو کچھ فائدہ نہیں۔

ما نقطہ کہتے ہیں سال ابوہل کا کہ پہلے اسکا نام ابو اسلم تھا جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ کے فیضان ہدایت سے تمام عالم نورانی ہوا اور ظلمت کفر و شرک سے پاک ہوا لہذا ابوہل باوجود مشاہدہ معجزات کثیرہ اور علانیہ نبوت آپ کے جو کتب سابقہ میں پائی جاتی تھی ہدایت کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور آپ کے نبوت کا انکار کیا اور معجزات کو سحر کہا اور تمام عمر اپنی ظلمت کفر و جہالت میں بسر کیا تو اسکا نام ابو اسلم سے ابوہل ہوا۔ سحر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا لیکن فرعون اور اسکے تابعین اپنے ہٹ پر قائم رہے اور موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہتے رہے اس واسطے قرآن ہدایت متقین کے لئے ہوا جنکی توجہ خدا کی طرف ہے اور جنکی توجہ خدا کی طرف نہیں ہو تو انکی شقاوت انکار قرآن سے اور زیادہ ہوئی جیسا کہ خدا تبارک و تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسٍ أَغْرَا بِمَا عَصَوْا وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ

سورۃ فمحمہ میں یقول ایکم نزلنا یا ایمانا فاما الذین آمنوا فزادنا هم ایمانا و ہم یستبشرون و اما الذین کفروا فزادنا هم رجما الی رجبهم و ما توادهم کافرون

اسلئے خدا نے پہلے انکو اپنی طرف متوجہ ہونیکا اور تقویٰ اللہ کا حکم کیا تاکہ تجسس و سائل قرب الہی کا ہکوشق ہو جب ہکو خدا استعائے کی طرف توجہ ہوئی اور خوشنودی اور قرب الہی کے وسائل اور اسباب مل گئے تو پھر اپنی راہ میں مجاہدہ کا حکم فرمایا کیونکہ جب تک اسکی طرف ہکو وسیلہ پہنچ نہ تو ہکو طریقہ مجاہدہ کیا معلوم ہوگا کہ راہ خدا میں مجاہدہ کیسا کرنا ہو ہم منزل مقصود کو پہنچیں یہ تربیت ربانیہ ہے کہ خدا ہی کو سزاوار ہے۔

الحاصل شقاوت یا سعادت انسان کی فرشتہ بامر الہی لکھ دیتا ہے پھر بعد اسکا ظہور

عالم نورانی

قرآن ہدایت متقین کو اسطرح

کیفیت شقاوت و سعادت انسان

ہوتا ہے کہ جبکہ حصہ میں سعادت ہے اور سب اعمال سعادت آسان ہوئے۔
 حصہ میں عذاب اللہ شقاوت ہے اور سب اعمال شقاوت آسان ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث
 میں وارد ہے کہ ہر شخص پر وہ اعمال آسان ہیں جبکہ واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے
 اعمال سعادت اہل سعادت کے لئے آسان کئے گئے لیکن اہل شقاوت پس
 وہ آسان کیا گیا ہے اعمال اہل شقاوت کے لئے پس جو اہل سعادت ہیں اور انکو
 خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس کے قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے جو
 وسائل ذوات انبیاء علیہم السلام ہیں اولیٰ تو اس اختیار کرتے ہیں اور ان کے
 وسیلہ سے منافع دارین سے ہمراہ رہتے ہیں اور جو اہل شقاوت ہیں وہ ان کے
 وسائل سے اعراض کرتے ہیں اور منافع دینے اور اخروی سے محروم رہتے ہیں
 جو نفع دائمی ہے منافع دنیوی تو عام ہے کافرین اور مومنین کے لئے **۱** بریں
 خوان لیا چہ دشمنی دوست **۲** حدیث میں آیا ہے اگر دنیا کے وقعت خدا کے پاس
 پر لپٹے کے برابر بھی ہوتے تو خدا آیتا لے دنیا میں کافروں کو ایک جرمہ پانی بھی نہ پلاتا
 قولہ تعالیٰ - ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وما لدنی الا خسرۃ من خلق
 ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرۃ حسنة وقنا
 عذاب النار اؤلئک لخصیب مما کسبوا - اس حاصل جو کہ امر آخرت اہم اور دائمی
 اس کی درستی کے لئے خدا نے اولاً وبالذات خدا نے انبیاء علیہم السلام کو ہمارا وسیلہ
 کیا کہ ان کے وسیلہ سے ہمارے امور اخروی اور دینی درست ہو جائے اور جن امور سے
 کہ اخروی اور دینی کاموں میں بہکوں نقصان پہنچتا ہے اس سے ہم بچیں اور امور آخرت
 جس سے درست ہوتی ہیں اسکو ہم اختیار کریں اور اسکو عمل کریں پس بتبعیت آخرت

زندہ ہونیکا ہے جو خدا نے اونکو اجازت اور اذن اعیاء اموات کا عطا فرمایا اور یہ قوت عنایت کیا۔ اولیاء اللہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے تابعین اور آپ کے فیضان سے فیضیاب ہیں اونے بھی کرامات بہت اور بقوت عطا شدہ الٰہی حیاء و امواتا صادر ہوتے ہیں جس سے کتب تراجم اولیاء اللہ مملو ہیں جناب خواجہ حافظ خیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **۵** بر سر تربت ماچوں گزرے بہت خواہ یہ لخصے معجزات انبیاء باستجاب دعا و انکی ظاہر ہوئی جیسا نزول مادہ آسمان سے بدعا علیہ السلام ہو اور ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے بھی اس قسم کے معجزات ہزاروں ظاہر ہوئے جیسا بوقت قحط حضرت سرور عالم نے نزول باران کے لئے دعا فرمائی فوراً ابراہیمؑ نزول باران ہوا اور اسلام سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمائی مستجاب ہوئی اور سیدنا عمرؓ مسلمان ہوئے و مثل ذلک کثیر۔ حیات اور وفات انبیاء علیہم السلام کے برابر ہے ایسا ہی بہ تبعیت انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ کا بھی وہی حال ہے اور کا ذکر آئندہ بتفصیل آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

تصریح اسکی یہ ہے کہ خدا نے ہر ایک انواع خلائق میں خواہ وہ از قسم حیوانات یا نباتات یا جمادات ہوں استعداد اور قوت عطا فرمائی ہے کہ جس سے ایک مخلوق دوسری مخلوق کی مدد کر سکتے ہیں مثلاً نباتات کو پانی سے مدد ملتی ہے اور ہوا کو پانی سے کہ پانی ہوا بن جاتا ہے اور آگ کو ہوا سے مدد ملتی ہے کہ آگ کو ہوا سے قوت حاصل ہوتی ہے علیٰ ہذا تمیز انسان جو ایک نوع حیوانی ہے او سکوتینوں انواع مخلوق سے مدد ملتی ہے اور مردار اور امور معاد میں پانی سے تشنگی دفع ہوتی ہے جو اس کے امور معاش سے ہے عبادت کے لئے طہارت کو کام آتا ہے جو اس کے امور معاد سے ہے۔ مٹی سے ظروف آسمانی

اور مکا نہیں رہنے کے بنتے ہیں جو یہ امور معاش سے ہے اور بوقت تعدد پانی کے
 اتیم کو کام آتی ہے جو یہ اوسکی امور معاد سے ہے علی ہذا الگ اور ہوا سے بھی انسان
 بہت سے کاموں میں مدد لیتا ہے اور دوسری نوع حیوانات سے بھی مدد لیتا ہے
 جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے - وَمَحَلُّ اَثْقَالِكُمْ اِيْ لَيْلًا كَمْ تَكُوْنُوْنَ اِيْلَيْهِ اِلَّا سَبِيْعَ اَلْاَشْخَافِ
 سب سے زیادہ انسان کو قوت عطا ہوئی کہ ایک انسان دوسرے انسان کو
 مدد کرے انسان میں کوئی ضعیف ہے کوئی قوی کوئی عام ہے کوئی خاص قوی کو قوت
 امداد بہ نسبت ضعیف زائد ہے خاص کو بہ نسبت عام کے قوت امداد یہ زیادہ ہے
 پھر خواص کی دو قسم ہیں ایک تو وہ ہے کہ اونکو قوت اور غرت فقط دنیا میں زیادہ
 انسانوں میں عطا فرمایا خواہ باعث غنا اور مالدار ہونیکے یا باعتبار حکومت کہ اونکو
 شوکت اور غرت فقط دنیا میں بہ نسبت اور انسانوں کے زائد ہے پس وہ باعث
 شوکت دینیوی کے قوت امداد یہ زیادہ رکھتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں کہ شکر خدا
 اپنا مقرب کیا اور باعث قرب اونکو قوت روحانیت سب اپنی مخلوق سے زیادہ عطا
 اور اونکی قوت روحانیت جہانیت پر غالب ہوئی یہاں تک کہ اونکا جسد حکم میں روح
 کی ہوا اور حجب ظلمانیہ اجسام اونسے مرتفع ہو گئی جو اونکا ارشاد ہوا اَسْرَاوْا حُنَّا اَلْجَنَّا
 چونکہ اونکے اجساد بھی حکم میں روح کے ہوئے ہر چند عالم اجساد میں ہیں مگر اونکو
 علاقہ تمام عالم ارواح سے ہوا جو عالم ملکوت ہے اسلئے اونکو خواص ملکوتی سے تعبیر
 کیا گیا وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ میں اونکا ذکر کیقدر ہوا اور بعد ہوگا اللہ
 تعالیٰ اونکی قوت دنیا میں اور عالم حیات ہی میں منحصر نہیں بلکہ اونکو قوت عالم برزخ
 جو قبر ہے اور روز قیامت میں ترقی ہے کہ وہ اپنی قوت سے عالم شہادت اور

عالم برزخ اور قیامت میں اپنے متوسلین کی امداد کریں گی انشاء اللہ تعالیٰ
عوام انسان سے زیادہ قوت نوع جنات کو ہے پس وہ انسان
کی ایسی امداد کرتے ہیں جو عوام انسان سے نہ ہوسکے جنات سے زیادہ
قوت ملائکہ کو ہے کہ جس چیز پر جنات قادر نہیں ہیں۔ وہ کام ملائکہ سے ہوتا ہے جیسا کہ
اہل دعوت باریانات شافقہ جنات اور موکلات کی بتخیر کرتے ہیں جو نوع ملائکہ سے
ہیں اور اُن سے اپنے انجیل حوارج میں مدد لیتے ہیں سب انواع مخلوقات سے
زیادہ تر قوت خواص انسان ملکوتی کر ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اُن کے تابعین
اولیاء اللہ ہیں کیونکہ یہ خلفائے الہی ہیں جنہاں سے کیا ملائکہ بھی خلیفہ حق نہیں
ہو سکتے مگر خلیفہ حق انسان کامل ہو سکتے انسان کامل کی منتجبی ہر ایک نوع
مخلوقات سے ہے کیا جنات کیا ملائکہ خیال کیجئے کہ احیاء احواس جو بڑی قوت ہر
سوئے انسان کامل کے جو خدا کا خلیفہ ہے کسی کو بھی خدا نے عطا نہیں کیا وہ تو
اپنے خلیفہ ہی کو دیا جیسا کہ خدا نے قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نقل فرمایا
ہو ابراہیمی امکہ والابرص واسچی المونی باذن اللہ عیسیٰ نے ابراہیم امکہ
وابرص اور احیائے موتی کو اپنی طرف منسوب کیا اور ایسا نہیں کہا کہ خدا
نے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا ہے اور مردہ زندہ کرنا ہے میری دعا سے اور
خدا نے کوئی اعتراض بھی اُن کے قول پر نہیں فرمایا جیسا کہ کہا عَزَّامَتْ قُلْتُ
لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَاٰمِي الْهِنِينَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پس اس سے یہ معلوم
ہوا کہ یہ صفات اور قدرت جو خدا نے اُن کو عطا فرمائی ہے اور اس کا انتساب
عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف فرمایا درست تھا جیسا کہ انسان صفات سبع و بصر

عطا ہے قوت قوت الہیہ نہایت عظیم السلام

عطیۃ الہیہ کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری سماعت اور میری
بصارت میں منتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کیونکہ خدا نے اپنی سب سے صفات کا
اطلاق انسان کو عطا فرمایا خود سميع و بصیر انسان کو خدا نے فرمایا اِنَّا خَلَقْنَا
اِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا
اور یہ جو دارو ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قَدْ بَاذَنَ اللہ فرماتے تھے تو یہ
خدا سے دعا نہیں ہے جیسا کہ نزول مادہ کے لیے عیسیٰ علیہ السلام نے خدا
سے دعا فرمائی رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا حَائِذَةً مِنَ النَّعْمِ بَلْكَ اذن کر معنی
اجازت کے میں امر کے نہیں ہے یعنی مجھ کو خدا نے اجازت اجیار اموات
کئی ہے پس اس اجازت سے اے موتی تو زندہ ہو جا اور کھڑی ہو جا پس
میت حکم عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جاتی خدا کا حکم بامر کن مربوط بامر تم
عیسیٰ علیہ السلام ہی سے تھا جیسا کہ سب صفات الہیہ جو انسان کو عطا کر گئے ہیں ان کا ربط
اُس کے افعال سے ہے اور جیسا کہ صفت اجیار سے پرندہ کلی کو عیسیٰ علیہ السلام
کے پہلو نکلنے پر موقوف کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو صفت خلق یعنی پیدا کرنے
کے ساتھ اطلاق فرمایا اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِنَ الطَّيْنِ کَھْمِئۃَ الطَّيْرِ فَانْفُخْ
فَیَکُونُ طَیْرًا بَاذَنَ اللہ اور ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ تم چار پرندوں کو
پرورش کرو اور اپنے سے خوبیاں نوں کر کہ تم کو اُن کی خوب شناخت ہو جائے پھر اُن کو
پارہ پارہ کر کے چار پہاڑوں پر ڈال دو پھر تم اُن کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑے
چلے آئیں گے پس خدا نے اپنی صفت اجیار کا ظہور ان تھاہوں میں اپنے خاص
بندوں کے افعال پر موقوف رکھا اگر عیسیٰ موسے کو قمر باذن اللہ نہ فرماتے تو

اُن کا زندہ ہونا قیامت کے روز پر ہی موقوف رہتا اور اگر وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اُس میں نہ سچو نکتے تو وہ قیامت تک مٹی ہی مٹی رہتا اور ابراہیم علیہ السلام پارہ پارہ ہو کر نہ بولتا تو وہ پارہ پارہ ہی رہتے اور بھی دیکھئے کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو علم غیبیات کا عنایت فرمایا جو وہ خاص صفت الہی ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے علم غیبیات کو بھی اپنی طرف منسوب فرمایا وَ اُنْتُمْ كَمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَلْكُمُ خَيْرٌ وَنَفِیْ یُؤْتِكُمُہَا بِاِذْنِ اللّٰہِ كَا ذِكْرِہُمْ ہے تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہ سب صفات عطیہ الہیہ ہیں اُن کو بوقت استعمال اُن کے خواہ باذن اللہ ذکر ہو یا نہ ہو پس جب ایسی قومیں عظیم الشان انسان کمال کو خدا نے عطا فرمائیں جو انبیاء علیہم السلام میں پس اُن قوموں سے وہ اور اُنکے خلفاء عالم کا استخراج و نیا و شعبے کرتے ہیں اور ایسا ہی خدا نے تعالیٰ نے اپنی خاص صفت جو اولاد کا دینا ہے غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی عطا فرمایا اور وہ اُس کی نسبت باعث عطا الہی اپنی طرف کیے دیکھئے خدا نے قول جبریل علیہ السلام کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا جو انہوں نے مریم علیہا السلام کو فرمایا قَالَ اِنَّا رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَا هَبْ لَكَ غُلَامًا زَانِیًا كَمَا اَدْرٰہِیْہَا كَمَا یُوْہِبُ اللّٰہُ لَكَ غُلَامًا زَانِیًا بِاِذْنِ عَالِیْ پھر یہ معلوم کیا جائے کہ انتخا ذو سائل میں خدا کی کیا حکمت ہے اور خدا اپنی مخلوق پر اپنا فیضان خواہ عام ہو جو نبوی ہے خواہ خاص ہو جو وہ فیضان دینی ہے بلا وسیلہ کیوں جاری اور الفاضل نہیں فرمایا۔ ستر اُس میں یہ ہے کہ ذات پاک حق تعالیٰ کے لئے صفت متمیز ہے کہ وہ صفات خلق سے منزہ ہے پس ذات اُس کی منزہ

ذات جبریل علیہ السلام سے اراد

ذات جبریل علیہ السلام سے اراد

ہے عجیب و زوال سے صفات اُس کی قدیمہ موصوف بصفت کمال اور مخلوق
 عالم تشبیہ میں موصوف بصفت نقص و زوال و محدودیت پس ذات با کمال و قدیم
 کے فیضان خاص کی متخل مخلوق جو عالم تشبیہ میں ہے کبھی نہیں ہو سکتی ہاں ایزد
 متعال کا فیضان جو قبل وجود انبیاء علیہم السلام کے عالم پر پور ہا تھا اُسکے لئے
 وسیلہ کچھ ضروری نہیں ہے جیسا کہ کفار پر فیضان غام خدا کا ہوتا ہے جو مراد ہے
 اُن کو رزقِ ربانی اور اسبابِ معیشت جیسا کہ دینے سے اُس مخلوق کیلئے
 کہ قبل وجود انبیاء علیہم السلام کے عالم شہادت میں تھی مثل جنات کے اور بہ
 خلق کہ قبل وجود انبیاء علیہم السلام کے عالم علوی میں تھی اُن کے لئے تسبیح و
 تحمید کی تعلیم ہے جو اُن کی یہی غنا اور سبب اُن کی زندگی و معیشت
 عالم قدس کا ہے جب خدا نے چاہا کہ اپنے فیضان خاص کے لئے کسی مخلوق
 کو پیدا کرے جو وہ متخل اُسکے تجلیاتِ اسمائہ و صفاتی کی ہو اور اُس کی
 نامتپ ہو اُسکے اخذ فیضان کا اور بھی فیضانِ ربانی کا تو علم الہی میں مخلوق
 میں کوئی ہر قابل نہیں تھا بجز انسان کامل کے جیسا کہ خدا نے فرمایا اِنَّا عَرَضْنَا
 اِلٰہَ مَا نَدَّ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبٰیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا وَاسْتَغْفَنَ
 مِنْہَا وَحَمَلَهَا اِنَّ لِّلْاِنْسَانِ لَیْسَ حَقُّ تَعَالٰی اَنْ یَّوَدَّ اَدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کُوَ اَبْنُ
 سَیِّدٍ اَوْ اَمِیْنٍ اَوْ اَمِیْنٍ اَوْ اَمِیْنٍ اَوْ اَمِیْنٍ اَوْ اَمِیْنٍ اَوْ اَمِیْنٍ اَوْ اَمِیْنٍ اَوْ اَمِیْنٍ
 سے پیدا کیا اور اپنی روح نفع فرمائی حقیقت روح وہی جانتا ہے کہ اُس کی روح
 کے کیا معنی ہیں مگر چونکہ قرآن میں وارد ہے اُس پر ایمان لانا ہم کو فرض و علماء فرماتے
 ہیں کہ یہ اضافت تشریفی ہے اور اپنے اسماء و صفات کے تجلیات سے آدم علیہ السلام
 کو مانوس کیا جیسا کہ خدا نے فرمایا وَ عَلَّمَ اٰدَمَ اَلْاَسْمَآءَ کُلَّہَا یعنی سب عالم میں اپنے

اسما و صفات کے تجلیات کا مشاہدہ کر دیا کہ سب عالم میں اُس کے اسما و صفات متجلی ہیں اور اُس کے
 اسما و صفات کے مظاہر عالم میں آدم علیہ السلام بھی داخل ہیں پس وہ اپنی ذات میں بھی تجلیات
 اسما و صفات الہیہ کا مشاہدہ فرمایا خواہ موجود میں چھوٹی اُچھوٹی یا بڑی جیسا کہ حدیث
 میں آیا ہے حتیٰ القصة والعصیۃ پس جب کہ آدم علیہ السلام اسما و صفات
 الہیہ سے تربیت پائے اور تجلیات سے اُس کے مانوس ہوئے تو آدم علیہ السلام
 کو ذات موسیٰ علیہ السلام سے نسبت تمام پیدا ہو گئی اور یہ مقابل اس بات کے
 ہوئے کہ ذات الہی کا فیضان خاص جو عبارت ہے تجلیات اسما و صفات حق سے
 اس کو قبول کرے اور اُس کے متحمل ہوں پھر حقوق کو پہنچا دیں پس اس حال میں
 اُن پر محیض نازل ہوا جو وہ کلام الہی ہے اُس میں تربیت اُن کی است کو ہوا اور
 معاش اور معاویہ اگر پہلے سے تربیت الہی تجلیات اسما و صفات اُن کو نہ ہوتی
 تو ہرگز قابل نزول کلام الہی کے نہ ہوتے فتح الربانی میں ہے کہ حضرت غوث اعظم
 رضی اللہ عنہ نے وعظ شریف میں فرمایا کہ ایک وقت قوم بنی اسرائیل نے موسیٰ
 علیہ السلام سے کہا کہ آپ جو خدا کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہو اور خدا تعالیٰ آپ سے
 بات کرتا ہے ہم کو بھی سناؤ ہر چند موسیٰ علیہ السلام نے فہمائش کی کہ تم کلام الہی
 کی سماعت کے متحمل نہ ہو گے مگر وہ نہ ماننے بالاخر جو ایک گروہ جو اُس کا
 طالب تھا اُن کو اپنے ہمراہ کوہ طور پر لے گئے جب خدا کا کلام موسیٰ سے ہونے لگا
 تو وہ قوم متحمل نہ ہو کر پیہوش زمین پر گر گئی اور ایک جادو کیا ہوں کہ جب خدا کا کلام
 ہونے لگا تو اُن کے ہر بن موسیٰ سے وہ کلام الہی سنا جاتا تھا نہ فقط کان سے جو انسان
 کا کلام انسان مستاہل ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ خدا کا کلام مطلق ہے متعین ہر آدمی

کیفیت است آدم علیہ السلام با روح موسیٰ علیہ السلام در عالم روح

اور قوم موسیٰ علیہ السلام در سماعت کلام الہی

مثل ہمارے کلام کے نہیں ہے پس اُس کلام ذات مطلق کا سننا بھی متید بہ الگ گوش
 ہمارے نہیں ہوا اب دیکھئے کہ ہم عادی ہیں کہ کلام کو ہمارے کان سے سنیں جب یہ
 غیر عادی امر درپیش ہو کہ ہمارا ہر بن ہو کلام سننے لگے تو ہمارا کیا حال ہوا اور ہمارے
 حواس کیسے باقی رہیں اگر کوئی شخص مخلوق میں جلیل الثان ہوا اور اس سے کبھی
 گفتگو کی عادت نہ ہو تو آدمی پر اُس کا کدیا رعب ہوتا ہے اور اُس کے حواس
 میں خلل پیدا ہوتا ہے جب شہنشاہ ملک الملوک ذوالجلال والاکرام کہ جس کے
 کلام سننے کے ہم عادی نہیں اُس کے کلام کے ہم کیسے متحمل ہوں حضرت غوث اعظم
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب موسیٰ کی قوم کو ہوش آیا تو کہی کہ اسے موسیٰ
 ہم کو خدا کے کلام سننے کی طاقت نہیں تم ہی واسطہ ہو فیما بین ہمارے اور خدا کے
 صفات الہی کے لئے کوئی حد و نہایت نہیں تو اُس کے مراتب تجلیات کی بھی
 کوئی حد و نہایت نہیں ہے ایک مرتبہ تجلیات صفات الہی کا دوسری مرتبہ سراسر
 ہے انبیاء علیہم السلام کے بھی مراتب بسبب استعداد قبول تجلیات اسما و صفات
 الہیہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں لَقَدْ وَضَعْنَا لِعَبْصِ الْمَلِئِیْنِ عَلٰی
 بَعْضِ قُرْآنٍ مِیْن وَاوَدَّہُ اس وجہ سے جب کہ خدا سے تعالیٰ نے موسیٰ پر اس
 مرتبہ کی تجلی فرمائی کہ جس کے وہ عادی نہ تھے تو بیہوش ہو کر گر گئے جس کا ذکر
 قرآن شریف میں ہے پس یہ تجلی بھی تجلی اسما و صفات کی تھی نہ تجلی ذات جیسا کہ
 علماء فرماتے ہیں پس جب کہ موسیٰ علیہ السلام تجلی صفاتی غیر عادی کے متحمل نہ ہو سکی
 باوجود اس کے کہ آپ کلیم اللہ تھے تجلیات صفات کلام الہیہ سے آپ ہمیشہ مانوس
 تھے پس عوام جو کبھی تجلیات صفات الہیہ سے مانوس ہی نہیں بلکہ مطلقاً عادی نہیں

علیہ السلام
 علیہ السلام

کیونکہ تجلیات صفات الہیہ کے متحمل ہو سکیں۔ ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم شب معراج میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گئے اور بکثرت آپ کو
اِذنی مہی کا ارشاد ہوا اور ہزار جب نوزانی قطع کر کے مقام قرب الہی میں پہنچ جہاں
کسی مقرب کا گزرنہ نہیں اور نہ ہوگا اور ذات باری تعالیٰ کو چہشم سر مشاہدہ فرمایا کہ
حضرت ابن عباسؓ اور محققین کا یہی مذہب ہے مگر بایں مشاہدہ آپ کی ذات مبارک
کو نہ جنبش ہوئی اور نہ بصر مبارک نے اس مشاہدہ ذات میں تصور کی قرآن مجید میں
دار ہے مَا تَرَاعَ الْبَصَرُ وَمَا طَعَىٰ پس آپ کے مراتب اعلیٰ میں الانبیا
علیہم السلام اس سے ظاہر ہوئے وجہ اُس کی یہ ہے کہ محققین فرماتے ہیں آپ
مخلوق نور ذات الہی سے ہیں اور انبیا علیہم السلام نور صفات سے مخلوق ہیں شیخ جمال
رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ۵ موشی زہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات نمی نگری در تبسمی پلکھتے ہیں کہ یہ شعر آپ کا بارگاہ نبوی میں مقبول ہوا
اور صمد میں اُس کے رویت شریفہ سے جو ایک بڑی نعمت عظمیٰ ہے مشرف
ہوئے جس کے شتاق ملازم اعلیٰ اور انبیا علیہم السلام ہمیشہ تھے ہیں اور آپ کی رویت
شریف سے ترقی درجات اور مراتب ہوتی ہے جیسا کہ روایت بیحدہ الاسرار
شیخ محمد بلخی سے ہے ظاہر ہے جبکہ احیائے اموات اور علم مغیبات انبیا کا معجزہ
نص قرآنی سے ثابت ہوا اُن کا حال عالم شہادت اور عالم برزخ میں برابر ہے بیان
اُس کا احادیث اور اقوال علماء کرام سے آئندہ بتفصیل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ پس
اُن سے ملتی ہوئی اس طور پر کہ خدا نے جو آپ کو قوت اور محبت عطا کی ہے اُس سے
ہماری حاجت روائی فرمائیے یا اس طور پر کہ آپ ہماری شفاعت خدا کے پاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین
والصلاة والسلام
على سيدنا محمد
والآله الطيبين
الطاهرين

کرمے ہمارے انجاء حوائج کیجئے ہر اہر ہے جو اوپر مذکور ہو کہ مقربان الہی کبھی بقیوت
و محبت جیسے اقبیہ اور کبھی بدعا و بارگاہ الہی انجاء حوائج مخلوق فرماتے ہیں اولیاء و کرام
ناہین انبیا علیہم السلام میں علم عقائد کا مسئلہ ہر کہ جس چیز کا ظہور معجزہ انبیا علیہم السلام
سے ہو اس کا ظہور کرامت اولیا۔ اللہ سے ہونا جائز ہے پس جیسا کہ انبیا علیہم السلام
کا حال انجاء مرام مخلوق میں ہے ویسا ہی حال اولیا اللہ کا نبیاء عن الانبیاء
علیہم السلام ہے یہاں تک ذکر استغاثت و درباب انجاء حوائج مخلوق از انبیاء
علیہم السلام کا ہوا اب میں یہاں سے بیان استغاثت و درباب حاجت روائی
خلایق از رحمت العالمین سید المرسلین شفیع المذنبین صلوة اللہ و سلامہ علیہ الف
الف مرۃ فی کل لمحۃ و لحظۃ الی یوم الدین عرض کرتا ہوں۔

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا
صلوا علیہ و سلموا تسلیما ترجمہ بیشک اللہ اور فرشتے اُس کے در و دہڑہتے
ہیں نبی پر صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم۔ اسے ایمان والو تم در و دہڑہو ان پر اور
سلام کرو درست طور سے کتاب نوار الانوار اصول میں بحث مشترک میں پہلے معنی
خدا کے در و دہڑہنے اور فرشتوں کے در و دہڑہنے کے علیحدہ علیحدہ بیان کر کر
پھر لکھے ہیں کہ جامع معنی در و دہڑہنے کے جو شامل ہوں خدا کے در و دہڑہنے اور فرشتوں
کے در و دہڑہنے کے در و دہڑہنے ہے کہ توجہ بشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی خدا
اور اُس کے فرشتے متوجہ بشان آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ہیں۔ پس
اسے ایمان والو تم بھی بشان آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم متوجہ ہو۔ پس جاننا چاہیے کہ

خداے تعالیٰ اور اُس کے خاص بندوں کی توجہ آپ کی ذات پاک کی جانب متوجہ ہے
 تو ہماری توجہ کی آپ کی ذات مبارک کی طرف کیا ضرورت ہے یہ خدا کا حکم ہماری
 بہتری کیلئے ہے وہ ارحم الراحمین ہے اسکے سب اوار و نواہی ہمارے ہی بہتری کیلئے ہیں۔ پس باوجود
 انبیاء و رسل کے ہم بند و کونوز غیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی طرف متوجہ
 ہونے کی کراہ ہے لے بند و ہمارے جب ہم بذات پاک اپنے مع خاص بندوں اپنے حضرت محمد
 مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہیں جو وہ ہمارا امیب
 ہے، تو تم بھی آپ کی ذات پاک کی طرف متوجہ ہونا کہ ہمارا قرب اور ہماری خوشنودی
 ہمارے ساتھ موافقت کرنے سے تم کو حاصل ہو اور تم پر ہمارا فیضان خاص فائز ہو
 اور فلاح و ارین میسر ہو چونکہ ہماری توجہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم
 کی طرف باعث حکم الہی اُس کی کمال رضامندی ہے اس لئے ایک بار درود
 پڑھنے سے دس بار خدا کی رحمت ہم پر نازل ہوتی ہے اسی امر کا ذکر خدا تعالیٰ نے
 دوسری آیت میں فرمایا ہے **هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَاٰ لَكُمْ**
يَحْيٰ جُكُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔ اسی وجہ
 سے خداے تعالیٰ نے فرمایا **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ**
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ۔ معنی آیت کہو تم اسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کہ اگر
 تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو خدا تم کو دوست رکھے گا پس اس
 آیت کریمہ میں شان محبوبیت آپ کی خداے تعالیٰ کے پاس دو طرح سے ظاہر
 ہوئی ایک یہ کہ خدا نے فرمایا کہ اگر تم محب خدا ہو تو تم میرے حبیب کا اتباع کرو تو
 اُس کا صلہ تم کو عنقریب عطا کرے گا کہ تم محب صادق خدا کے ہو گے اور تمہاری محبت

خدا کے پاس مقبول ہوگی بلکہ تم کو بہت بڑے درجہ کی ترقی عنایت ہوگی کہ تم جو خدا کے محب تھے یا بحث اتباع اُس کے حبیب کے محبوب خدا متعالی ہو جاؤ گے اور تمہارے گناہیں معاف ہو جائیں گے دوسری یہ شان محبوبیت آپ کی خدا کے پاس ظاہر ہوئی کہ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم محب خدا ہو تو میرے حبیب سے محبت رکھو بلکہ یہ فرمایا کہ میرے حبیب کا اتباع کرو کیونکہ محبت میں معنی تذل اور انکسار کے نہیں پائے جلتے ہیں جو منصب عبد کا ہے اُس کے مولا کے ساتھ حاصل معنی یہ ہیں کہ خدا نے فرمایا کہ جب تم میرے محب ہو تو تم میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے محبت مع تذل و عجز و انکسار کے رکھو تو تم میرے محبوب ہو گے اسی وجہ سے بڑے بڑے علمائے کرام اپنا نام عبد البتئی و عبد الرسول و عبد المصطفیٰ رکھے ہیں معنی عبد البتئی کے مثلاً محب البتئی مع العجز و الانکسار کا لہذا مع مولاہ بن قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں کہ حقوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مت پر زیادہ میں حقوق مولا سے جو اُس کے بندہ پر ہیں اس لئے کہ عبد پر واجب نہیں واسطے القا مولا کے بذل نفس اپنا کرے اور ہم پر واجب ہے کہ اتقائے نفس زکیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے نفس اپنا کریں بدیل قول حق سبحانہ تعالیٰ کے البتئی اولی بالملوئین مِنْ النَّفْسِ اسی وجہ سے صحابہ کرام غازی میں اپنے نفس پر جرأت کے متحمل ہوئے واسطے اتقائے نفس پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے سرسین یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روح عالمین اور سب عالم بنزلہ جادہی روح کی بجاؤ کے لئے اجاؤ کا نشان لڑا اور جب جیہ نہ نفع جسدا میں قوت میں جب کہ موت اور خروج روح کا اندیشہ نہ ہوا

امراض میں کہ جب قطع نہ کیا جائے تو جسد کو موت عارض ہو پیش مرعش اکلہ وغیرہ اس
 پس اس سے ثابت ہوا کہ ہم کو تذلل و انکسار عہد سے زیادہ حضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ واصحابہ وسلم کے رب و ہونا چاہیے ایسی وجہ سے اونی سور ادب سے آپ کی
 جناب میں خوف جملہ عمل کا ہے جو جہر بالقول اور تقدم بین ید یہ سب سے جس کا ذکر قرآن مجید
 میں ہے ایسا ہی تھوڑی توجہ مومن کی آپ کی جناب میں باعث توجہ انصاف مفدا عفو
 خدا کی مومن کی طرف ہے جیسا کہ ایک بار آپ کا پروردگار سے عرض کرنا باعث
 دس بار نزول رحمت خدا اور مغفرت گناہاں اور رفع درجات کا ہے۔ حدیث
 صحیح میں وارد ہے حصن حصین میں ہے کہ جب بندہ خدا کو تین بار یا ارحم الراحمین
 کے نام سے پکارے تو ایک فرشتہ خدا کی طرف سے مقرر ہے وہ تیسرے بار پکارنے
 میں کہتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہوا ہے پس تو خدا سے مانگ لے
 جو مانگنا ہوا اور انسان کامل میں شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 جب مومن یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نہ اکرے تو خدا بذات پاک خود
 جواب دیتا ہے بلکہ پس خیال کیا جائے کہ جب بندہ خدا کو بصفت رحمت
 اُس کی پکارے تو پہلے ہی دفعہ نہیں بلکہ تیسری دفعہ میں اور بذات خود نہیں بلکہ
 بذریعہ فرشتہ جواب دیتا ہے اور جواب دیتا ہے تو کیسا کہ ارحم الراحمین تیری طرف
 متوجہ ہوا اُس سے تو مانگ لے اور جب آنحضرت کو آپ کا اسمی پکارنا ہے تو
 نہ بصفت رحمت آپ کی جو رحمتہ العالمین ہے بلکہ باسم علم آپ کے جو محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہے تو خدا دوسرے بار تک بھی پکارنے کا انتظار
 نہیں فرماتا بلکہ اولی دفعہ جواب دیتا ہے اور یہ جواب بھی بواسطہ فرشتہ نہیں دیتا

بلکہ بذات خود بندہ کو جواب دیتا ہے اور جواب بھی کیسا لفظ لبیک کے ساتھ
یہ جواب کیسا ہے اور کون کس کو ایسا جواب دیتا ہے جو تفریح اُس کی بے ادبی
ہے خدا ہو جانا چاہیے ایسے اخلاق پر اور اُس کے حبیب کریم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر جن کی وجہ سے ہم گنہگار نا بکار بندوں کو ایسے
اخلاق قدسیہ اور قویات نامتناہیہ ربانہ سے سرفرازی ہوتی ہے پس اس
سے آپ کو کس قدر وضاحت سطر ظاہر ہو کہ آپ کو پکارنا ہمارا خدا کو پکارنے سے
کس قدر زیادہ ہماری حاجت روائی کو مفید ہوا۔ ویسا ہی حال اولیاء اللہ کو پکارنے
کا ہے جو آپ کے نائبین اور وارثین ہیں۔ جانتا چاہیے کہ صلوة الاسرار جو حضرت
غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امر ہوا کہ اس طریقہ سے استغاثت انجام
مرا میں کیجائے یہ امر قدم بقدم آپ کے جدا مجد حضرت سید المرسلین خاتم النبیین
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ہے جو آپ نے صلوة الحاجة
تعلیم فرمائی ہے جس میں استغاثت آپ کی جناب میں اپنی حاجت روائی میں
ہے جس کا ذکر آئندہ آوے گا اُس سے جواز استغاثت اور استغاثہ جمیع مقرران
الہی بخوبی ثابت ہے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پاک سے نفع شریعت
علی الکمال ہے علماء کبار اہل شریعت آپ کی استغاثت علی الشریعة پر متفق ہیں
میں آپ کے اقوال شریفہ آپ کے احوال شریفہ اور اعمال مبارک کے
سب موافق قرآن وحدیث کے ہیں کسی علمائے شریعت کی مجال نہیں کہ آپ کے
کسی قول پر دم زدنی کریں بلکہ سب کے سب آپ کے مداح اور ثنا خواں ہیں
اور جو علمائے شریعت کہ متعصب ہیں مثل ابن جوزی وہ بھی بھول سعادت اپنی

آپ کے احوال شریفہ میں کتاب تصنیف کی گویا آپ کی ذات پاک مجسم قرآن و احیاء ہے اور آپ کے جدا جدا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی تصویریں خاکسار نے آپ کے احوال مبارکہ میں ایک کتاب تصنیف کی ہیں جنہیں آپ کی کراہت کو محضرات نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے ساتھ تطہیر نہ کی گئی۔ انعام لیس کا محی الکفرین رکھا اور روایت آپ سے جو صلوٰۃ الاسرار کے ہیں وہ بہت بڑے عالم ہیں وہ روایتیں راہات رواۃ حدیث کے ہیں پس ارشاد آپ کا جو صلوٰۃ الاسرار کے واسطے ہوا یہ بہت بڑی دلیل ہے جواز استغاثہ اور استغاثہ مقربان الہی سے ہوا سوائے اس کے میں نے جو دلائل نصوص شرعیہ اور اقوال علماء کبار و باب استغاثہ اس میں بیان کئے ہیں وہ شامل ہیں جواز استغاثہ و استغاثہ مقربان الہی کو لہذا خاکسار خصیصہ صلوٰۃ الاسرار کو کتاب خصائص غوثیہ سے بعینہ نقل کیا وہ یہ ہے۔

ومن خصائص رضی اللہ عنہ و اس صلوٰۃ الاسرار۔
صلوٰۃ الاسرار بھی آپ کے خصائص شریفہ سے ہے جس کو حاجت وغیرہ بھی کہتے ہیں ہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوالحسن علی قریشی سے دمشق میں سال ۱۰۸۰ ہجری میں روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ فرماتے ہیں جس وقت خدا سے کوئی حاجت چاہو تو میرے وسیلہ سے چاہو۔ ایضاً ہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوالقاسم عمر بن ازہر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے میرے سردار شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ فرماتے ہیں جو شخص کسی

سختی میں مجھ سے فریاد کرے اُس کی سختی دور ہو جاوے گی اور جو شخص کہ میرے
 نام سے مجھ کو پکارے کسی سختی میں وہ دفع ہو جائے گی اور جو شخص میرے
 وسیلہ سے خدا کے پاس حاجت چاہے اُس کی حاجت روا ہوگی اور جو شخص
 دو رکعت ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے
 بعد نماز کے درود سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر عرض کرے
 پھر عراق کی جانب گیارہ قدم جاوے اور میرا نام یاد کرے پس اُس کی حاجت
 ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مناقب غوثیہ میں ملفوظ غیاثیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اکثر
 بزرگان دین اور مشایخ اہل یقین نے فضائل دو گانہ یا زہد قدمی کو بیان فرماتے
 ہیں اور اس کو صلوٰۃ الاسرار اور صلوٰۃ الختم اور صلوٰۃ الحاجت اور صلوٰۃ الہیۃ
 المحضۃ القادر یہ کہتے ہیں اور استفادہ اس نماز کا حضرت جناب سید المرسلین
 خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے کیا ہے
 اور بارگاہ نبویہ سے اس کی ادائی کے لئے مامور ہوئے ہیں حضرت شیخ
 یوسف سجاولی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ واصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی
 علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اگر کسی کو موت آئی ہو اُس کا کوئی علاج ہے حضرت
 نے فرمایا کہ اس کا علاج میرے فرزند سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دو گانہ
 ہے جو شخص کہ باعتقاد و راسخ اس دو گانہ کو ادا کرے اُس کی عمر زیادہ ہوگی انتہی
 پھر صاحب مناقب غوثیہ کیفیت ادائے صلوٰۃ الحاجت اور صلوٰۃ الاسرار
 کی اس طور سے بیان کرتے ہیں کہ نیت دو گانہ مذکور کی ایسی کرے تو نیت

ان اصلیٰ اللہ تعالیٰ رکعتین صلوٰۃ الاسرار تقب بالی اللہ تعالیٰ وانقطاع
 عن غیرہ متوجہاً الخ جمیعۃ العبد اللہ اکبر ترجمہ نیت کرتا ہوں میں کہ
 خدا کے واسطے دو رکعت صلوٰۃ الاسرار ادا کروں واسطے نزدیکی چاہنے اللہ
 کے اور انقطاع غیر حق سے متوجہ طرف جہت کعبہ کے اللہ اکبر پھر ہر رکعت میں
 سورۃ اخلاص گیارہ گیارہ بار بعد سورۃ فاتحہ کے پڑھے بعد سلام کے سجدہ میں
 جاوے اور گیارہ بار کہے یا شیخ الثقلین یا قطب الاربابی یا غوث الصمد فی
 یا عجب اللسان یا محی الدین اباحمد الشیخ المہدی عبد القادر
 جیلانی اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجتی بعد اسکے
 سید عالم پیر پائیں پیر پر رکھے اول درود شریف گیارہ بار سورۃ فاتحہ گیارہ بار سورۃ
 اخلاص گیارہ بار سورۃ اذکار گیارہ بار پڑھے اور کہے یا جنود اللہ یا عباد اللہ
 اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات آمین آمین ثم آمین بعدہ مراقبہ
 میں جاوے اور جانا نماز پر بیٹھے اور ذکر کلا لا الہ الا اللہ کا ایک سو آٹھ بار کہے
 بعد اُس کے سجدہ میں جاوے اور کہے یا روح القدس یا جنود اللہ یا عباد اللہ
 اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات آمین آمین آمین ابتدا میں خوشبو
 جلاوے۔ صلوٰۃ الاسرار کے بہت سے طریق مناقب خوشیہ میں تحریر میں صرف
 ایک ہی وجہ پر اکتفا کیا گیا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے کوئی ارشادات
 اور کوئی آپ کے احوال شریفہ ایسے نہیں ہیں جن میں علمائے شریعت کو ذرا بھی
 دم زوئی ہو سوسے کو چشم بد نہ ہوں کے جو شیعی یا دہابی میں گریز مینہ
 بروز شبیرہ چشم بد چشمہ آفتاب راچہ گناہ۔ صاحب البسیلۃ الجلیلیہ بعد نقل

کر لئے صلوات الامرار کے لکھتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کا عذر شرعی نہیں۔ فقہائے حاجت کے لئے نماز کا پڑھنا تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بعد نماز کے درود و سلام غیر مشروع نہیں بلکہ درود و سلام سے وعاء مقبول ہوتی ہے حضرت غوث پاکؒ کا ذکر ناجائز نہیں ہے بلکہ جس وقت ادیار اللہ کا ذکر ہوتا ہے رحمت الہی نازل ہوتی ہے حدیث میں وارد ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة ابن جوزی نے مقدمہ کتاب صفوة الصفوة میں لکھا ہے اس میں نئی بات یہ ہے کہ کھڑے ہو کر گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف جانا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرنا اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا ہم جہاں تک غور کرتے ہیں اُسکے عدم جواز کی کوئی وجہ پائی نہیں جاتی توسل اور تشفع تو ہر صورت میں جائز ہے آدمی کھڑا ہو یا بیٹھا البتہ کھڑے ہو کر توسل کرنے میں اہتمام مقصود ہوتا ہے بغداد شریف کی طرف چلنا اسی خیال سے ہے کہ توسل حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے جن کا فرار مقدس بغداد شریف میں ہے اگر یہ کہے کہ یہ عبادت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ گیارہ قدم چلنا نہ داخل عبادت ہے نہ کسی عبادت کا شبیہ ہے انتہی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماوراء آپ کے مقامات باطنی طریقت اور حقیقت اور معرفت کے جو آپ کا مرتبہ معلوم شریعت میں کمالیت پر تھا اُس کو بہت بڑے بڑے علماء اور محدثین مثل شیخ شہاب الدین قسطلانی روضۃ الزہر میں امام عبد اللہ یاضی نے خلاصۃ المفخر میں امام نووی نے بستان العارفین میں وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم وعلیہم بیان فرماتے ہیں مگر میں فقط امام نووی جو محدث جلیل القدر مشاہیر علماء

اور محدثین سے ہیں اور انہوں نے جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سچ آپ کے
 سونخ اور کمائیت علوم شریعت میں اور آپ کے مقامات باطنی کے بیان فرمائے
 فقط ان کے ہی بیان کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں قلام الجواہر میں لکھتے ہیں وقال شیخ الاسلام
 الشيخ محی الدین النوبختی رحمۃ اللہ علیہ فی کتابہ بستان العارفين ما علنا فیہا بلغنا من النقا
 الناقلین کرامات الاولیاء اکثر مما وصل الینا من کرامات المقطب شیخ
 بغدادی المدین الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کان شیخ السادة
 الخنابلة والشافیة ببغداد وانتهت الیہ ریاسة العلم فی وقته
 وخرج بصحبة غیر واحد من الاکابر وانتهی الیہ اکثر اعیان مشایخ
 العراق وقال بارادته جم غفیر من ذوی الاحوال الفاخرة وتلذ
 له خلق لا یحصون عددا وکثرة من ارباب المقامات الرفیعة
 وانفقدت علیہ اجماع المشایخ والعلماء رضی اللہ عنہم بالتجلیل
 والاعظام والاحکام والرجوع الی قوله والمصیر الی حکمه وقصد
 بالزیارات مع الذنوبرات من کل قطر ورجی بالامال من کل جهة
 واهرع الیہ اهل السلوک من کل فج عمیق وکان جمیل الصفات
 مشرف الاخلاق کامل الادب واللمرة کثیر التواضع دائر للبشر
 وافر العلم والعقل شدید الاقتفاء لکلام الشرع واحکامہ مغطا
 لاهل العلم مکرم الاثر باب الدین والسنة مبغض لاهل البدعة
 والاهواء محال یدعی الحق مع دوام المحاهدة ولزوم المراقبة
 الی الموت وکان لہ کلام عال فی علوم المعارف شدید الغضب

اذ انتہکت بحار ما لله سبحانه وتعالى سخی الکف کریم النفس علی
 اجل طریقۃ وبالجملة فلم یکن فی زمانہ مثله رضی اللہ عنہ۔ انتہی کلامہ
 مخلصاً۔ جاننا چاہیے کہ جہان امام نووی کے کلام میں حضرت غوث پاک رضی اللہ
 عنہ کی کمایت علوم شریعت اور آپ کے رسوخ اتباع شریعت کا بیان ہے وہاں
 اُس کے ترجمہ میں واسطے انتباہ کے خط کھینچوں گا اب ترجمہ شروع کرتا ہوں۔ کہا
 شیخ الاسلام شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب میں جوستان العارفین
 ہے نہیں جانتا ہم نے اُن اخبار میں جو ثقات ماثلین سے ہم کہہ پہنچے اولیاء اللہ کے
 کرامات اکثر اُن سے جو کرامات قطب شیخ بغداد و محی الدین عبدالقادر جیل رحمت اللہ
 علیہ کے پہنچے کہ آپ شیخ شمس علی شافعیہ اور علی حنبلیہ کے بغداد میں اور آپ کی
 طرف علم کی صدارت آپ کے وقت میں منتہی ہوئی اور آپ کی صحبت سے بہرہ
 اکابر تربیت پا کر نکلے اور آپ کی طرف اکثر اکابر ملک عراق منسوب ہوئے اور آپ کی
 مرید اور معتقد ایک جماعت کثیر صحاب احوال فاخرہ سے ہوئی اور آپ کی شاگرد دینی علم
 ظاہر میں ایک مخلوق ہوئی بلند مقام والی کہ جن کی تعداد اور کثرت بیان نہیں ہو سکتی
 اور مشایخ اور علماء کا اجماع آپ کے علوم مرتبت اور تعظیم اور آپ کے قول اور آپ کے
 حکم پر عمل کرنے اور آپ کے مرجعیت پر ہوا اور آپ کی طرف بقصد آپ کی ملاقات
 کے ہر طرف سے لوگ نذریں لیکر آنے لگے وہاں یہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی
 خدمت میں پیش کش کرنے کو نذر نہ کہنا چاہیے دیکھو کیسے بڑے محدث عظیم الشان
 نے اس کو نذر کہا ہے انتہی رجنا الی الترجہ اہل السلوک دُور دُور گاؤں سے آپ کی
 خدمت میں دوڑے ہوئے آپ کی ذات مبارک نیک صفات بزرگ اخلاق،

کامل الادب اور مردۂ تھی بہت فروتنی ہمیشہ کشادہ چہرہ علم اور عقل کی سحت پیردی
 کرنے والے کلام شریعت اور احکام شریعت اور اہل علم کی تعظیم کرنے والے اہل دین
 اور سنت کی تکریم کرنے والے اہل بدعت اور اہوار کو یعنی بد مذہبوں کو بُرا جاننے والی
 طالب راہِ خدا کو دوست رکھنے والے ہمیشہ مجاہدہ جہاد میں اور مراقبہ اپنے پر
 لازم کرنے والے رعلت شریف تک اور معارف میں آپ کا کلام عالی رتبہ تھا بہت
 غصہ ہوتے جس وقت خدا کے اوامر و نواہی کا خلاف کیا جاتا الحاصل آپ کے زمانہ
 مبارک میں کوئی آپ کا مثل نہ تھا انتہی پس ایک محدث عالم علیل القدر کے بیان
 سے آپ کے صفات کریمہ معلوم ہوئے کہ آپ کا مرتبہ علوم شریعت میں اس قدر
 رفیع تھا کہ مخلوق بے شمار علوم شریعت میں آپ سے فیض حاصل کی اور آپ کی
 شاگردی ہوئی اور سب علمائے آپ کو علوم شریعت میں صدارت حاصل تھی اور آپ کی
 ذات مبارک فتوے شریعت میں مرجع وقت تھی اور اتباع شریعت میں آپ کا قدم
 اس قدر اسخ تھا کہ آپ کو کلام شریعت اور احکام شریعت میں پیروی بشدت تھی اہل
 دین و سنت سے آپ کو محبت اہل بدعت اور اہوار سے آپ کو انکار تھا جب علوم
 شریعت میں آپ کو اس مرتبہ کا کمال تھا اور اتباع شریعت میں آپ کا اس قدر قدم
 اسخ ہوا آپ کے ارشادات اور احوال شریف پر علماء کو کیا مجال دم زدنی اور کیوں
 نہ موافق شرع شریف ہوں۔ اب اس امر کی تحقیق باقی رہی کہ روایت صلوات الاسرار
 کی جو صاحب حجۃ الاسرار نے آپ سے کی ہے اُس کو کس درجہ کا اعتبار حاصل ہے
 اعتبار روایت کے دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ روایت میں راویوں کی تعداد جس قدر کم
 ہو اسی قدر وہ روایت اعتبار میں زیادہ ہوتی ہے دوسری وجہ اعتبار راوی کا ثقہ

ہونا پس صلوات الاسرار کی روایت میں یہ دونوں اعتبار کے وجہ میں بیان وجہ اول
یہ کہ فیما بین حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اور صاحب ہجۃ الاسرار کے وہی
واسطے میں یعنی طریقہ اجازت میں اور اس روایت صلوات الاسرار میں تین واسطے
ہیں اس لیے صلوات الاسرار کی روایت صاحب ہجۃ الامرار نے شیخ ابوالمعالی سے
و شیخ ابوالحسن علی خباز سے وہ شیخ ابوالقاسم عمر نواز سے وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں تین واسطے سے یہ روایت نہایت معتبر ہے اس لیے
بخاری میں ثلاثیات کو بہت ہی قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ دوسری وجہ اعتبار اس روایت
کی یہ ہے کہ راوی آخر اس روایت کے بہت ہی صاحب مرتبہ ہیں پس جو ایک بڑے
مرتبہ کے عالم ہوں وہ انھیں رواۃ سے روایت کریں گے جو ثقہ ہوں پس یہ ہر دو وجہ
اعتبار روایت کے موجود ہیں صاحب وسیلۃ الجلیلہ لکھتے ہیں کہ صاحب ہجۃ الاسرار
نامی فاضل تھے اس جلیل الشان فاضل کی نسبت امام یاضی رحمۃ اللہ علیہ
مرۃ الجنان میں فرمائے الشیخ الامام الفقیہ العالم المقرئ حافظ
فرہبی طبقات النقر میں لکھتے ہیں الامام الباسع شیخ القراءۃ ہجۃ الاسرار
کی تعریف علماء نے بہت کی ہے شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف البیۃ
میں لکھا ہے ہجۃ الاسرار کتابیست مقرر معتبر ذکر مشہور بین المشایخ والعلماء صنفها بعض
عظماؤا المشایخ المقربین و بینہ و بین الشیخ رضی اللہ عنہ واسطغان اور ما ثبت من احسنہ
میں لکھا ہے قد ذکر فی ہجۃ الاسرار الکتاب المشہور فی بیان احوال ہذا الشیخ الکریم
المنتار بروایۃ الثقات من المشایخ الکبار و بین مصنف ہذا الکتاب و بین الشیخ رضی اللہ
عنہ واسطغان فحسبہ اور انہار مغارب مولوی محمد غوث صاحب اس نے تحریر کیا ہے

وانشراح صدور اکابر انکسیر مشہور مثل ہیچہ الاسرار و معدن الایہ الرقیف فقیہہ عالم عامل فاضل
 کمال متقرب صدامہ محدث شہنامہ شیخ نور الدین ابنی ابنی علی الخ رب صاحب وسیلۃ الجلیل
 اس امر کو یاد رکھنا کہ اگرچہ صاحب ہیچہ الاسرار جو ایک بڑے مرتبہ کے شخص ہیں
 جن کی خدمت میں مرتبہ تو علمائے شیعہ کیلئے کیا ورنہ کمال نقل کرنا اس روایت کے معتبر ہونے
 کے لیے کافی ہے مگر صاحب ہیچہ الاسرار ہی ایسی اس روایت میں منقول نہیں بلکہ اور
 علماء و فقیہان و محدثین سنی بھی جو معلوۃ الاسرار کو روایت کیے ہیں تاکہ بد مذہبوں کو
 کسی قسم کے کلام کی گنجائش نہ رہے جیسے شیخ عبد الدین فیروز آبادی یعنی صاحب
 تھاموس روض الناظر میں اور شیخ محمد بن سعید زنجانی نرسبتہ الخوا طبر میں اور شیخ
 شہاب الدین مستظانی روض الزاہر میں اور امام عبد اللہ یافعی خلافتہ المذاہر میں اور
 شیخ ابوبکر بن نصیر زور الناظر میں اور سید عبد القادر عبد روس ذر المذاہر میں اور شیخ
 محمد بن یحیی القنادنی قلائد الجواہر میں اور شیخ عبد الحق دیوبند زبدۃ الآثار مختصر الاسرار
 میں اور شاہ ابوالعالی عقیقہ قادریہ میں اور مولوی محمد زکریا تاتار الخاں المذاہر میں اور مولوی
 مدرسی نشر الجواہر میں اگر کچھ گفتگو کرنی تو اسے جائز کیوں لکھتے علماء و محدثین کی
 ایک جماعت کا اس کو معتبر قرار کرنا اس کے جواز پر سند کافی ہے انتہی انتہی
 دو امر قابل اظہار ہیں اول یہ کہ حضرت نوٹ اعظم رضی اللہ عنہ جن سے حاجت روائی
 میں استمداد اور استغاثہ کیا جاتا ہے اس عالم سے عالم جاد وانی میں تشریف فرما ہیں پس
 حضرت استمداد اور استغاثہ کیا جس کو صاحب الویلۃ الجلیلہ بیان کرتے ہیں شیخ
 عبد الحق دہلوی علیہ الرحمۃ شریعت فوہ الغیب میں لکھتے ہیں کہ سیدنا الشیخ عبد القادر
 جیلانی علیہ السلام را موت نیست حیات دعات برابر است ملفوظ قاضی شہاب الدین

ملک العلماء میں سے ہے کہ سیدنا مولانا شیخ ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ رامت
 نیست حیات و موت برابر است انتہی صاحب قلائد الجواہر فرماتے ہیں اقول وقل
 ان نقد الاجماع من جاہل ولا شیخ من الفقہاء والفقراء و نقصت الكتب
 المذونة ان اصحاب التتريف التام من السادة القادة الاولیاء فی
 حیاتہم و فی قبورہم بعد وفاتہم کتفرت الاحیاء الی یوم القيمة بتخصیص
 من اللہ تعالیٰ لہم وہم سیدنا و مولانا و قد وتنا الی اللہ تعالیٰ الا صام
 الکمل الشیخ عبد القادر الجیلی والشیخ الکبیر التریاق المجرب معروف
 بن محفوظ بن فیروز بن ابن المرزبان الکرخی والشیخ واصل الرشد عقیل المبنی
 والشیخ کامل حیات بن قیس احمرانی رضی اللہ عنہم وان السادة البررة
 امر بعة ایضا الذین یمروون الاملہ والابرص ویحیون الموتی باذن اللہ
 تعالیٰ وہم القطب الغوث الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ
 المشاعر والشیخ الکبیر سیدی احمد الرفاعی والشیخ السالک الناسک
 علی بن ہبیتی والشیخ القدوة الصالح بقابن بطور رضی اللہ عنہم میں کہتا ہوں
 کہ جاہل شیخین فقہاء اور فقرا کا اجماع منعقد ہوا اور کتب مدونہ اس بات کے بیان
 پر شامل ہوئے کہ صاحبانِ نقرت نام سادات پیشوا اولیاء اللہ کہ ان کی حیات
 میں اور ان کے قبور میں بعد ان کی وفات کے مثل نقرت زندون کے ہر قیامت
 تک بوجہ ایک خصوصیت جو خدا کی جانب سے ان کو عنایت ہے وہ ہماری سردار
 اور پیشوا خدا کی طرف امام کامل شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور شیخ کبیر
 تریاک مجرب معروف کرخی اور شیخ واصل منزل عقیل مبنی اور شیخ کامل حیات بن قیس

جبرانی رضی اللہ عنہم اور سادات ابراہیمی چار ہیں جو خدا کے حکم سے نابینا مارزاؤ کو اور کوڑی
کو تندرست کرتے ہیں اور فردوں کو خدا کے حکم سے جلائے ہیں وہ لوگ جن کا ذکر ہوا
قطب، شیخ محمد الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور شیخ کبیر سیدی احمد رفاعی
اور شیخ سالک عابد علی بن یحییٰ اور شیخ پیشوا صلاح الباقین بطول ہیں رضی اللہ عنہم مقصود انہما
اس معنی کا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا حال مبارک حیات اور وفات میں برابر
ہے وہ یہ ہے کہ لوگ خیال آپ کے وفات کے آپ کے استغاثہ مدد سے
اور استغاثہ سے محروم نہ رہیں جیسا کہ آپ سے حالت حیات میں مدد چاہا کرتے تھے
ویسا ہی بعد وفات کے بھی مدد چاہا کریں اور جیسے کہ آپ کی مدد حالت حیات
میں لوگوں کے حال پر نشان ہوا کرتی ہے ویسا ہی بعد وفات بھی پہنچا کرتی ہے بیان
تساوی آپ کی حالت حیات اور وفات سے یہ عرض نہیں ہے کہ ترقیات مراتب
میں بھی آپ کی حالت حیات اور وفات برابر ہے کیونکہ صاحب الوسیلۃ الجلیلہ
رسالہ شیخ عابد سندی سے نقل کرتے ہیں وھو کلاء الموتی من الصالحین بعد
النسلاخ عن الصفات البشریۃ وانقطاع علائقہم عن الدنیا
الدنیۃ وارتیاحہم بقاء اللہ تعالیٰ المستوحب لہم السعۃ السعۃ
افیضت علیہم النوار الحضرات القیومیۃ حتی اوضحت لہم کل خفیہ
ورفعت عنہم الحجب البشریۃ وقد ثبت ذلک لبعض فی حیاتہم
الدنیویۃ کما یشیر الیہ یا ساریۃ الجبل فی السیرۃ العریۃ۔ اور وہ لو
جو انتقال کئے ہوئے ہیں صالحین سے بعد علحدہ ہو جانے ان کے صفات بشیرت
سے اور منقطع ہو جانے ان کے علائق دنیا و دینہ سے اور راحت پانے ان کی

حضوری بارگاہ الہیہ کے ساتھ جو مستوجب ہے اُن کے لیے سعادت و انکی کامنص
 ہوتے اُن پر انوار بارگاہ الہی کی یہاں تک کہ ہر ایک پوشیدہ امر اُن پر عیاں ہو گیا
 اور اُٹھائے گئے اُن سے حجابات بشریہ اور تحقیق کہ ثابت ہوئی یہ بات واسطے
 بعض اُن کے حیات دنیویہ میں ہیں پس اس اشارہ کرتا ہے اُس طرف قول یہاں
 الجبل کا بیچ خصلت عمر رضی اللہ عنہ کے انتہی پس اس تحریر شیخ عابد سندی رحمۃ اللہ
 علیہ سے جن کی متفق جاہیر علماء اور اہل اللہ میں ظاہر ہو کہ اولیاء اللہ کو ترقیات
 مراتب اور درجات اس عالم سے بھی زیادہ اُس عالم میں ہوتے ہیں۔ توضیح اور دم
 وہ یہ کہ توضیح امر اول سے ظاہر ہو کہ حضرت کی حیات اُس عالم میں ویسی ہے
 جیسی کہ اس عالم میں تھی بلکہ ترقیات مراتب حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو اس
 عالم سے بھی زیادہ اُس عالم میں ہیں مگر غائبانہ دور سے حضرت کے اسم پاک کے
 ساتھ نہ کرنا کیسا ہے اگرچہ قول شیخ عابد سندی سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ اولیاء اللہ
 کو دنیا میں اُس سے زیادہ انتقال کے بعد پوشیدہ امر کی اطلاع خدا کر فیضان
 انوار سے ہوتی ہے پس اس بنا پر نہ ارسائی تو کیا مذاق قلبی سے بھی آپ باطلاع
 الہی کشفاً مطلع ہو سکتے ہیں بلکہ اس قسم کے کرامات حضرت کی کثرت روایات صحیحہ
 سے ہیں مگر ایک استفتاء ایسا ہے میں جو پیش ہوا تھا اُس کا جواب لکھا گیا ہے
 اس سے اس مسئلہ کی توضیح با حسن وجوہ معلوم ہو جائے گی استفتاء
 سوال اول نہ از باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باسم پاک
 حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ واسطے استدعا اور استغاثت کے جائز ہو یا نہیں
 سوال دوم اگر جائز ہے تو اُس کے منکرین کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو

یا نبیہم بنیو آجروا۔

جواب سوال اول

استغاثت اور استمداد اور استغاثہ ساتھ نذا کرتے اسم پاک حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہاسمار آپ کے تابعین کے جو آپ کے آل کرام اور اصحاب عظام اور اولیاء مالی مقام ہیں خصوصاً باسم پاک صاحبزادہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم عظم وسان حیدل شاہد دارین ہی شرفاً و غرباً خلایق پوجہ نماں باسم مبارک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو اپنے مقام سے کامیاب ہوئے اور ہوئے ہیں اُس کے بیان میں جو کتب کثیرہ حضرت کے احوال میں تفصیلاً ہوئے معلوم علاوہ اُس کے جو لوگوں کو اس امر کا تجربہ ہوا اور ہوتا جاتا ہے یا سوا اُس کے بھی بعد حاصل کرنے رسوخ عقیدت کے نما باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہاسمار مبارک او یار اللہ خصوصاً باسم مبارک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بوقت حاجت کیا جائے فوائد اُس کے از قسم بدیہیات کے معلوم ہو سکتے ہیں جو از نما باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور او یار اللہ احادیث اور عمل صحابہ و اجماع امت سے ثابت ہے چنانچہ اُس کا بیان آئندہ تفصیلاً اور تقریباً کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اب مختصر یہ ہے اس امر کا بیان کرتا ہوں کہ باوجود جو از نماں اور استغاثت و استغاثہ ہاسمار مقربان الہی از روئے احادیث اور اجماع امت اور اعمال صحابائے کرام رضی اللہ عنہ کے ابتداءً انکار اس کا کب سے شائع ہوا اور کون شخص اس امر کا بانی ہو امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شفا الاسقام میں فرماتے ہیں اعلم انہ یجوز و یشیخ التوصل والا استغاثۃ والتشفع بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم الى ربهم سبحانه تعالى وجواز ذلك وحسن من الامور المعلومۃ
 لكل ذي دين المعروفۃ من الانبياء والمرسلين وسير السلف الصالحين
 والعلماء والعوام من المسلمين ولم ينكر احد من اهل الاديان ولا سمع
 به في زمان من الان زمان حتى جاء ابن تيمية فتكلم في ذلك بكلام يلبس
 فيه على الضر والافحام وابدء بما لم يسبق اليه في سائر الاعصار -
 ترجمہ جان تو تحقیق کہ شان یہ ہے کہ جائز ہے اور اچھا ہے وسیلہ کرنا اور فریاد
 چاہنا اور شفاعت چاہنا ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرف پروردگار اُنکے
 اور جائز ہونا اُس کا اور بہتری اس بات کی اُن امور سے ہے جو ہر دین والے کو
 معلوم ہے اور جانی گئی یہ بات انبیاء اور مرسلین سے صلوة اللہ وسلامہ علیہم
 اور کسی نے اہل اویان سے انکار نہیں کیا اور نہ کسی اہل زمانہ نے اہل زمانہ سے
 اس بات کو سنیا ہاں تک ابن تیمیہ آیا پس اُس نے اس بات میں کلام کیا اور
 اپنے کلام سے اُن لوگوں کو دھوکا دیا جو ضعیف الاعتقاد اور علم سے نا آشنا تھے
 اور انہوں نے ایسا کیا جو اس سے پہلے کسی نے اس بات پر سبقت کسی زمانہ میں
 نہیں کیا انتہی۔ پھر بعد اُس کے حال توسل کا ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
 وصحبہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیان کر کے امام سبکی علیہ الرحمۃ فرماتے
 ہیں وکنذ لك يجوز مثل هذا التوسل بسائر الصالحين وهذا شيء لا ينكره
 مسلم بل متدين بجملة من الملل۔ ایسا ہی جائز ہے مثل اس کے وسیلہ کرنا
 تمام صالحین کو اور یہ ایک چیز ایسی ہے کہ جس کو کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا خواہ وہ
 کسی کا ہو انتہی۔ اب میں تھوڑا سا حال امام تقی الدین سبکی مصنف کتاب شفاۃ السقام

کا تحریر کرتا ہوں۔ الشیخ الامام الفقیہ المحدث العلامة تقی الدین وهو
ابن عبد الکافی الشافعی صاحب التصانیف ولد فی صفر سنۃ
ثلاث وثمانین وستمائة ووقفہ فی صغره علی والدہ وکان من الورع
والدین وسلوک سبیل الاقدمین علی سنن ویقین صادق بالحق
لا یخاف لومة الایم و من مصنفاتہ ہذا الکتاب وهو الر د علی الحافظ
بن یمیمہ الحرانی والمصنف قد سماها ایضاً شن الغارۃ علی من انکر
سفر الغیارہ وصح من طرق عن الحافظ ابن یمیمہ انہ کان لا یغف من
اہل العصر کتفیمہ الشیخ تقی الدین السبکی وانہ کان کثیر الشناع
علی تصنیفہ فی الر د علیہ یعنی ہذا الکتاب انتفی لمخصاً من ترجمتہ فی
الطبقات الکبری والصغری لابنہ العلامة تاج الدین سبکی رحمہما
تعالی انتہی ہذا اما وجدت ترجمۃ المصنف علی کتاب شفاء الاسفا
المطبوعۃ فی مطبع الدائرۃ المعارف النظامیہ مجید رآباد دکن
شاہ^۱ ترجمہ وشیخ امام فقیہ محدث علامہ تقی الدین فرزند عبد الکافی کے
جو صاحب تصانیف میں پیدا ہوئے^۲ کلمہ چھ سورتا ہی میں فقہ حاکم کے ایام
صغریٰ میں اپنے والد سے استفادے صاحب ورع اور دین اور چلنے والے مسلک
قدما کے اور طریقوں یقین کے آشکار کر کے والے امر حق کے بلا خوف
لامت اور مصنفات سے اُن کے یہ کتاب ہے وہ دوسرے حافظ بن یمیمہ حرانی پر اور
مصنف نے اس کتاب کا نام شن الغارۃ علی من انکر نفسہ الزیارۃ بھی رکھے ہیں اور
کئی طریقوں سے مجھے یہ بات صحیح پہنچی ہے حافظ بن یمیمہ سے کہ وہ کسی اہل زمانہ

کی ایسی تقظیم نہیں کرتے جیسا کہ شیخ تقی الدین سبکی یعنی مصنف اس کتاب کی تقظیم
 کرتے اور ابن تیمیہ شیخ تقی الدین کی بہتہ تعریف کرتے اور اس تصنیف کے جو
 شیخ نے ابن تیمیہ پر رد کیا یعنی یہ کتاب۔ تمام ہوا حال مصنف کا مختصر آج شیخ کا احوال
 طبقات کبریٰ اور صغریٰ میں اُن کے فرزند علامہ تلج الدین سبکی رحمہما اللہ نے
 ذکر فرمائے کتاب مطبوعہ مطبع دائرة المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ج ۱ ص ۱۱۲
 میں طبع ہوئی موجود ہے کتاب شفا را الاسقام کی عبارت سے کہی مضامین مستفیہ
 ہو سکے ایک تو یہ کہ ابن تیمیہ کے کسی کو بھی مسئلہ توکل اور استغاثہ سے انکار نہ تھا
 بلکہ یہ مسئلہ نو احداث پیدا کیا ہو ابن تیمیہ کا ہے اور دوسرا امر شیخ نے ابن
 تیمیہ کا وصف بیان منسرایا سو ظاہر ہوا کہ اُن کی تقریر دھوکا دینے والی ہے ضعیف التقایہ
 کو اور اُن لوگوں کو جو غم سے نا آشنا ہیں ایسے امام وقت اور محدث اور مجتہد
 دین کا قول موصول کر دیتا ہے اس امر کا مسئلہ توکل اور استغاثہ صحیح اور انکار ابن تیمیہ
 کا غلط ہے اور بہت بڑی حجت صحت مسئلہ اور توکل اور استغاثہ پر قائم ہے کہ خدا
 نے حقیقت کا اثر اور رب اور ہیبت ابن تیمیہ کے دل میں ایسا ڈالاکہ ابن تیمیہ کو
 سوائے تسلیم بلکہ تعریف کرنے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ بھی نہ بن پڑا مولانا
 روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۱۰ ہیبت حق است این از خلق نیست راوریہ
 بات بہت درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر ابن تیمیہ کو یہ روان کا تسلیم نہ ہوتا تو اس
 کے جواب میں کوئی کتاب تصنیف کرتے حالانکہ کوئی کتاب ابن تیمیہ کی جواب
 میں کتاب شفا را الاسقام کے مشہور نہیں ہے اگر لکھتے تو ضرور مشہور ہوتا ہے
 سلیم الطبع انصاف پسند کو اس قدر دلیل جواز استغاثہ اور توکل پر کافی ہے مگر

سبکی ہیں اُن کے کلام کا مطالعہ کرے اور یہی کلام شیخ عز بن جماعہ اور اُن کے اہل عصر
 اور سوا اُن کے علماء رشافیہ اور مالکیہ اور حنفیہ کا مطالعہ کرے اور ابن تیمیہ سے فقط
 متاخرین صرف یہ اعتراض کر سنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے مثل عمر بن الخطاب
 اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما پر بھی اعتراض کئے اور حاصل یہ ہے کہ
 اُن کا کلام کچھ بھی قابل اعتبار نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ کنکروں میں اور ٹیکروں میں
 پھینکا جائے اور ابن تیمیہ کے حق میں یہ اعتقاد کرنا چاہیے کہ وہ خود آپ بھی گمراہ ہے
 اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے جاہل ہے راہ راست تجاوز کیا ہے خدا اُس کے
 ساتھ معاملہ عدل کا کرے اور اُس کے طریقہ اور اعتقاد اور فعل سے خدام کو بچاؤ
 آمین۔ پھر شیخ ابن حجر نے اقوال ابن تیمیہ کے جو درباب سور عقیدت بزرگان صادر
 ہوئے تھے نقل کئے ہیں جس کا حال سوال فتوے ابن حجر میں اجمالی بیان ہوا نقل اقوال
 کے بعد شیخ ابن حجر فرماتے ہیں والانزال یتبع الا کا برحتی قمالا علیہ اہل عصر
 ففسقوا و بداعواہ بل کفر اکثر منهم وقد کتب الیہ بعض اجداد عصرہ علما
 و معرفۃ سنۃ خمس و سبعمائۃ من فلان الی اثبغ البکیر العالم امام عصرہ
 بزعمہ اما بعد احبناک فی اللہ زمانا و احضنا عاقل فیک اعراض الفضل
 احسانا الی ان ظہر لنا خلاف موجبات المحبة بحکم ما یقضیہ العقل والحس
 و هل یشک فی اللیل عاقل اذا غربت الشمس و انک اظہرت انک قائم
 جالسا بالمعروف والنہی عن المنکر واللہ اعلم بقصدک و نیتک و لکن الاخلاص
 مع العمل ینتج ظہور القبول و ما راہنا آل امرک الی ہذا الاستسار والاعراض
 یتبع من لا یوثق بقولہ من اہل الاہواء والاعراض و هو سائر زمانہ بسبب

الاصناف والذوات ولم یقنع بسبب الاحیاء حتی حکم بتأثیر الاموات ولم یکنه
 التقرض علی من تأخر من صالحی السلف حتی یقدم علی من بعدہ من الاولین ومن
 له اعلی المراتب فی الفضل فیا وجع من هو لا یخبرها ولا یومر لقیمہ ولقد مات ابن
 زینال غضب راقی بالسلا مئة وکننت لمن معہ وهو علی مذبح جماع الجبیل
 والصلحیة وقد ذکر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال ان خبری لہ غلط
 ولبیات وای بیات واخبر فی عنہ السلف انہ ذکر علی بن ابی طالب رضی اللہ
 عنہ فی مجلس آخر فقال ان علیا اخطا فی اکثر من ثلاث مئة مکان فیا لیت
 شعری من این یحصل لك الثواب اذا اخطا علی کرم الله وجهہ ورحمہ
 بن الخطاب رضی اللہ عنہ والان قد بلغ هذا الحال انی منتہا بر الا حزنی
 مقتضاه ولا ینفنی الا انقیام فی امرک ودرفع شرک لانی قد اقرضت
 فی النبی ووصل اذاک الی کل میت وحی قلزمی الغیری للہ ولم سئلہ ویزم
 ذاک جمیع المؤمنین ومسلمی عباد اللہ الصالحین بحکم ما یقره العلماء وھم
 اهل الشریع واسر باب السیف الذین بہم الوصل والقطع الی من یحصل
 منک الکف من اعتراض الصالحین رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ترجمہ اور پیشہ
 ابن تیمیہ چچا اکابر دین کا کرتار یا یہاں تک کہ متوجہ ہو گئے اُس پر اُس کے علم اہل
 عصر پس اُس کو منسوب بغیر کئے اور تحقیق کہ اُس کی طرف خط لکھ بھیجا بعض اُن لوگوں
 نے جو ابن تیمیہ سے علم اور معرفت میں زیادہ رہے تھے سات سو پانچ میں طرف
 فلاں شخص کے طرف شیخ کبیر کے عالم امام عصر اپنے زعم میں امام بدیس ہم نے تجھ کو
 راہ خدا میں ایک زمانہ تک دوست رکھا اور جو تیرے حق میں لوگ کہا کرتے تھے اُس سے

المسلمین

ہم نے اپنے فضل و احسان سے اعتراف کیا یہاں تک کہ ہم کو خلاف سوجات، محبت امر
 ظاہر ہوا کہ اُس چیز کے جس کو عقل جس چاہتا ہے کیا شک کرتا ہے کوئی عاقل شب میں
 جس وقت کہ آفتاب غروب ہو جاوے اور تو نے ظاہر کیا تھا تو قائم ہے سات امر
 بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خدا خوب جلنے والا ہے تیرے فقد اور نیت کو اور
 لیکن اخلاص سا تحمل کے قبول کا نتیجہ دیتا ہے اور نہیں دیکھا ہم نے کہ تیرا امر رجوع
 کیا اگر ساتھ توڑنے پر دوں اور آبروؤں کے ساتھ متابعت کرنے قول اُن لوگوں کے
 جواہر اموار اور اعراض یعنی بدنہب ہیں پس وہ لوگ مشہور ہیں اپنے زمانہ میں بسبب
 اُن کے اوصاف اور ذاتوں کے اور نہیں اکتفا کیا تو نے ساتھ برا کہنے کے اوپر
 زندوں کے یہاں تک کہ حکم کیا ساتھ کفر اموات کے اور نہیں کافی ہوا قرض اوپر اُن
 لوگوں کے جو متاخرین سلف صالحین سے ہیں یہاں تک کہ متعدی ہوا قرض طرف
 صدر اول کے اور طرف اُن لوگوں کے جن کا مرتبہ اعلیٰ ہے فضیلت میں پس کیا
 خرابی ہے اُس شخص کے لیے جو وہ لوگ ختم ہو جائیں قیامت میں اور بعید ہے کہ
 اُس کو غضب خدا کا نہ پہنچے اور کہاں ہے اُس کے لیے سلامتی اور تحفظ
 میں اُن لوگوں میں جو میں نے اُس سے سنا ہوں اور وہ منبر پر جامع مسجد پہاڑ
 کے مقام صالحیہ میں اور اُس نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا
 کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کئی غلطیاں ہیں اور کئی بلیات ہیں اور کس قدر بڑی بلیات
 ہیں اور حکم سلف سے پہنچا کہ اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر دوسری مجلس میں
 کیا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے تین تلو جائے سے زیادہ غلطیاں کئے کاش کہ وہ
 یہ بات جانتا تو اچھا تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تیرے گمان میں غلطیاں کیں

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تو کچھ تیر سے لے کر راہ عمو اب کہاں سے لے کر
یہ حال انتہا تک پہنچ گیا اور امر اپنے مقتفی کو پہنچا اب مجھے کوئی چارہ نہیں ہے سوا کے
اس بات کے جو میں تیر سے امر کی طرف قائم ہوں اور تیر سے شر کو دفع کروں کیوں کہ
مگر اپنی تیری حد سے تجاوز کی اور تیری ایما ہر زندہ اور مردہ کی طرف پہنچی اور کچھ لازم ہے
غیرت اللہ اور اُس کے رسول کے واسطے اور تمام مومنین اور اللہ کے عباد صالحین
کو لازم ہے ساتھ حکم اُس پیڑ کے جس کو علماء نے کہا ہے جو وہ اہل شرع اور صاحبانِ
سیف ہیں جن کے ساتھ وصل اور قطع ہے یہاں تک کہ حاصل ہووے تجھ سے
رُکن اغراض صالحین سے انہی پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اُن مسائل کا ذکر کیا جو
ابن تیمیہ سے خلافت عقیدہ مسلمین کے صادر ہوئے جو تاج الدین ہکی سے نقل کیا
ہے مسئلہ اولی حاجت غسل جس کو ہووے شب میں قبل طلوع فجر بلا غسل نماز نفل ادا
کر سکتا ہے۔ مسئلہ ثانیہ حق تعالیٰ محل حراوت ہے مسئلہ ثالثہ خدا فاعل محسوس نہیں
ہے۔ مسئلہ رابعہ خدا مرکب ہے۔ مسئلہ خامسہ خدا کو جسم ہے۔ مسئلہ سادسہ
خدا بقدر عرش ہے نہ کم نہ زیادہ۔ مسئلہ سابعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
شفاعت بالوجاہت نہیں ہے۔ مسئلہ ثامنہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ
توسل نہ کیا جائے۔ مسئلہ تاسعہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے
سفر کرنا گناہ ہے وغیر ذلک من الغفلة لا اله الا الله اعادنا الله منھا
انتھلی۔ ابن تیمیہ نے اپنے کردار کی مزادینا میں ہی پالی پس یہ سنرا باعث اُن کے
کفارہ سیات کی ہو جا کر اُن کا خاتمہ بخیر تو بہ کے ساتھ ہو تو کوئی عجب کی بات نہیں ہی
جیسا کہ وہی نے تذکرۃ الحفاظ میں ابن تیمیہ کا حال لکھا ہے ولد فی ربيع الاول

فقہ احمدی و سنن و سنن و سنن یعنی ابن تیمیہ بانی انکار توسل و استغاثہ وغیرہ کا
 تولد سلسلہ چھ سو ایک سو ہے پھر فرمائی کہتے ہیں۔ وقد امتحن و اذی حرات و
 بقلعة مصر و القاهرة و الاسكندرية و بقلعة دمشق مرتین و بها توفی فی الثمانین
 من ذی القعدة سنة ثمان و سبع مائة فی قاعة مغللة ترجمہ اور تحقیق جنت
 میں ڈال گیا ابن تیمیہ اور ایذا دیا گیا کئی بار اور جس کی گتہ مصر میں
 اور قلعہ قاہرہ اور قلعہ اسکندریہ میں اور قلعہ دمشق میں دو بار اور اُس میں ہی وفات
 پائی میں ذی قعدہ سنہ سات سو آٹھ میں ایک میدان میں بیڑیاں پہنے ہوئے
 انتہی اس کے بعد ذہبی و جہان کی قید اور ایذا کی بیان کی وقد انقضت و بقتا ولی نیل
 من عرضہ لا جملہا وھی مغمورة فی بحر علمہ فانہ یساعده ویرضی عنہ
 ترجمہ تحقیق کہ ابن تیمیہ اکیلے ہوئے چند مسائل جس کی وجہ سے اُن کی ابر و لیسگی
 وہ مسائل اُن کے دریاے علم میں نا آشنا تھے یعنی اُن مسائل میں کوئی عالم پسند نہ کرتا پس
 حق تعالیٰ اُن کو معاف کرے اور اُن سے راضی ہووے۔ ط۔ بیان اول الذکر سے
 معلوم ہوا کہ تاریخ تولد ابن تیمیہ کی چھ سو ایک سو ہے اور تاریخ وفات حضرت غوث پاک
 رضی اللہ عنہ کی سلسلہ آپ کے احوال شریفہ کی کتابوں میں درج ہے اُس سے ظاہر
 ہے کہ ابن تیمیہ بانی انکار نہ اکاظہور بعد وفات حضرت غوث اعظم رضی اللہ کے ایک سو
 برس بعد ہوا پہلے اس کے سوائے فریق معتزلہ وغیرہ کے جو فرقہ ضالہ مشہور تھے کوئی
 اہل علم خاندان اہل سنت سے دعویٰ اہل سنت ہونے کا کر کے مسئلہ ندا وغیرہ میں
 خلاف اہل سنت نہیں کیا رجعتنا الی المقصود ابن تیمیہ کے قائم مقام قاضی شوکانی
 ہوئے پھر ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن قیم اپنے استاد کے سجادہ نشین ہوئے

پھر بعد ایک زمانہ کے عبد الوہاب بخدی اور اُن کے خلع الصدق محمد مسعود نے انہیں
تیمیہ اور توافی شوقانی اور ابن قیم سے فیض حاصل کیا علاوہ اُس کے معتزلہ سے چند
مسائل اخذ کر کے کتاب التوحید جس میں یہ سب مسائل انکار شفاعت بالوجاہت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکار ثلث اسرار انکار استغاثہ انکار خدا انکار سفر زیارت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ درج ہیں تصنیف لکھے حرمین شریفین میں فساد
عظیم برپا کیا نہر اسادات بنی فاطمہ کو قتل کیا سلطان عبدالجید خاں والد سلطان
حال عبدالحمید خاں نے اُن کا قلع و قمع کیا با اینہم عبد الوہاب بخدی اور اُن کے
فرزند مسعود کو انکار تقلید نہ تھا کیونکہ وہ خود مقلد مذہب حنبلی تھے اب تک بھی عبد الوہاب
بخدی کی نسل اور اُن کے تابع مذہب قوم عصیہ جو عرب میں باقی ہیں وہ مقلد مذہب
حنبلی ہیں اگر کوئی شخص مقلد حنفی یا شافعی اُن کے پاس جاوے سوائے مسائل
اختلافیہ کے بوجہ تقلید مذہب اُن کا تعرض نہیں کرتے ہاں سوائے تقلید کے اور
مسائل اختلافیہ میں کوئی اگر ان سے خلاف کرے تو البتہ درجے ایذا ہوتے ہیں
اور اگر اُن مسائل میں بھی اُن کی ہوں میں اپنی ہاں ملاوے تو اُس کی بہت کچھ
خاطر داری اور صیافت کرتے ہیں ہندوستان میں رواج مذہب عبد الوہاب بخدی
کامولوی اسمعیل سے ہوا انہوں نے کتاب التوحید ابن عبد الوہاب بخدی کا ترجمہ
کر کر ہندوستان میں شائع کیا مگر مصداق قول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ہر کہ آمد
بر آن مزید نمود۔ مولوی اسمعیل نے عبد الوہاب بخدی کے مذہب کو اور ایک طو
لگایا کہ انکار تقلید ائمہ مجتہدین کیا اُن کے دام میں بہت سے لوگ آگئے جب
علمائے وقت کا اُن پر حملہ ہوا اور فتویٰ بد مذہبی اُن کا لکھا گیا چنانچہ تفصیل اُس کی

کتاب سوا الرحمن علی قرن الشیطان، وغیرہ مصنفات مولوی فضل رسول صاحب علیہ الرحمۃ
 میں سچے بڑے مذکور ہے اب اس قسم کے عقائد واسطے جو ہندوستان میں ہیں وہ مولوی
 اسماعیل کے تابع ہیں بعضے سب مسائل میں ان کے تابع ہیں بعضے اقل میں بعضے
 اکثر میں بعضے سب مسائل کو مولوی اسماعیل کے انکار کی نظر سے دیکھتے ہیں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ سے آداب رکھتے ہیں مگر فقط ایک ہی مسئلہ
 مذاہب مولوی اسماعیل کے تابع ہیں اب میں ان دلائل شرعیہ کا ذکر کرتا ہوں جو جو ازند اپر
 ولالت کرتے ہیں لہذا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انذیرت اور
 اعمال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اجماع سے ثابت ہے ذکر ان احادیث کا
 جو جواز نہ پر ولالت کرتے ہیں۔ حدیث اول امام بخاری اپنی سند میں روایت
 کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا صلی احکم
 ثقیل التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی
 ورحمة الله وبرکاتہ وفی ردا یدہ اذا جلستم فقولوا التحیات
 الی آخرہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت کہ نماز
 پڑھے ایک تم میں کا پس چاہیے کہ کہے التحیات لله والصلوات والطیبات
 السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاتہ الی آخرہ اور ایک
 روایت میں آیا ہے جس وقت کہ تم جلسہ نماز میں ہو پس کہو التحیات لله
 جب ان احادیث میں التحیات کے پڑھنے کے لیے نماز میں حکم ہوا علماء فرماتے
 کہ التحیات کا پڑھنا واجب ہے پس لہذا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم جو ردا التحیات ہے وہ بھی واجب ہوا جو مانوق جواز ہے۔ الویلۃ الجلیلہ میں رقم ہے

اس مقام پر دو شبہ وارد ہوتے ہیں پہلا شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ السلام علی المبنی کہتے تھے اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ دوسری روایت کے مخالف ہے علاوہ ہیں یہ کہ اس تغیر کے لیے آپ سے حکم نہیں آیا سارہ انتہا مولانا محمد عبد الحلیم اذخلہ اللہ تعالیٰ فی جنات النعیم نے رسالہ نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمن میں ایسا ہی تحریر فرمایا ہے دوسرا شبہ تشدید خطاب بعض اسی نہیں ہے بلکہ یہ کہ جسطرح قصہ معراج میں واقع ہوا ہے اسی طرح دُئی رکھنا یکسو ہم کہتے ہیں اگر یہ کلمات جسطرح قصہ معراج میں وارد ہوئے اسی طرح باقی رکھو گو ہیں مگر اُس حکایت معراج مقصود نہیں ہے بلکہ معنی کو چاہیے کہ اُن کلمات کی معانی کا قصہ کرے یعنی اللہ پر تحیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام یعنی انشاء کا قصہ کرے نہ اجار کا نہ فائق ستیج کنز الدقائق میں ہے لا بد ان یقصد فی الفاظ التمشہد معناھا التی وضعت لہا کان حیثی اللہ تعالیٰ یوئسہ سلم علی نبیہ علی اولیاء اللہ تعالیٰ ای اذہ یقصد الا انشاء بھذا لا لالفاظ لا الاخبار الیاتی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس لیے خطاب کیا گیا ہے تاکہ سمجھا جائے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی امت کے نمازی لوگ مکشوف ہوتے ہیں بلکہ یہ خیال کیا جائے کہ آپ اُن کے سامنے موجود ہیں اُس میں وفات نہ ہیں پہلا یہ کہ آپ کو اُن کے اعمال عمدہ کی اطلاع ہو دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس حضور کی کا خیال باعث فزید خشوع اور خضوع ہو چنانچہ شیخ ابن حجر شریح عباب میں اسی معنوں کو بیان کرتے ہیں وخطوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاذ اشارۃ الی اللہ تعالیٰ یکشف لہ عن المتصلین من امتہ حتی یمکن کا الحاضر معہم فی شہد لہم

بافضل اعمالہم ولیکون تذکر حضور ﷺ سبباً لمزید المشوع والخصوع رسالہ
 اتی زیر التفسیر وانی شرح فواکہ دوائی میں لکھا ہوا ہے کہ مصلی کو چاہیے کہ
 جب اسلام علیک ایہا النبی اور ستہ اللہ وبرکاتہ کہے تو روضہ شریفہ کا قصد کرے چنانچہ
 یہ اُس کی عبارت ہے وینبغی اذا قالہ المصلی ان یقصد الروضۃ الشریفۃ
 اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مذاکر تائیت کو حائز ہے عام از نیکہ سنادی قریب
 ہو یا بعید دیکھئے تشہد میں اسے حرف ندا سے سبب علاوہ اُس کے تشہد میں بعد تقال
 حضرت کے بھی خطاب ہے اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ قریب اور بعید خطاب و
 ندایں سادہ میں جواز کا انحصار اُس پر موقوف نہیں ہے کہ سنادی قریب ہو ورنہ مصلی
 تشہد میں اُن الفاظ کے پڑھنے پر مامور نہ ہوتا چنانچہ اسی مضمون کو شیخ عابد سند ہی فی
 اپنے رسالہ میں لکھا ہے جس کی یہ عبارت ہے ویستفاد من ہذا الآثار جواز
 نداء المیت بعد موقہ قریباً کان منہ او بعدل عنہ ویل ذالک ما
 ثبت فی الفاظ التشہد السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 فان ای من حروف النداء علی ان فیہ مخاطبۃ المیت بعد موتہ ویستفاد
 اندہ لا یقتصر علی جوازہ علی اشتراط قربہ من المیت بل القرب والبعد
 سواء فی ذالک الحکمہ وذالک لان المصلی کان ماموراً بالہذا القول
 فی تشہدہ این کان۔ انتہی محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ قول شیخ عابد سند ہی کو
 رد روایت تائید کرنے میں جو قاضی عیاض نے شغایں لکھے ہیں وعن علقمۃ اذا
 دخلت المسجد اقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 صلی اللہ وسلم لکن علی محمد ﷺ تہمہ مروی ہے علقمہ سے کہ جب میں داخل ہوتا مسجد

میں تو کہتا اسلام علیک ایہا النبیؐ۔ وی مالک عن ابن عمرؓ کان یقول ذلک
 اذا فرغ من تشہدہ و اسرارہ ان یسلموا استحب مالک و فی المبیوط
 ان یسلم مثل ذلک قبل السلام قال محمد بن مسلمۃ اسرارہ ما جاء عن
 عائشۃ و ابن عمر رضی اللہ عنہما انہما کان یتقول عند سلامہما ان السلام
 علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و بركاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ
 اصالحین السلام علیکم اور تحقیق کہ روایت کیا ہے مالک نے ابن عمرؓ
 سے کہ وہ کہتے تھے اس بات کو جبکہ وہ تشہد کے ذریعہ ہوتے اور سلام پھیرنے
 کا ارادہ کرتے اور مستحب جائز تھو اور بیوط میں ہے کہ مثل اس کے سلام تشہد کے قبل
 سلام پھیرنے کے کہا محمد بن مسلمہ نے کہ امام مالکؒ نے اپنے اس قول سے اس
 روایت کا ارادہ کیا جو حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ
 کہتے تھے اپنے وقت السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و بركاتہ پس ان روایات سے
 ثابت ہوا کہ علمائے صحابی کی عادت تھی کہ جب مسجد میں داخل ہوتے السلام علیک ایہا النبیؐ کہتے
 اور ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی یہ عادت تھی کہ قبل سلام نماز کو السلام علیک ایہا النبیؐ کہتے تھے
 سی روایات میں ذکر نہیں کہ یہ بات ان صحابہ کرام جمیل القدر نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کی حضوری میں کہا کرتے یا اس وقت یہ کہتے جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس
 عالم میں تشریف فرما تھے پس جو لوگ کہ شبہہ کرتے ہیں کہ یہ نہ اقصیٰ مہاجرہ ہے اب
 کہاں رہا کیونکہ قصہ مہاجرہ کی نقل کا محل خاص تشہد ہے نہ بعد تشہد اور نہ بوقت
 دخول مسجد اسی لیے امام مالک نے مستحب جانا ہے کہ قبل سلام نماز کے مصلیٰ ہمیشہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلفظ اندا السلام علیک ایہا النبیؐ کہا کرے

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو تابعین، یا تابع تابعین میں ہیں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلم
 کی رحلت شریف کے بعد میں پس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جو از نرا کا بعد آپ
 کی رحلت شریف کے ہوا دوسری حدیث شریف کتاب طالع المسرات مستخرج
 ولان الخیرات میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نابینا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم آپ خدا سے دعا کیجئے کہ مجھے بینائی عطا کرے حضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہارے لیے دعا کروں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نابینائی مجھ پر شاق ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
 کہ جاؤ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دعا کہو اللہم انی اسئلك والتوجه
 الیک بنبی محمد بنی الرحمۃ یا محمد انی اتوجه الی ربی بان ان تکشف لی
 عن بصری اللہم شفعہ فی نفسہ جب وہ نابینا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے ارشاد پر عمل کیا واپس ہوا اس حالت میں کہ وہ بینا ہو گیا صاحب مطالع
 مسرات تصحیح میں اس حدیث کے کچھ ہیں کہ مثل اس حدیث کے ترمذی نے روایت
 کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ابن ماجہ نے اس حدیث کے
 اول نابینا کا قصہ ذکر کیا ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بشرط بخاری اور مسلم روایت
 کیا ہے اور بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے بروایت عثمان بن حنیف کے اور بیہقی کے
 الفاظ کے موافق سنائی نے روایت کی ہو انتہی کتاب منظر الانوار فی الصلوۃ علی النبی
 المختار میں امام نمیری نے یہ تصحیح اس حدیث کی ہے شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ
 علیہ جذب القلوب میں اور قاضی عیاض شفا میں صاحب حصن حصین نے اس حدیث کو

فقہ کیا ہے بتان الریاض شرح شفاۃ قاضی عیاض میں اس مقام پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ حدیث مستند اور صحیح ہے اُس کو حاکم اور ترمذی کے سوائے اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے عثمان بن حنیف اور اُن کے فرزند اس حدیث کو لوگوں کو تعلیم کرتے اس حدیث کے متعلق بہت سے حکایات ہیں جن میں بیان اس امر کا ہے کہ جس نے اس حدیث پر عمل کیا کامیاب ہوا برہان چلیبی نے اس حدیث کو بہت سے طریق سے روایت کیا صحت میں اس حدیث کی کوئی شبہہ باقی نہیں رہا اس کو یاد رکھو انتہی اس مقام پر ایسا نہ خیال کیا جائے کہ یہ امر خاص آپ کی حضور کی خدمت کے لیے تھا آپ کا فیض عام تا قیامت باقی ہے امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاۃ المستقام

میں اس شبہہ کو دفع کیا ہے جس کی یہ عبارت ہے فان اعترض معترض بان ذلک انما کان لان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیع فیہ فلہذا قال لہ ان یقول انی تو جہت الیک بنیہ قلت الجواب من وجہ ترجمہ پس اگر کوئی کہے کہ اُنہوں نے والا کہ یہ امر اس لیے واقع ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نامینا کے لیے شفاعت فرمائی پس اسوجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نامینا کو شہادہ فرمایا کہ وہ کہے کہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیہ تیرے نبی کے میں کہتا ہوں کہ اُس کا جواب کئی طرح سے ہے اُحد ہا سیاقی عن عثمان بن حنیف وغیرہ

استعملوا ذلک بعد موتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وذالک یدل علی انہم لم یفہموا اشتراط ذالک ترجمہ ایک اُن جہ سے یہ ہے عثمان بن حنیف کی اور سوائے اور حضرات نے اس امر کا برتاؤ بعد وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ نے حضرت کی حضور کی کو اس عمل کی

شرط نہیں سمجھا۔ الثانی اُنہ لیس فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بین ذلک و دوسری وجہ یہ ہے حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اس عمل میں اپنی منوری کی مشعل سے فرمائی ہو۔ الثالث اُنہ ولو کان کذا لک

لیمضی فی حصول المقصود و هو جواز التوسل الی اللہ تعالیٰ بغيره یعنی السؤال
بہ کما علمہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ذالک زیادۃ علی طلب اللہ عا
فلو لم یکن فی ذالک فائدۃ لما علمہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اس شدہ
انیہ و یقال لہ انی قد شفعت فیک و یکن لعلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اس ادا ان یحصل من صاحب الحاجۃ التوجہ بذل الا منظر اس و لا یفتقر
و لا نکساستغاثا بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحصل کمال مقصودہ و لا

ان ہذا العنق حاصل فی حضرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و غیبتہ
فی حیاتہ و بعد وفاتہ فانما تعلم شفقۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی امتہ
و شفقتہ بہم و رحمۃ لہم و استغفار لا یجیع المؤمنین و شفاعتہ فاذا انقم
الیہ توجہ العبد بہ حصل ہذا الغرض الذی ارشدا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم لا یحیی الیہ تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا بھی ہو تو حصول مقصود کو مضر نہیں ہے
وہ جواز توسل طرف خدا کے ساتھ غیر خدا کے یعنی صالحین کے ساتھ۔ یعنی سوال کرنا خدا کو
بوسیلہ صالحین جیسا کہ حضرت نے نابینا کو اس امر کی تعلیم فرمائی۔ اور یہ بات آپ سے
و عا طلب کرنے سے زیادہ ہے پس اگر اس میں کوئی فائدہ نہ ہوتا تو ہرگز آپ یہ دعا
نابینا کو تعلیم نہ فرماتے اور نہ راستہ بتاتے حضرت نابینا کو اس طرف اور نابینا کو فرماتے
کہ میں نے تیرے باب میں شفاعت کی ہے اور ممکن ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور وہ فرمایا ہو اس امر کا کہ حاصل ہو صاحب حاجت کو توجہ ساتھ ذل اضطراب اور
اقتدار اور انکسار کے اُس وقت میں کہ وہ فریاد کرتا ہو ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پس اُس کا پیر المقصود حاصل ہو اور نہیں شک ہے کہ یہ بات حاصل ہے حضرت کی
رو برو میں اور حضرت کے غیب میں حضرت کی حیات میں اور حضرت کی وفات کے
بعد میں پس ہم جانتے ہیں حضرت کی شفقت اور مغفرت چاہنے کو تمام مومنین کیلئے
اور آپ کی شفاعت کہ جس وقت کہ حضرت کی شفاعت کے ساتھ بندہ کا متوجہ
ہونا بارگاہ الہی میں مل جائے تو یہ غرض جو حضرت نے نابینا کو ہدایت فرمائی حاصل

ہو جاتی ہے الخالة الثالثة ان يتوسل بذالك بعد موته صلى الله عليه
وآله وسلم لما رواه الطبرانی رحمه الله عليه في المعجم الكبير في ترجمة عثمان

بن حنیف فی الخیرۃ الخمسین حدثننا ظاہر بن عیسیٰ بن یونس المصری المقرئ

حدثننا اصیغ بن الفرج حدثننا ابن وهب عن ابی سعید المکی عن روح بن القاسم

عن ابی جعفر الخطمی المدنی عن ابی امامة بن سہل بن حنیف عن عمه

عثمان بن حنیف ان رجلاً کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

فی حاجۃ لہ فکان عثمان رضی اللہ عنہ لا یلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ

فلقی ابن حنیف فشکا ذالک الیہ فقال عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ

ایت المیضاء فتوضا ثم اتت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللهم

انی اسئلك واتوجه الیک بنینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الرحمة

یا محمد انی التوجه بک الی ربک لیقضی حاجتی وتذكر حاجتک حتی اروح

معک فالظن الرجل فصنع ما قال لہ ثم اتی باب عثمان بن عفان فحجاءه

ابو ابی حنیفہؓ اُخذہ بیداد فادخلہ علی عثمان ابن عفان فاجلسہ معہ علی
 الطنفۃ فقال ما حاجتک فذكر حاجته وقضاها له ثم قال له ما ذکر
 حاجتک حتی کان النساءہ وقال ما كانت لك من حاجۃ فاذكرها ثم ان
 الرجل خرج من عنده فلقی عثمان بن حنیف فقال له جزاک اللہ خیرا ما
 کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی یکن فی فقال عثمان بن حنیف واللہ
 ما کلمتہ لکنی شہدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا ہا ضریب
 البصر فمشکا الیہ ذہاب بصرہ فقال البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او تقصیر
 الی آخر الحدیث ترجمہ تیسری حالت یہ ہے کہ اس عا کے ہدایہ کے ساتھ بعد وفات
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا توں کیا جائے بسبب اس روایت کے جب کو طبرانی علیہ الرحمۃ نے ترجمہ
 میں عثمان بن حنیف کے احوال میں روایت کی پچاسویں جز میں کہا طبرانی کہ بیان کیا ہکو طاہر بن عبید
 بن قریش المصری المقری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہکو اصعب بن الفرج نے
 انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہکو ابن مصعب نے ابی سعید مکی سے انہوں نے روح
 بن القاسم سے انہوں نے ابی جعفر حطی مدنی سے انہوں نے ابی امامہ بن سہل
 بن حنیف سے انہوں نے اپنے چچا عثمان بن حنیف سے کہ ایک مرد عثمان بن عفان
 کے پاس آیا جایا کرتا اپنی ایک حاجت کے لیے پس عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
 نہ اُس کے طرف التفات فرماتے اور نہ حاجت میں اُس کی خیال کرتے پس وہ شخص
 صاحب حاجت عثمان بن حنیف سے ملاقات کیا اور عدم التفات حضرت عثمان رضی اللہ
 عنہ کی اُن کے پاس شکایت کیا پس اُس کو عثمان بن حنیف نے کہے کہ آفتاب لا اور
 وضو کر پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعا اللہم انی استمک والتوجه

المیک الہ پڑھ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جا میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں پس وہ مرد جو کچھ عثمان بن حنیف نے کہا تھا اُس پر عمل کیا پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوا اور بانج اس صاحب حاجت کا ہاتھ پکڑ کر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا حضرت اُس کو اپنے ساتھ بستر پر بٹھایا اور فرمایا کہ تیری کیا حاجت ہے پس اُس نے اپنی حاجت بیان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس کی حاجت روائی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے تیری حاجت سے بالکل فراموشی تھی گویا کہ میں ابھی یاد کیا اور ارشاد فرمایا کہ جو تجھ کو حاجت ہو مجھے کہا کر یہ وہ مرد صاحب حاجت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکل کر عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور اُن کو کہا کہ حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کبھی میری حاجت میں نظر نہیں کیا اور نہ میری طرف التفات کیا یہاں تک کہ تم نے میرے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا یعنی صاحب حاجت کو خیال ہوا کہ شاید عثمان بن حنیف نے اپنے لیے سفارش کی اسلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صاحب حاجت کی طرف التفات کیا، عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہے کہ میں نے تمہارے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سفارش نہیں کی ولیکن میں حاضر ہوا ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اور آپ کے پاس ایک نابینا حاضر ہوا۔ اور اپنے اپنی نابینائی کی شکایت حضرت کی خدمت میں آخر حدیث تک بیان کیا انتہی صاحب کتاب سفار السقام نے اس روایت کو اور بہت طریقوں سے روایت کی ہے تیسری قسم کے احادیث

جو اعمال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ ابا سہم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہے میرے استاد مولوی عبدالحلیم صاحب مغفیر اپنی کتاب میں جو سنیوں کو ایمان بڑی عذر حبیب الرحمن ہے جو ان کے قائل ہیں اور اس مقام پر لکھا ہے کہ بعض مشائخ نے جس سے روایت شیخ عابدہ سند ہی ہے علیہ السلام لکھا ہے کہ ابن سنی نے کتاب علی ایوم والیلہ میں لکھا ہے کہ جب کسی شخص کو پیر میں خدر لاحق ہو جائے تو وہ کیا کرے فلا خدر ایک کیفیت ہے کہ آدمی کو دین تک چلنے سے پیر میں عارض ہوتی ہے جس سے پیر میں ہوتا ہے اُس کو اس دیار دکن میں چوٹیا بھڑنا کہتے ہیں۔ ابو سعید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا اُن کے پیچھے پیر میں خدر لاحق ہوا اُن کو ایک مرد نے کہا کہ تمہارے پاس جو سب سے زیادہ درست ہو اُن کو یاد کرو تو ابن عمر نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے اور چلنے لگے ایضاً عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا پس اُن کے پیر میں خدر لاحق ہوا میں نے اُن کو کہا کہ اے ابو عبد اللہ تمہارے پیر کی کیا حالت ہے انہوں نے کہا کہ میرے پیر کے پٹھے جمع ہو گئے ہیں میں نے کہا کہ جو تمہارے دوست سب سے زیادہ ہیں اُن کو یاد کرو انہوں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے اور اُن کا پیر کھل گیا۔ ایضاً روایت ہے ہشتم سے انہوں نے کہا کہ ہم عبد اللہ بن عمرو یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اُن کے پیر میں خدر لاحق ہوا اُن کو ایک مرد نے کہا کہ تم یاد کرو اے ابو عبد اللہ جو تمہارے پاس سب سے زیادہ دوست ہیں انہوں نے

کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے گویا کہ قید سے چھوٹ گئے
 حمۃ المتحصنین بعدۃ اربعین والخصین میں شیخ الاسلام برہان الدین مجاہد نے کہا کہ
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک مار کے پیر میں خدر لافق ہوا اُن کو
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جو تمہارے پاس سب سے زیادہ دوست
 ہوں اُن کو یاد کرو تمہیں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس وہ گویا قید سے
 چھوٹ گئے مجاہد نے کہا کہ اُن کا خدر جاتا رہا انتہی قاضی عیاض کتاب شفا میں عبد
 بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی روایت کیا ہے جو کہ حبس، انہوم، والیلہ کے مضمون
 سے متفق ہے خور اور ارق عرض کرتا ہے کہ اگر اس تمام پر کوئی شخص کہے کہ بعض
 مجربات ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے عمل کرنے سے فائدہ ظاہر ہوتا ہے پس حالت
 خدر میں سب سے زیادہ دوست کو یاد کرنا بجز یہ سے مفید ثابت ہوا اس صورت میں
 یہ دلیل جواز نہ باسٹ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیونکر ہو سکتی ہے
 اُس کا جواب یہ ہے کہ اُس عمل کو تعلیم کرنے والے اور کہنے والے سب صحابہ
 تھے زمانہ صحابہ کا تھا سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس کوئی شخص یا
 کوئی چیز حضرت سے زیادہ دوست نہ تھی چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت
 کی صحبت کی برکت سے ایمان کامل نصیب تھا حدیث میں آیا ہے اے یومن احدکم
 حتیٰ اکون احب الیہ من ماله وولداہ والناس اجمعین ترجمہ مومن کامل
 نہ ہو گا تم میں کا کوئی شخص یہاں تک کہ میں اُس کے پاس اُس کے مال اور اُس کی اولاد اور تمام
 آدمیوں سے زیادہ دوست ہوں اور دوسری روایت میں احب الیہ من
 نفسہ آیا یعنی میں اُس کے نفس سے بھی زیادہ دوست ہوں پس جو لوگ کہتے

جو تمہارے دوست سب سے زیادہ پیارے اُن کو یاد کرو وہ کنایہ حضرت کی ذاتِ مبارک سے ہی تھا گو یا کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد چاہو اور آپ کو پکارو کہ سب صحابہ کرام کے پاس یہ مسئلہ از قسم بدیہیات کے تھا کہ اُن کو سب سے زیادہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی حضرت سے زیادہ اُن کو کسی کے ساتھ محبت نہ تھی وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے تھے اسلئے انہوں نے حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ صراحت نہیں کی بلکہ سب سے زیادہ دوست کہہ کر حضرت کی ذاتِ مبارک کے ساتھ کنایہ کیا ۱ لکنایۃ ابلغ من التصحیح بالافضض والتقدیر اگر سب سے زیادہ دوست کا یاد کرنا ہی خدا کے دفع کرنے میں مجرب ہوتا تو یاد کر نہیں آپ کے اسم مبارک کے ساتھ مذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی بلکہ آپ کا اسم مبارک بلا مدافعتاً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا کافی تھا خدا کرنے کی کیا ضرورت کہنے والوں نے تو ایسا نہیں کہا تھا کہ تمہارے سب سے زیادہ دوست کو یاد کرو بلکہ فقط سب سے زیادہ دوست کو یاد کرنا کہا تھا مگر جو یہ عمل جرب میں تو زیادتی الفاظ یا کمی الفاظ جائز نہیں ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناجائز ہوتی جیسا کہ منکرین کا مذہب ہے تو صحابہ کرام کیوں حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ نہ کرتے حالانکہ دفعِ خطر میں تو سب سے زیادہ دوست کو یاد کرنا کو اُنہیں کہا گیا تھا حدیث اول سے ثابت ہوا کہ ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالتِ نماز میں واجب ہے دوسری حدیث سے ظاہر ہوا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ندا باسم مبارک بوقت شدت خود تعلیم فرمائی اُس کا فائدہ بھی فوراً خاصہ ہوا تیسری قسم کی احادیث سے عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ساتھ ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوا اُس کے فوائد بھی فوراً معلوم ہو گئے اعلیٰ صحابہ کرام بھی حدیث ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اصحابی کا تجھو با یدہم اقتدوا بہم۔

مقام
حدیث

اہتدایتم یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اُن میں سے جس کے ساتھ پیروی کرو گے ہدایت پاو گے۔ اب حدیث چارم بیان کرتا ہوں جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن لوگوں نے کہ دور سے اپنی فریادیں چاہی حضرت کی مدد و اعانت اُن کے حل پر کیسی سرفراز ہوئی شواہد النبوة میں مولانا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں تاریخ حبیب اللہ میں لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کے لوگ زمانہ صلح حدیبیہ میں جو عہد میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہو گئے تھے اور بنی بکر کے لوگ عہد میں قریش کے ہو گئے تھے آپس میں لڑے اور زیادتی بھی بکر کی تھی کہ شیخون خزاعہ کو مارے ہیں آدمی اُن سے مارے گئے قریش نے خفیہً اُن کی مدد کی بلکہ عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ خود بھی منہ چپا کر مدد کو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باعلام الہی اسی وقت خبر ہوئی بلکہ خزاعہ کا راجز راست میں اُسی وقت آپ کو پکارا اور مدد چاہی آپ کو خدا نے تعالیٰ نے اُس کی آواز پہنچائی آپ نے اُس کا جواب لبیک لبیک دیا اُس وقت آپ وضو کرنے تھے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے جن کے حجرہ میں آپ تھے لبیک آپ کا سن کے پوچھا کہ کس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ راجز خزاعہ کا مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے فریاد کرتا ہے کہ قریش نے بنو بکر کی مدد کی وہ ہم پر شیخون گرے صبح کو حضرت نے نبی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا

راستہ کو خزانہ میں ایک بات ہوئی حضرت نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کا مکان جہم کے
 قریب ہے نہ کہ کنیہ جبروت کریں جسکے مال کا ایک ہزار سے زائد کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ
 انہوں نے جہد توڑا اس لیے کہ خدا سے تعالیٰ کا ان میں ایک حکم ظاہر ہو پھر تین دن
 کے بعد عمر بن سالم خزامی نے حضور اقدس میں پہنچ کر دربر و اصحاب کے سب حال نظم
 میں عرض کیا کہ ابھی درالرج النبوة میں بھی یہی روایت ہے شواہد النبوة میں ایک بات زائد
 ہے کہ حضرت کی دعا سے تیلہ خزامہ کو مغلوب تھے غلبہ ہوا یہ سب لوگ کہ میں تھے
 اور آپ یہ یہ میں تھے انتہی ایس اس روایت سے ظاہر ہوا کہ جن لوگوں نے مرہل
 بعیدہ سے حضرت کے ساتھ استغاثہ کیا حضرت نے ان کا جواب بحالت وضو
 اور فرمایا اور کن الفاظ سے اور فرمایا جیسا چھوٹے رتبہ والا بڑے رتبہ کے شخص کو
 اس کے پکارنے کا جواب اور اگر تا ہے یعنی کلمہ لبیک سے حضرت نے مستثنیٰ کا
 جواب دیا یہ کیسی سرفرازی حضرت کی مستثنیٰ کے حال پر ہے آپ نے انکی حاجت وافی
 کے لیے دعا فرمائی اور ان کی حاجت وافی بھی ہو گئی حضرت کی ذات مبارک سراسر
 نور الہی ہے کیونکہ نہ احوال بعیدین کا آپ کو شکش ہو آپ کی ذات مبارک مشن
 آفتاب کے ہے جس کی روشنی سے تمام عالم فائز ہے مگر ہم کو کہاں آنکھیں ہیں کہ
 اس نور مبارک کو دیکھیں آپ کو اختیار ہے کہ آپ اپنی قبر بلوگہ سے برآمد ہوں
 اور جس کو چاہیں عالم خواب میں تو کیا بلکہ عالم بیداری میں اپنے جمال مبارک سے
 سرفراز فرمائیں اسکی ایضاح کے لیے شیخ ابن حجر کی رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر بیان کرتا ہوں
 جو انہوں نے ایک سلسلہ کے جواب میں لکھی ہے جو ان سے پوچھا گیا تھا وہ فتاویٰ حدیث
 میں صریح ہے یہاں بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں اصل عربی ہے ترجمہ لکھا جاتا ہے وہ یہ ہے

سوال لوگوں نے شیخ ابن حجر کی سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا حالت بیماری میں دیکھنا ممکن ہے؟ جو اس پر ایک جامعہ تھے اُس کا انکار کیا اور دوسری جماعت نے اُس کو جائز رکھا اور یہی مذہب حق ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ہمارے ہمارے نے اُس کے ساتھ خبر دی ہے جو لوگ کہ حضرت کے تقارر مبارک عالم بیداری میں ہونے کے قائل ہیں اُن کی دین یہ حدیث ہے جو بخاری میں مروی ہے مصداقانی فی المناہض فیہ الرئی فی الیقظۃ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھے تو قریب ہے کہ وہ مجھے عالم بیداری میں دیکھے گا اُس سے مراد چشم سر سے دیکھنا ہے جو لوگ کہ منکر ہیں اُس کے توجیہات کہتے ہیں شیخ نے اُس کا جواب دیا ہے اس عقیدہ میں کھٹنے کی گنجائش نہیں ہے پھر شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شرح ابن ابی حمزہ میں لکھا ہے جو انہوں نے چند بخاری کی احادیث کی شرح کی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس اس حدیث سے انکار کیا اُس نے خبر صادق کے قول کی نہیں تصدیق کی اور خدا کی قدرت سے وہ جاہل ہے اور کرامات اولیاء اللہ کا بھی منکر ہے باوجودیکہ اُس کا ثبوت احادیث صحیحہ میں واضح ہے اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہو ضرور سمجھے کہ وہ حضرت کو بیداری میں دیکھے گا اگرچہ ایک ہی دفعہ بیداری میں دیکھے کیونکہ آپ کا وجود ہر جگہ ہے وہ پورا ہونا ضرور ہے خواہ عام مومنین سے دیکھنے والا ہو یا وہ خاص مومنین سے ہو اگر وہ عام مومنین سے ہو اور تمام عمر اُس کو حضرت کی رویت بیداری میں نصیب نہ ہو تو وقت سکرات کے تو بھی وہ ضرور دیکھے گا پس اُس کی روح جس سے اُس کے نکلے گی نہیں بچاں کہہ کہ وہ حضرت کو بیداری میں نہ دیکھے کیونکہ حضرت نے جو اس سے وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہو گا۔ کتاب منقذ من الضلال میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مدح و ثناء میں لکھتے ہیں کہ انور فیہ

بیداری میں طائفہ کو دیکھتے ہیں اور ارواح انبیاء علیہم السلام سے فوائد حاصل کرتے ہیں پھر ترقی کرتے جاتے ہیں اور اشغال کے مشاہدہ سے طرفہ اسپیہ و رہبات کے جو ان کے بیان سے ناظر تھے تنگ ہوتا ہے اور کہا کہ بعد جنت الاسلام سفوف ابو بکر بن المغزی مالکی ہیں دیکھنا انبیاء اور ملائکہ کا اور مستان ان کے کلام کا ممکن ہے موسیٰ کے پیچہ ازرو سے کہتے کہ اس کے اور کا فر کے لیے عقوبت اور کتاب بدخل میں بھی جو ابن الحاج مالکی کی ہے کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیداری میں دشوار ہے اور کم وہ شخص میں جن کو یہ امر نصیب ہوتا ہے مگر وہ شخص کہ اس صفت پر ہو کہ جس کا پایا جانا کم ہے اس زمانہ میں بلکہ معدوم ہے باوجود اس کے کہ ہم انکار نہیں کرتے اس شخص کا جس کو یہ امر نصیب ہوتا ہے اکابر دین سے کہ خدائے تعالیٰ ان کو ان کے ظواہر و باطن میں محفوظ رکھے۔ پھر شیخ ابن حجر نے جماعت منکرین کا مذہب نقل فرما کے اس کا جواب تحریر فرمایا اور فرماتے ہیں کہ امام یافعی وغیرہ شیخ بزرگ ابو عبد اللہ قرظی سے نقل کیے ہیں کہ ایک سال مصر میں قحط واقع ہوا پس انہوں نے دعا کی تاکہ قحط دفع ہو جائے ان کو کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو تم میں سے کسی کی دعا مقبول نہ ہوگی پس ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں شام کی طرف سفر کیا جب قبر شریف حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچا میں نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول میری آپ مینافت کرو وہ یہ کہ اہل مصر کے لیے دعا فرمائیے پس خلیل اللہ نے دعا فرمائی خدا نے قحط کو دفع کیا اور بارزی کہے کہ انہوں نے سنا ایک جماعت سے جو ان کے اولیاء و وقت تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زندہ ملاقات کیے اور آپ کی وفات ہو گئی تھی پھر شیخ ابن حجر نے طبقات ادیار میں ابن ملق سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ حال نقل فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حالت بیداری میں وعظ کے لیے ارشاد فرمایا جس کا بیان فی حصیۃ مجلس وعظ میں

بتفصیل مذکور ہے شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن ملقن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ آپ خواب اور بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت دفع شرف یاب ہوئے اور کہے تاج ابن عطار اللہ اپنے شیخ کامل عارف باللہ ابو العباس عرسی سے کہ میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصافحہ کیا اور بیان کرتے ہیں ابن فارس نے سیدی ہنی و فاسے انہوں نے کہا کہ میں لڑکا پانچ سال کا تھا کہ قرآن پڑھنا ایک شخص سے سیکھتا تھا پس میں نے اُن کے پاس ایک بار آیا پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت بیداری میں دیکھا نہ خواب میں اور حضرت پر تمہیں سفید سوت کی تہی پہر میں نے دیکھا کہ وہ قمیض چھپ رہے پس حضرت نے مجھ کو فرمایا کہ پڑھو میں حضرت کے رو برو سورہ ضحیٰ اور الم نشرح پڑھا پھر حضرت مجھ سے غائب ہو گئے پھر جب میں اکیس سال کی عمر کا ہوا قریہ قرافہ میں نماز صبح کی نیت باندھی پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے رو برو دیکھا حضرت نے فرمایا و اما بنعمة ربك فحدث پس میں اس کو اس وقت پڑھا پھر شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کیفیت رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو اقوال وارد ہوئے ہیں اُن کا ذکر فرمایا ہے پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مع البدن دیکھنا ممکن ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء زندہ ہیں کہ بعد قبض ارواح اُن کے اجساد میں اُن کی ارواحیں پھیری گئیں اور اُن کو اجازت ہے کہ وہ اپنی قبور سے برآمد ہوں اور تصرف عالم علوی اور سفلی میں کریں اور کوئی چیز اسکی مانع نہیں ہے کہ وقت واحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت لوگ دیکھیں اگر نیکو آپ کی مثال مثل آفتاب کے ہے اور جب قطب تمام عالم کو بھر دیتے ہیں جیسا کہ تاج ابن عطار

لئے کہلے ہیں۔ تمہارا خیال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا ہے اور اس روایت سے
 لازم نہیں آتا کہ دیکھنے والا صحابی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ صحابی ہوئے کے لیے شرط ہے کہ آپ کی صحبت
 اس عالم میں ہو اور یہ روایت آپ کی اُس حالت میں ہے کہ آپ عالم ملکوت میں تشریف فرما ہیں
 یہ صحبت صحابیت کو مفید نہیں ہے ورنہ ثابیت ہو جائے گا کہ تمہیں امتہ آپ کی صحابی ہو جائے
 کیوں کہ آپ کی امت عالم ارواح میں آپ کے روبرو پیش ہو چکی ہے اور آپ نے ملاحظہ
 فرمایا اور امت مرحومہ آپ کے جمال با کمال سے مشرف ہو گئی ہے جیسا کہ اس مضمون میں
 احادیث وارد ہوئی ہیں انتہی شیخ عبدالکریم جلی اپنی کتاب انسان کامل کے ساتھویں باب
 میں جو اس باب کا نام بھی مصنف نے انسان کامل رکھا ہے فرماتے ہیں وہ کتاب عربی ہے
 میں اُس کا ترجمہ بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں وہ یہ کہ افراد نوع انسان کو کمال انسانی میں پہنچا
 فرد دوسرے کا نسخہ ہے جو کمال کہ ایک فرد انسانی میں ہو دوسرے میں معدوم نہیں بلکہ موجود
 ہے مگر باعتبار عوارض جیسا کہ کسی شخص کا ساتھ یا پر کٹا ہوا یا دنیا پیر ہوا ہو بسبب اُن عوارض
 کے جو شکم درمیں اُس کو لاحق ہوئے اور جب عارض نہ ہو تو وہ مثل دو آئینہ مقابل کے ہیں
 کہ جو کمال ایک میں پایا جائے دوسرے میں بھی موجود ہے لیکن بعض انسان میں یہ کمالات
 بالقوہ ہیں اور بعض انسان میں بالفعل موجود ہیں وہ کس انبیاء اور اولیاء سے ہیں پیروہ کمال
 میں تفاوت ہیں پس بعض اُن میں سے کمال ہیں اور بعض اکمل ہیں انہیں متعین ہوا کوئی اُن کمالات
 کے ساتھ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجہ میں کمالات انسانی کے ساتھ متعین
 منفرد ہیں حضرت کے اخلاق اور احوال اور بعض اقوال اس اور برگاہ میں پس آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم انسان کامل ہیں اور باقی انبیاء اور اولیاء اللہ اکمل صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں
 حضرت کے ساتھ مثل لاحق ہوئے کمال کے ساتھ اکمل کے اور حضرت کے ساتھ متعین ہیں

مثلاً مناسب و فاضل کے صفت افضل کے اور جس پائے کہ میرے موصفات میں مطلق لفظ انسان کا واقع ہو میں اُس سے ارادہ کرتا ہوں حضرت علیؑ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک کے ساتھ بسبب آپؑ کے مقامِ اعلیٰ کے اور محلِ اکملِ استی کے اور مجھے یہ آپؑ کا نام عرض کرنے میں اشارات اور بینات ہیں اور مطلق انسان کامل کے کہ نسبت اُن اشارات کی اور اسناد اُس عبارت کے جائز نہیں ہے مگر واسطے اسمِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس لیے کہ آپؐ ہی انسانِ کامل ہیں بالانفاق اور کسی اکمل انسان کے لیے وہ اعتدالی نہیں ہیں جو آپؐ کے لیے ہیں پھر کئی صفوں کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ انسانِ کامل کے لیے قدرتِ ہی کہ اپنے نفس سے خطرات کو منع کرے خواہ وہ خطرات بڑے ہوں یا باریک ہوں پھر اسکو تصرف کا اختیار ہے اشیاء میں کہ وہ تصرف نہ انصاف سے ہے اور نہ آگے سے اور نہ رسم سے اور نہ اسم سے بلکہ جیسا کہ ہم میں کوئی شخص اپنے کلام میں اور اپنے اکل میں اور شرب میں تصرف کرتا ہے اور انسانِ کامل کے لیے تین برزخ ہیں کہ بعد ان برزخوں کے ایک مقام ہے جس کا نام ختام ہے۔ برزخِ اول کا نام ہدایت ہے اور تحقیق ہے ساتھ اسماء اور صفات کے یعنی انسانِ کامل میں جلوہ گری اسماء اور صفاتِ الہیہ کی ہونا۔ برزخِ دوم کا نام توسل ہے و وہ فلکِ حجاباتِ انسانیہ کا ہے ساتھ حقائقِ رحمانیہ کے یعنی حجاباتِ انسانیہ میں حقائقِ رحمانیہ کا پہنچنا ہونا پس جس وقت کہ یہ مشہدِ کمال کو پہنچے تمام پوشیدہ چیزوں کو انسانِ کامل بیان دیتا ہے اور جب چاہے اشیاءِ غائب کو جان لیتا ہے۔ برزخِ سوم معرفتِ امتیازِ حکمتِ الہی پیدا کرنے میں امورِ مقتدرات کے یعنی اس برزخ میں انسانِ کامل کو معرفتِ اس بات کی حاصل ہو جاتی ہے کہ امورِ مقتدرات کے پیدا کرنے میں کیا کیا حکمتِ الہیہ ہیں اور ہمیشہ انسانِ کامل کے لیے حکمتِ قدرت میں غرقِ عادات ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ

خزق عادت ملک سکھتے ہیں اُس کی عادت ہو جاتی ہے پس اس وقت اس کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ ظاہر کو ان میں قدرت الہی کو ظاہر کرے پس جس وقت کہ وہ ممکن ہو وہ اس پر نوح میں تودہ اترتا ہے اُس مقام میں جس کا نام ختام ہے اور موصوف ساتھ جلال اور اکرام کے ہے اور نہیں ہے بعد اس کے مگر کبریا وہ نہایت ہے کہ اُس کی انتہا معلوم نہیں ہوتی اور آدمی اس مقام میں مختلف ہیں کمال ہیں، اکمل ہیں، ناضل، افضل ہیں انتہی شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ کی تقریر سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فقائے مبارک سے جس کو چاہیں حالت بیداری میں سرفراز فرما سکتے ہیں بہت لوگ اس سعادت عظمیٰ سے فائز بھی ہوئے اور ہو رہے ہیں قیامت تک اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال آفتاب کی ہے جس کی روشنی سب عالم پر فائز ہے مگر جب تک کہ چشم بصیرت نہ کھل جائے چشم ہر حالت چشم شبیرہ رکھتی ہے جو آفتاب کی روشنی کے دیکھنے سے محروم ہے جن کی چشم بصیرت کشادہ ہے وہ حضرت کے مراتب عالیہ سے موافق اپنے مبلغ علم کے مشاہدہ کرتے ہیں جیسا کہ شیخ عبد الکریم حبلی علیہ الرحمہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ انسان کمال اصالتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور بتبعیت آپ کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ ہیں انسان کمال کے تین مقام ہیں دوسرا مقام وہ ہے جس میں انسان کمال جب چاہے اشیا ربغیبات کو معلوم کر سکتا ہے پس یہ دو تقریر دو علماء کرام کی جو نقل ہوئی بمنزلہ شرح اُس حدیث کے واقع ہوئی جس حدیث میں بیان ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستغنیٰ کے حال پر ادا فرمائی جو آپ سے کئی مراحل بعید پر تھے کتاب جذب القلوب اور کتاب مصباح النظار میں روایات بکثرت موجود ہیں جن میں تقریر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستغنیٰ کی فریادرسی بوقت نداء باسم مبارک آپ کے فرماؤں میں

بعض اشخاص نے حقیقت یا رسول اللہ عرض کی بعض یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تھو
 ندا کی بعض فرما نامستجیر بک یا رسول اللہ کے ساتھ ندا کی اور فریاد چاہی اور ان سب
 کی فریاد رسی حضرت نے بوقت مصیبت اُن کی کسی مرعت سے فرمائی ہے اور کسی کی کسی سخت
 مصیبتیں اُن کی آپ کی فریاد رسی سے آسان ہو گئیں۔ مصنفین ان کتابوں کو محدثین سے ہیں
 کہ باسانید بخیر اُن روایات کو بیان کیے ہیں۔ جب جواز ندا پر احادیث بیان ہو گئے آپ
 بیان اجلع کا کرتا ہوں کہ اجماع امت سے جواز ندا باسم مبارک آپ کے کیسنا ثابت ہو سکتا ہو
 توضیح اُس کی یہ ہے بنا بر حدیث التحیات کے جس کا بیان اوپر ہو گیا عمل صحابہ کرام سے آج تک
 نماز میں التحیات پڑھنے کا چلا آیا کہ کسی کو اُس میں انکار نہیں ہوا پس یہ صریح اجماع قوی اور
 علی ہے دوسرا بیان اجماع کا یہ ہے کہ تمامی ممالک عرب میں خصوصاً حرمین شریفین بعد ہر اذان
 کو نصف ساعت نجومی تک موزنین صلوٰۃ و سلام حضرت پر بلفظ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول
 اللہ عرض کرتے ہیں کوئی علماء عرب سے یا علماء حرمین شریفین سے اس امر کا انکار نہیں کرتے
 بلکہ اس کو ایک امر متسنن سمجھتے ہیں۔ دُرُفختار میں لکھا ہے کالتسلیم بعد الاذان حدث
 فی ربیع الآخر سنة سبع مائة و احدى وثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثلثین یوم الجمعة
 ثم بعد عشر سنین احدث فی الملک صوی المغرب ثم فیھا من بین وھو بل عہ حسنہ
 انتہی شرح میں اُس کے غایتہ الاوطار میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
 سلام کہنا پیدا ہوا ربیع الآخر سلسلہ سات سو کا سی ہجری میں عشا کی نماز میں دو شبہ کی رات
 میں پھر جمعہ کے دن پھر دس سال کے بعد پیدا ہوا سب نمازوں میں سوائے مغرب کے
 پھر مغرب میں بھی دوبار کہنا رائج ہوا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے یہ فائدہ شارح نے حضرت
 جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حن الحاضرہ سے نقل کیا ہوا اور سخاوی کے

قول بہرین میں ہے کہ اُس کی ابتدا سلطان صلاح بن المظفر کے حکم سے ہوئی سلسلہ سادات بہ
اکانوسہ ہجری میں طحاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں تھا اور نہ یہ
کی اُس عبارت میں ہے جو نہر افانق میں منقول ہے انتہی اہمیت حسنہ و وسبے جو بدعت کہ
قواعد شریعت کے خلاف نہ ہو یہاں تک کہ عبارت غایتہ الاوطار کی تمام ہونی
سلطان صلاح الدین بن ایوب سلطین دولت الیہ سہرین شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ
نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ سلطین دولت الیہ صلاح وغیرہ کے ساتھ مشہور تھے
صاحب دُر مختار نے ان الفاظ کی تصریح نہیں کی کہ من الفاظ سے سلام بعد ازاں کے حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عرض ہوتا ہے اور کن ملک میں عرض ہوتا ہے سلام آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر ساتھ لفظ خدا کے ان الفاظ میں عرض کیا جاتا ہے الصلاۃ والسلام
علیک یا امیدا و نبینا و شفیعنا یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
راقم گوش خود سنا ہے چونکہ دولت الیہ مصر میں قائم تھی پہلے مصر میں غالباً اُس کا رواج ہوا
ہوگا بعد اُس کے حرمین شریفین اور سب ملک میں عرب کے رواج ہوا ابھی تک وہی رواج
باقی ہے صاحب دُر مختار نے تو صریح الفاظ میں اُس کو اچھا کہہ دیا اور امام سخاوی اور
طحاوی اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اس بات کو بلا انکار کے نقل کیا ہے پس اس سے
یہ امر ظاہر ہوا کہ ان چاروں علماء کبار کا اجماع اور اتفاق جوازِ مذاہر ہو کتاب فتح البین
تصنیف مولوی منصور علی خاں صاحب اُس کے منیہ و بوس المقلدین مطبوعہ اصح المطابع
لکھنؤ کے حلقہ ۶۲ میں لکھا ہے کہ یا رسول اللہ کہنے کو شرک اور کفر قرار دینا تمام جہان اور
تمام سلف اور خلف اور اساطین دین کی تکفیر ہے بنیان شرع کا اصل سے منہدم کر دینا
ہے انتہی جیب جوازِ مذاہر باسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مادیث و عمل معاہد و باجماع

ہو گیا تو اُس سے ہی جواز نڈا باسما اور یار اللہ ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ اولیاء اللہ تابعین اور نقبتین انوار نبوت ہیں مگر علامہ اُس کے اور بھی دلائل شریعہ بیان کرتا ہوں جو جواز باسما اور یار اللہ پر دلالت کرتے ہیں دنیٰ اول مولانا عبد الرحمن صفوی لکھنوی کی تقریر کتاب انوار الرحمن بقول الخائن میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا باسما پاک انبیاء علیہم السلام یا اولیاء اللہ کے شرک ہے مثل یا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ لیں وہ سب دروغ اُن لوگوں کے وہ حدیث نقل کرتا ہوں جو واسطے تمام امت کے مقرر کیا ہو بقرینہ حدیث اول طبرانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اذ اخل احدکم دابة اوارا دعونا وهو باخر فخلیس

بھا انیس نسول یا عباد اللہ عینونی یا عباد اللہ عینونی فان للہ عبادا لا تنہوا ترجمہ جس وقت کہ کوئی تارا اپنا چار پائے کو گم کرے یا کوئی اور قسم کی مرد چاہے اور وہ ایسی زمین میں ہو کہ اُس کا کوئی غمخوار نہ ہو پس وہ کہے اے بندگانِ خدا مدد کرو اور اسے بندگانِ خدا مدد کرو پس خدا کے ایسے بند ہیں جو تم اُن کو دیکھتے نہیں ہو میرے شاہ بعض علمائے ثقات سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے جس کے محتاج ہیں تمام مسافریں اور مشائخین سے روایت ہے کہ اس مقدمہ میں یہ عمل مجرب ہو اُس کے ساتھ فتح مقصود ہے ایسا ہی ذکر کیا ہے اُس کو خیر رازی اور علامہ علی قاری نے اتہلی صاحب الوسیلة الجلیلہ کتاب بلاغ البین سے جو اُس کا مصنف اہل نابہ مخالف سے ہے چند اعتراضات نقل کر کے پھر اُس کا جواب دیتا ہے جن اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے۔ اول یہ کہ یہ حدیث صحیح میں مروی نہیں ہے اس لیے اُس کی صحت میں شک ہو گیا ہے۔ دوم یہ کہ اس حدیث سے نہ اطراف اُن بندوں کے جو خدا کی جانب سے اس

کام کے لیے مقرر ہیں۔ سوّم یہ کہ اس قدر استغاثت بھی مشروط ہے کہ اُس بابائے کوئی دوسرا نہ ہو زندہ لوگوں سے۔ چوتھا یہ کہ یہ استغاثت خاص اُس امر میں ہے کہ آدمی ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہیں۔ پانچواں یہ ہے کہ اگر یہ حدیث بروایت ثقات مروی ہوئی ہو تو یہ استغاثت خاص ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئی اگر بروایت صحیحہ ثابت نہ ہوئی ہو تو عمل اس حدیث پر بھی دوسری حدیث سے ممتنع ہوا اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو تنقید فرمایا وَاِذَا اسْتَغْنَتْ فَاَسْعُ بِاللّٰهِ اور قرآن شریف میں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہے یہ آیتہ غیر منسوخ الحکم ہے جو مفید حصر کو ہے پس استفادہ قبر سے جو اہل زمانہ کلمہ اَعِیْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ سے سمجھتے ہیں قیاس غائب کا حاضر پر ہے اور قیاس مع الفارق ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی اُن بندوں کی بلکہ خدمت معینہ اور حاضر ہونا اُن کا واضح فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خدا کے بند ہیں کہ اُن کو وہ لوگ نہیں دیکھتے اور انتقال اہل قبور کا اس عالم سے متیقن ہے انتہی پس بعد نقل کرنے اعتراضات صاحب بلغ اللہ کے صاحب الوسیلۃ الجلیلۃ اُن کے جوابات کی طرف توجہ کی پہلا اعتراض جو اُن کو در باب محنت حدیث اَعِیْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ کے تھا اُس کے جواب میں صاحب الوسیلۃ الجلیلۃ کی یہ عبارت ہے ہم کہتے ہیں اگر یہ حدیث صحیحہ میں نہیں ہے تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ موضوع ہو احادیث صحیحہ کا اختصار انہیں احادیث میں نہیں ہے جو صحیحہ مستم میں مذکور ہیں اس حدیث کے نسبت جامع الدرر شرح حصین میں لکھا ہے قال بعض العلماء الثقات هذا حدیث حسن جزائے اپنی سند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے حافظ ابو الحسن

نے مجمع الزوائد میں اُس کو ذکر کر کے لکھا ہے ورجاء ثقات اور حافظ ابن حجر عسقلانی زوا
میں اُس کی تحسین کی ہے حافظ شمس الدین جزری کا حصہ چہمیں میں اس حدیث کا ذکر
کرنا دلیل اس حدیث کو صحیح ہونے کی ہے۔ اس لیے کہ حافظ جزری نے حصہ چہمیں میں
اُس کا التزام کیا ہے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے اس کو موقوف بھی روایت کی ہے اور طبرانی نے کبیر میں اُس کو عقبہ بن غزوٰن رضی اللہ
عندہ سے روایت کیا ہے ابن سنی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
جس کی سند ضعیف ہے لیکن اگر کوئی حدیث ایک طریق سے ضعیف ہوئی تو اس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ بلحاظ جمیع طرق کے ضعیف ہو جائے خصوصاً جب حدیث طرق متعدد
سے مروی ہو تو اُس کا ضعف جتنا رہتا ہے وہ حدیث قابل احتجاج سمجھی جاتی ہے
سوئے اُس کے فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل احتجاج سمجھی جاتی ہے جب
امام نووی اور حافظ جلال الدین سیوطی اور حافظ جزری اور ملا علی قاری نے اسکو
قابل احتجاج تسلیم کیا ہو تو پھر وہ قابل جرح نہ رہی۔ دوسرا اعتراض صاحب بلغ المبین
کا یہ ہے کہ خدا کے بندگان حاضرین سے مدولی جاتی ہے نہ غائبین سے اُس کا
جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں ادا کرتے ہیں کہ وہ بندگان خدا جن سے مدد
چاہی جاتی ہے گو حاضر ہوں لیکن ہماری بصر سے اور بلحاظ ہمارے علم کے تو لا محالہ
غائب ہیں پھر نہ دار غیب چہ معنی۔ تیسرا اعتراض صاحب بلغ المبین کا یہ ہے کہ یہ مدد
چاہنا اُس وقت ہے کہ جب کوئی انیس کا عدم تحقیق نہ ہمارے لیے مضر ہے
نہ تم کو مفید معلوم نہیں اس میں کیا فائدہ سوچا گیا۔ چوتھا اعتراض صاحب بلغ المبین
کا یہ ہے کہ یہ استعانت ایسی ہے جیسا کہ لوگ باہم استعانت کیا کرتے ہیں اُس کا

جواب صاحب الوسیلة الجلیلیہ یوں ادا کرتے ہیں کہ اگر یہ استغاثت خاص ایسے امر میں ہے جس میں لوگ باہم استغاثت کرتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے ہمارے معصود کو مفسر نہ ہوا کہ ندامت غائب جب بھی ثابت ہے پانچواں اعتراض صاحب بلوغ البین کا یہ ہے کہ یہ امر خاص بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اُس کا جواب صاحب الوسیلة الجلیلیہ یوں ادا کرتے ہیں کہ جب تم خود ہی کہتے ہو کہ یہ استغاثت خاص بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو اس قسم کی استغاثت کا ثبوت ہو گیا اگر یہ حدیث بروایت صحیحہ ثابت نہیں تو عدم صحت حدیث اُس حدیث کے قابل عمل نہ ہونے کے لیے کافی ہے اور اس میں صرف اس قدر بیان کافی ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں اُس کے لیے کچھ ضرور نہیں کہ دوسری حدیث یا آیت سے اُس فعل کا منع ثابت کیا جائے علامہؒ اذ استغثت فاستغن باللہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایسے امور میں استغاثت ممنوع ہے جس میں استغاثت کا معمول ہے علیٰ ہذا آیات الاستغاثت سے بھی یہ بات پائی نہیں جاتی کہ ہر قسم کی امانت کا حصر اللہ تعالیٰ میں ہے چنانچہ اُس کے معنی سابقا گھر چکا ہوں تیس اس غائب علی الحاضر یا قیاس مع الفارق کا جو دعویٰ کیا گیا اُس کے لیے دلیل مطلوب ہے صاحب بلوغ البین نے شاید کبھی حجۃ اللہ البالغہ کو نہیں دیکھا یا اُس کے سمجھنے کی یافت اُس کو نہ تھی شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب علاقے ٹوٹ جاتے ہیں تو ارواح اپنے فرائض کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرشتوں میں مل جاتے ہیں اُس براہم ہو رہا ہے اور اللہ کے گروہ کی مدد کرتے ہیں جب یہ کیفیت ہو تو پھر شاہد اور غائب میں کیا فرق رہا انتہی حاصل جواب یہ ہے کہ جب شاہ ولی اللہ صاحب کے بیان سے یہ اظہار ہو کہ روح بعد علاقہ ٹوٹنے کے

لہ صاحب
نہ البیاد اُسکا
کلمہ برکات میں کہ
ایستغثت فاستغن
باب فیہ

فرشتوں میں مل جاتی ہے اور اُس پر الہام ہوتا ہے پس ارواح طیبہ بھی بعد وفات کے نہیں کا حکم پیدا کیئے جو ہماری نظر سے غائب ہیں نہ اکر لئے داووں کا حال کشف یا حضوراً عدم کر سکتے ہیں پس اُن کی حضوری اور غیبت یکساں ہے پھر صاحب الوسیلۃ الجلیلہ صواعق النہیہ سے پانچ اعتراضات بہ نسبت حدیث اعلینونی یا عباد اللہ کی نقل کیئے۔ اعتراض اول یہ حدیث ضعیف ہے اُس کا جواب صاحب الوسیلہ نے یوں ادا کیا یہ حدیث اس قسم کی نہیں ہے جو قابل احتجاج نہ ہو تذکرۃ الموضوعات میں ہے و هو صحیح وان شئت قلت متواترۃ المعنی لفظیہ بوجود الابدال ضرورتاً اعتراض دوم حکم اس حدیث کا مخصوص ساتھ بھاگنے چار پائے کے ہے۔ جواب صاحب الوسیلہ کا لحاظ الفاظ کے اس حدیث کا مورد خاص نہیں بل تقدیر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ غائب کو نہ اکر کرستغاثہ جائز ہے اور اُس پر سے معلوم ہوا کہ اموات کے ارواح طیبہ میں اور اُن میں کچھ فرق نہیں انتہی حرار اوراق عرض کرنا ہی کہ اس اعتراض دوم کا جواب دوسری طرح پر بھی ہو سکتا ہے کہ اس باب میں دوسری حدیث بھی وارد ہے جس میں ذکر ہے کہ جب داہ بھاگ جائے یا اور کسی قسم کی اذیت مقصود ہو تو اعلینویا عباد اللہ پچار سے پھر اس حدیث کا مورد خاص بندگان خدا سے استغاثہ کرنے کے لئے مورد خاص چار پائے کا بھاگ جانا کہاں رہا۔ اعتراض سوم اجنہ یا ملائکہ اس کام کے انصرام کے لئے خدا کی جانب سے صحرائیں مامور ہیں جواب اُس کا عبارت حجتہ اللہ البالغہ سے ظاہر ہے کہ ارواح طیبہ فرشتوں کے گروہ میں مل جاتے ہیں اور اللہ کے گروہ کی مدد کرتے ہیں پس ملائکہ میں اور ارواح طیبہ میں کیا فرق بلکہ ارواح انسان کامل کو قدرت اور تصرف اور کشف میں ملائکہ پر بھی فضیلت ہے

جَنّاتِ تُولِیَا۔ اَعْتَرَضَ جِبْرَائِیلُ بِہِ حَدِیثِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ مُقَابِلَ حَدِیثِ
صَحِیْحِ اِذَا سَلَمْتَ فَاَسْلَمْتَ بِاللّٰہِ وَآیَہِ کَرِیْمَہِ اَیَاکَ نَعْبُدُ وَ اَیَاکَ نَسْتَعِیْنُ ہُوَ جَوَابُ
اُس کا صواب سَوَیْلَہ سے یہ ہے کہ ہر قسم کی استقامت کا حصر خدا کے تعالیٰ میں نہیں
جیسا کہ پہلے بیان ہوا اُتھلی محرر اور اقی عرض کرتا ہے کہ صاحبِ بلاغ البیہین اور صاحب
صواعقِ الہیہ نے حدیث اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَ اللّٰہِ کو ضعیف لکھا اُس کے مقابلہ میں دوسری
حدیث صحیح اِذَا سَلَمْتَ فَاَسْلَمْتَ بِاللّٰہِ اور آیت اَیَاکَ نَعْبُدُ وَ اَیَاکَ نَسْتَعِیْنُ
لا کر حدیث اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَ اللّٰہِ کو غیر قابلِ عمل ٹھہرایا ہے مگر جب دوسری حدیث صحیح
مقابلہ میں حدیث اِذَا سَلَمْتَ فَاَسْلَمْتَ بِاللّٰہِ کے آجائے اور دوسری آیت
معارضہ میں آیت اَیَاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ہو جائے تو دفعِ تمارض فیما بین حدیثوں اور
آیتوں کے صاحبِ بلاغ البیہین اور صاحبِ صواعقِ الہیہ سے کیا چارہ جوئی ہوگی
اور وہ اس جائے کیا درست و پازنی کریں گے لیجئے مشکوٰۃ میں بروایت مسلم یہ حدیث
آئی ہے رَوٰی عَنْ رِبْعَۃَ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کُنْتُ اَبِیتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَآلِہٖ وَسَلَّمِ فَاَیْتَہُ یَوْضِعُ رِجْلَہُ وَحَاجَۃً فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْأَلُکَ عَنْ فَقَطَّاءٍ
فِی الْجَنَّةِ قَالَ اِنْ غِیْرَ ذَٰلِکَ قُلْتُ هُوَ ذَٰلِکَ قَالَ فَاَعْنِیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ
ترجمہ مروی ہے ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے کہ شبِ باشی کیا تھا
میں ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس حاضر کیا میں نے حضرت کے
پاس آپ وضو اور استیہار مایختلج یعنی مسواک وغیرہ کو پس حضرت نے مجھ کو فرمایا کہ
مجھ سے تو کچھ مانگ لے پس میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی رفاقت جنت میں آپ سے
چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ کیا سوائے اس کے میں نے عرض کیا کہ وہی چاہتا ہوں

پس حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو میری مدد و کثرتِ سجدوں کے ساتھ کریں اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوئے مسئلہ اولیٰ یہ کہ خدمتِ مقربانِ خدا باعث حصولِ مقاصد ہے جب بیعتِ بنِ کعب کی خدمت و ضو کرانے کی معرض قبولِ خدمت نبوی میں ہوئی حضرت کا ارشاد ہوا کہ تو کچھ ناگ سے۔ مسئلہ ثانیہ یہ ہے کہ خدا سے طلب کرنے کی چیز مقربانِ الہی سے طلب کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود طلب کرنے والے کا اُس وقت بھی ہوتا ہے کہ آپ خدا سے دعا اور شفاعت کر کے ہم کو یہ چیز دلو ایسے دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت جنت میں جو وہ اعلیٰ درجہ کی جنت کی طلب ہے یہ امر خاص باختیارِ خدا ہے اس کو مسائل نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور اپنے سوال میں اس امر کی تصریح نہیں کی کہ آپ خدا سے شفاعت کیجئے کہ مجھ کو آپ کی رفاقت جنت میں حاصل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مسائل کی عدم تصریح پر عتاب نہیں فرمایا کہ تو خدا کی اختیاری چیز کو حجب سے کیوں طلب کرتا ہے بلکہ سوالِ مسائل کا معرض قبول ہوا اور نیت بھروسہ کی بوقت اس قسم کے سوال کے جو وہ خاصانِ الہی سے کرتا ہے یہی ہوتی ہے کہ خاصانِ حق اُس کے حصولِ مقصود کے لیے بارگاہِ الہی میں بدعا و شفاعت وسیلہ ہوں پس اس قسم کا سوال خاصانِ خدا سے ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص طبیب کو کہے کہ ہم کو مرض سے شفا دیجئے یا وزیر کو کہے کہ آپ ہمیں نوکر رکھ لیجئے یا کوئی خدمت دیجئے پس اس جملے مقصودِ مسائل یہی ہوتا ہے کہ طبیب ہو یا وزیر جس سے سوال کرتا ہے حصولِ مقصود میں اپنے سبب اور وسیلہ میں کیونکہ ہر مومن خوب جانتا ہے کہ شفاء دینا خدا کا کام ہے اور ہر عالم شخص جانتا ہے کہ خدمت دینا سلطان کا اختیار ہے پس یہ اسنادِ مجازی ہے جو قرآن شریف میں اس قسم کی اسناد بہت جاواقع ہے اس وجہ سے علمِ بلاغت جو موضوع واسطے ایضاً معانی قرآنی کے

ہو اسے پچھیں علاقے مجاز کے علم بلاغت میں، مگر میں کیا آپ نہیں دیکھتے ہو کہ اہل بلاغت
 انبت اللہ البقل کو اسناد و یقینی اور انبت الزبیر البقل کو اسناد مجازی کہتے ہیں اور ہر دو
 اسناد کو جائز فرماتے ہیں ایسا ہی خدا نے اگنائے کی نسبت دانہ کی طرف کی ہے اور فرمایا مکمل حبة
 انبت سبع سنابل اور خلق یعنی پیدا کر سنے کی نسبت طرف بندہ کے نسبت اور فرمایا فبارک
 احسن الخالقین حالانکہ اگنائے اور پیدا کرنا یہ خاص خدا کے کام ہیں ورنہ سب جان میں کیا قدرت
 کہ آگاہ سے اور بندہ عاجز میں کیا قدرت کہ وہ پیدا کرے کہ یہ اسناد مجازی بیاعتسابیت کے
 ہے ایسا نہیں ہے کہ بندہ مومن اس قسم کے سوال کے وقت فاعل متقل سوائے
 خدا کے مقربان الہی کو سمجھے جو یہ اعتقاد منافی توحید ہے جو ہر بندہ مومن کو حاصل ہے بالفرض
 اگر کوئی شخص براہ جہالت ایسا سمجھے تو وہ ناجائز ہے مسئلہ ثانیہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 و سلم نے ربیع سے مد طلب فرمائی جس سے یہ امر ثابت ہوا کہ استغاثت غیر حق سے جائز
 بلکہ فعل مسنون ہے شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمہ لمعات میں اس حدیث کی شرح
 فرماتے ہیں کہ یہ مد چاہنا حضرت کا ربیع سے کیسا ہے جیسا کہ کوئی مریض طبیب سے شفا فرما
 چاہے طبیب مریض کے سوال کو قبول کرے براہ حقیقت اور لطف مریض کو فرما سکے میں تیرے
 علاج کی طرف متوجہ ہوں لیکن قومیری مدد کر کہ دو اچھی طرح سے استعمال کر اور پرہیز کر پس یہ
 مسئلہ ثانیہ جو از استغاثت بالغیر کا اس حدیث سے ثابت ہوا جو مسئلہ ناخن فیہ ہے۔ دوسری
 حدیث جو ثبوت استغاثت بالغیر پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کتاب الدر المنثور فی الاحیاد
 المنثورہ میں شیخ جلال الدین سیوطی طبرانی سے وہ ابوسریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
 ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو استعن بيمينك علی حفظك
 یعنی مدد چاہ اپنے سیدھے ہاتھ سے اپنی محافظت پر تیسری حدیث کتاب مذکور میں سیوطی سے

ثعلبی سے کتاب لطائف اللطیف سے جو اسناد مرفوع روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فرمایا استمعوا فی الصلوات باہلہا یعنی حرف میں صاحب حرف سے مد
چاہو پس یہ احادیث نبویہ حدیث اذ استعنت فاستعن باللہ کے مقابلہ میں جو لانی گئی معترض
صاحب شاید فرمائیں گے کہ اگرچہ تم نے ہماری حدیث صحیح اذ استعنت الہ کے مقابلہ میں اتحاد
صحیحہ تولائے مگر حدیث صحیح اذ استعنت الہ کے رتبہ کو تمہاری احادیث صحیحہ نہیں پہنچ سکتیں
تو ہم معترض صاحب کی خدمت میں بآداب عرض کریں گے کہ ہمارے احادیث صحیحہ بھی ہر حدایت

قرآنی ہیں جو افادہ جواز استعانت بالغیر میں وارد ہے وہ یہ آیت کریمہ واستعینوا بالصبر
والصلوۃ ہے خدا نے مدبر و صلوة سے دلیلین کا حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
والہ وسلم نے جو بیعہ کو کثرت سجدہ کے ساتھ حکم فرمایا غائباً عمل اسی آیت شریفہ پر کرنے کا
حکم ہو پس یہ آیت مفید استعانت بغیر اللہ ہے آیت ایاک نستعین سے جو مفید استعانت
ہے ایک نکتہ فاضل ہے وہ یہ کہ آیت استعینوا بالصبر والصلوۃ میں بعینہ امر ارشاد
ہے اور آیت ایاک نستعین بعینہ امر نہیں ہے بلکہ صلی اپنا حال بیان کرتا ہے پس معترض
صاحب کے خیال میں صبر و صلوة جو افعال مخلوق ہیں جن سے مدد چاہئے کا حکم ہوا غیر حق
ہیں یا نہیں جب فیما بین اذ استعنت فاستعن باللہ اور حدیث اعینونی یا عباد اللہ
وغیرہ کے اور بھی فیما بین آیت ایاک نستعین اور استعینوا بالصبر والصلوۃ کو بظاہر
تعارض ہو تو دفع تعارض کے لیے تقریر صاحب اوسیلۃ الجلیلہ کی مناسب ہوئی وہ یہ کہ
معنی حدیث اذ استعنت فاستعن باللہ یا آیت ایاک نستعین کے یہ نہیں ہیں کہ ایسے
امور میں استعانت ممنوع ہو جس میں استعانت کا معمول ہے اور اس سے یہ امر ثابت
نہیں ہوتا کہ ہر قسم کی استعانت کا حصر حق تعالیٰ کی ذات میں ہوا تھا بلکہ ہر حال اور اق عرض کرتا تھا

یہ جواب صحابہ دیکھ کر دفع تعارض کے بیان میں سب قواعداً الہیہ منافیہ الیہ المنع تھا
یعنی صحابہ کو یہ ایک تسقین اور حدیث استغناء سے یہ استغناء ہی قسم کی معمولی
امور میں تسلیم نہیں کرتے پس دعا چاہنا بھی معمولی اور عادی امور سے بہت بزرگ اور اہم
حدیثیں اور آیتیں کی دفع تعارض کا بیان علی تقدیر التسلیم عرض کرتا ہے یعنی حاقادہ منی
حصہ آیه ایک تسقین اور حدیث منافیہ بالحد کی بھر تعارض فیما بین حدیثیں اور آیتیں نہیں
ہے اور دفع تعارض کا بیان علی تقدیر التسلیم بھی ایک حدیث سے ہے جس سے فیما بین
آیتیں و حدیثیں کو تعارض رفع ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے جس کا ترجمہ فتویٰ شریف میں مولانا
روم فرماتے ہیں ۵ گفت پیغمبر آواز بلند: بر توکل زانور اشتہر بہ بند تفصیل اُس کی یہ ہو
کہ جب خدائے تعالیٰ نے کئی جا قرآن شریف میں اپنی ذات پر ہی توکل اور بھروسہ کرنے کا
حکم فرمایا ہے بعض صحابہؓ نے خیال فرمایا کہ ہم اپنے اسخام مرام کے لئے اسباب ظاہر کی
طرف متوجہ ہوئے ہیں پس یہ ہماری توجہ اسباب ظاہر کی طرف خلالت امر الہی اور منافی
توکل تو نہیں ہے اسی خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ کیا ہم اونٹ کو کھلا چھوڑ کر حفاظت الہی پر بھروسہ
کریں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کے پیر باندہ کر حفاظت الہی پر بھروسہ کرو
پس ارشاد نبویؐ سے اُن صحابہ کو اس بات کی تربیت ہوئی کہ اسباب کو ترک نہ کرو
بلکہ اسباب میں فعل الہی کو مشاہدہ کرتے رہو کہ اسباب کو اُسی نے پیدا کیا تاثر مقدار
حوائج کی تمہارے اسباب میں اُسی سے دی اُسی نے اسباب کے استعمال پر تم کو
قادر کیا اگر خدا اسباب پیدا نہ کرتا یا اسباب میں تمہاری مقدار حوائج کی تاثیر نہ دیتا یا تم کو
اُس پر قادر نہ کرتا تو تم کہاں سے اسباب سے مدد لے سکتے پس تمہارا اسباب سے

مدد لینا بھی خدا کی مدد دینے سے ہے پس جب کہ حسب تربیت نبوی مشاہدہ سبب کا اسباب میں نصیب ہوا اور شہود اسباب کا نظر میں جم گیا کہ استعانت بالاسباب بھی درحقیقت استعانت الہی ہے پس حصر استعانت بذات خدا کے تعالیٰ معنی بلا تکلیف صادق اگر اب تکلفات کی ضرورت نہ رہی مشاہدہ سبب بوقت اختیار عام اسباب کے اُن لوگوں کو حاصل ہے جن کو تصفیہ باطن عنایت ہوا مثل ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مگر بوقت اختیار خاص اسباب کے جو وہ عبارت توسل اور دعا اور شفاعت خاصان الہی سے چاہنا ہر مشاہدہ مسبب وہ ہر عام و خاص کو حاصل ہے کیونکہ دعا اور شفاعت خاصان خدا سے اس لئے چاہی جاتی ہے کہ وہ مقربان بارگاہ الہی ہیں۔ پانچواں اعتراض صاحب صواعق الہیہ کا یہ ہے کہ یہ استعانت یعنی ساتھ لفظ عینوا یا عباد اللہ کے اسباب سبب الاسباب سے ہے جو محل نزاع نہیں ہے محل نزاع وہ استعانت ہے جو اموات سے کرتے ہیں کہ اُن کا اختیار اُس میں ثابت نہیں ہے جواب اُس کا صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں ادا کرتے ہیں کہ ہم ارواح طیبہ کو بھی منظر ہر عن الہی اور مسبب کا ایک سبب سمجھتے ہیں اُن سے بھی اس قسم کا سوال یعنی دعا اور شفاعت چاہنا نامشروع نہیں ہے نہ اُن کے اختیار سے دعا اور شفاعت چاہنا خارج ہے انتہی تشریح جواب صاحب وسیلہ کی خدمت میں صاحب صواعق الہیہ کی یہ ہے کہ جب آپ کو استعانت اور اسباب سبب الاسباب میں نزاع نہیں ہے تو آپ اس وقت میں آیہ کریمہ یا اٰلِکَافِرِیْنَ اور حدیث ۱۲۸ استعنت فاستعن باللہ کے مفید حصر نہ ہونے کے قائل ہو گئے کیونکہ مسبب الاسباب کے سبب سے استعانت کرنے میں نزاع نہ کرنا خلاف ہے قول حصر یا کَافِرِیْنَ کا جس کے پہلے آپ قائل تھے اور اسی قول پر آپ اڑے ہوئے

تھے کہونکہ ایک مستغین میں استغاثت بالاسباب کا استغاثہ ہے نہ مدیثہ اذ استغثت
 فاستغین باللہ میں استغاثہ استغاثت بالاسباب مذکور ہے جبکہ آیہ ایک مستغین اور
 حدیث اذ استغثت فاستغین باللہ میں استغاثہ استغاثت بالاسباب کا ذکر نہیں ہے
 اور آپ قائل ہیں کہ حصر استغاثت بذات باری تعالیٰ ہے پس آپ کو اس صورت میں
 استغاثت بالاسباب میں محل نزاع ہونا چاہیے تھا کیوں نہیں ہے جب آپ کو اب استغاثت
 بالاسباب میں محل نزاع نہیں ہے تو ہم آپ کو پوچھتے ہیں کہ باوجود آپ کے پہلے قائل
 ہونے اس بات کے کہ استغاثت بذات الہی محصور ہے اب آپ کو استغاثت بالاسباب
 میں محل نزاع نہ ہونا دو حال سے خالی نہیں کیا آپ اسباب کو خدا سمجھتے ہو یا غیر خدا جانتے
 ہو اگر اسباب کو خدا جانتے ہو تو البتہ قول اول آپ کا جو حصر استغاثت بذات حق تعالیٰ
 تھا قائم رہا مگر آپ کا دعویٰ توحید جس میں آپ اپنے کو عالم بالا سمجھ رہے تھے
 اور دعویٰ توحید کی وجہ سے آپ کا قول حصر استغاثت بذات باری تعالیٰ تھا اور اسکی
 باعث دلائل آیت و حدیث حصر استغاثت کے پیش کر رہے تھے وہ دعویٰ توحید
 برعالم بالا ہو پس عالم بالا میں آپ کی توحید کی بہت کچھ قدر و منزلت ہوگی اگر آپ
 اسباب کو غیر خدا جانتے ہو تو ہم کہیں گے کہ اس وقت میں آپ بھی جواز استغاثت
 از غیر خدا کے قائل ہوئے جس کے ہم قائل ہیں اور اب آپ ہمارے ساتھ متفق ہو گئے
 اور قول اول سے آپ نے جو حصر استغاثت باری تعالیٰ تھا جمع کیا اب ہم آپ سے
 پوچھتے ہیں کہ آپ باوجود قائل ہونے جواز استغاثت از غیر حق تعالیٰ کے جو استغاثت
 بالاسباب ہے کیا وجہ ہے کہ استغاثت از ارواح طیبہ کے قائل نہیں بیان فرمادیں
 کیا ارواح مقربان الہی کی وہا خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں اگر دعا اور شفاعت ان کی

بارگاہِ اہی میں مقبول اور مستجاب ہے تو یہ کہنا کیوں درست نہیں کہ دعا اور شفاعت ارواح طیبہ کی سبب انجامِ مرام ہے پس باوجود آپ کے قائل ہونے اس بات کے کہ استغاثہ از سبب سبب الاسباب جائز ہے استغاثت اس سبب خاص میں کیوں آپ کو گفتگو ہے اور آپ یہ جو کہتے ہو کہ نزاع ہماری استغاثت اموات سے اُن امور میں ہے جو اُن کے اختیار میں ہونا ثابت نہیں ہے ہم یہ کہیں گے کہ استغاثت ہماری دعا اور شفاعت ارواح طیبہ سے ہے جو یہ بھی استغاثت از سبب سبب الاسباب ہی ہمارے انجامِ مرام کے لیے پس یہ دعا اور شفاعت بے شک امرِ اختیاری ارواح طیبہ کے ہے نہ غیر اختیاری، حاصل جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلۃ کا بخدمت صاحبِ اعتقاد ہے کہ یہ ہے کہ حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ عام ہے جس سے ہر طریق استغاثت بغیر اللہ ممنوع سمجھی جاتی ہے خواہ استغاثت باسباب ظاہری عادی ہو خواہ استغاثت باسباب شرعی ہو یعنی استدعا و دعا وغیرہ ہو کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ مذکور نہیں ہے جس سے استغاثت باسباب ظاہری عادی و استغاثت باسباب شرعی کا استثناء یا تخصیص سمجھی جاسکے جب کہ آپ کہتے ہو کہ اس حدیث سے استغاثت باسباب ظاہری طبعی مستثنیٰ ہے اور استغاثت باسباب ظاہری عادی طبعی کو یہ حدیث مانع نہیں ہے تو ہم اولاً اُس میں یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اُس صورت میں اُس قسم کے نصوص سے ہو گئی جس کو اصطلاح اصول میں عام مخصوص منہ البعض کہتے ہیں اور نصوص عام مخصوص منہ البعض اگرچہ قطعی شمل آیاتِ قرآنی کے بھی ہوں تو وہ ظنی ہیں اُن کا مرتبہ نصوص قطعیہ سے کم ہے جیسا کہ آیہ فلیوفوا نذرہم عام مخصوص منہ البعض ہونے کی وجہ سے ظنی ہو سکتی

جس کا علم اصول فقہ میں تشریحاً اور تفصیلاً بیان ہے تا نیا ہم کہیں گے کہ جب آپ نے اس حدیث کے حکم سے استعانت با سبب ظاہری طبعی کو خاص کر لیا اور کہا کہ استعانت با سبب ظاہری طبعی جائز ہے پس دعا چاہنا صالحین سے جو یہ استعانت با سبب شرعی ہے اُس کو یہ حدیث کیوں مانع ہے۔ دعا چاہنا تو سنت صحابہ اور سلف صالح ہے وہ ہمارے انجاء مرام کے لئے سبب ہے ہم اولیاء اللہ کے اسماء سے جو اُن کو غائباً یاد کرتے ہیں تو اُن سے بدعا و شفاعت مدد چاہتے ہیں کشف غیب اولیاء اللہ کو ہونا یہ مسئلہ اہل سنت و جماعت ہے اور صالحین کی دعا خدا کے پاس قبول ہونا یہ بھی احادیث میں وارد ہے جبکہ حدیث اذ استغثت اخفیاً اسباب ظاہری کو مانع نہ ہو مگر تو دعا صالحین سے چاہنا جو عمدہ ذریعہ ہمارے انجاء مرام کا ہے اُس کو حدیث اذ استغثت کیوں مانع ہوئی یہ تقریر تفسیر میں قول صاحب وسیلہ کے ہم انہوں نے جواب میں صاحب صواعق الہیہ کو کہا ہے کی گئی بطور حجتہ الزامی کے معنی جو مانعینِ ندا پر قائم کی گئی لیکن تحقیق مقام اور تقریب مرام یہ ہے کہ جو لوگ ندا کو بلا تید اور تخصیص کسی صورت کے منع کرتے ہیں اور عدم جواز ندا کا حکم مطلقاً اور عموماً دیتے ہیں اُن کے وجوہ استدلال میں کئی غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجوزینِ ندا اولیاء اللہ کو مش خدا کے سبب جگہ پر وقت حاضر ناظر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے خدا کی ذات بے مثل و سبے نظیر ہے کیس ممکنہ شئی خود اُس کا ارشاد ہے سب مجوزینِ ندا کا یہ اعتقاد نہیں ہے نہ اولیاء اللہ ایسے عقیدہ سے خوش ہیں نہ جس کو تھوڑا بھی عقائدِ اسلامیہ میں تمیز ہو گا ایسا عقیدہ رکھے گا بلکہ مجوزینِ ندا کا یہ عقیدہ ہے کہ

بروقت نہ اخذ کی جانب سے کشفاً یا الہاماً اولیاء اللہ کو اطلاع ہوتی ہے اولیاء اللہ
 نہ کرنے والوں کی جانب ہر دعا و شفاعت متوجہ ہوتے ہیں پس یہ عقیدہ اُن کا مجرد خیال
 نہیں ہے بلکہ تصریحات علماء کی جو مؤید تجربات کثیرہ اہل مقاصد ہیں اُس کے دلائل ہیں
 اگر مانعین نہ کہے خیال میں یہ بات بس گئی ہے کہ مجوزین نہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں
 جو اُن کے خیال میں آگیا ہے تو صورت جواز اور عدم جواز کو بہ تفصیل بتا دینا چاہیے تھا
 کہ اگر خیال کشف غیب اور الہام کے جو خدا کی جانب سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے
 نہ کی جائے تو جائز ہے ورنہ نہ اتنا جائز ہے بلا تفصیل حکم عدم جواز طریقہ علماء کے
 خلاف ہے مثال مانعین نہ کی جو حکم عدم جواز نہ اکاملاً بلا تفصیل دیتے ہیں ایسی
 ہے کہ جیسا کسی شخص کو کسی عالم نے دیکھا کہ وہ سر کھلا نماز پڑھ رہا ہے وہ عالم مجبور
 اُس کے بلا غور و تأمل اور بلا استفسار نیت اور حال مصلی کے جھٹ پٹ فتویٰ دے دے
 کہ یہ نماز تمہاری جو ترک سنت عامہ ہے مکروہ ہو گئی وہ عالم فقہی نے نہ دریافت کیا
 کہ آیا مصلی عالم ہے یا جاہل عامی ہے نہ مصلی کی نیت معلوم کی کہ اس حالت سے نماز ادا
 کرنے میں مصلی کی نیت کیا ہے آیا وہ مصلی سستی سے سر بر نہ نماز ادا کر رہا ہے یا کوئی
 اور نیت سے اُس مفتی کو ضرور تھا کہ پہلے مصلی کا حال دریافت کرتا کہ وہ عالم ہے یا
 جاہل عامی ہے اگر وہ مصلی عالم ہے تو جھٹ پٹ کوئی بات ایسی جو اُس کی شان کے
 خلاف ہو کہہ دینا بالکل نامناسب ہے اگر وہ مصلی جاہل عامی ہے تو بلا غور کچھ کہہ دینا بھی
 مناسب نہیں بلکہ اُس مصلی سے اُس کی نیت دریافت کرنی ضرور ہے کیونکہ نماز میں
 عامہ رکھنا ہر کوئی عالم جاہل جانتا ہے پس بعد دریافت نیت اگر وہ مصلی کہہ دے کہ
 میں سستی سے عامہ سر پر نہیں رکھا اُس وقت فتویٰ دینا چاہیے کہ یہ نماز مکروہ ہوئی اگر

وہ مصلی بیان کر دے کہ میں براہِ بخیر و انکسار عمامہ سر پہ نہیں رکھا تو وہ نماز بغیر کراہت
 ادا ہو گئی اگرچہ وہ مصلی عامی کیوں نہ ہو اس پر بھی اگر اُس عالم کو خیر خواہی مصلی کی ہرگز
 ہو تو احتیاطاً گہدیا چلی ہے کہ اسے برا اور اگر تم سہتی ہے مکشوف الراس نماز ادا
 کر دے گے تو تمہاری نماز مکروہ ہوگی ایسا ہی حال مانعینِ مذاکرات ہے کہ جب وہ دیکھتے
 ہیں کہ لوگ ادیار اللہ کو غائباً بلفظ یا ندا کرتے ہیں تو کھٹکے اُن کو تو بہت یاد ہے
 کہ لفظ یا واسطے نذر حاضر کے ہے اور عقائد ضروریہ کا بھی یہ مسئلہ اُن کو بخوبی
 حفظ ہے کہ سب جگہ حاضر و ناظر سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے پس انہیں بخاطرِ نفاذِ
 جو واسطے نذر حاضر کے ہے بلا تفصیل حکم لکھا دیا کہ یہ ناجائز ہے بلکہ شرک ہے اُن
 کو یہ کچھ بھی خیال نہ ہو کہ مجوزینِ نذرانہ فقط عامی اور جائز بلکہ صحابہ کرام اور اکابر
 سلف بھی پس مانعینِ ندا کو اس محل پر دو امر کا لحاظ ضرور تھا ایک تو یہ کہ حکم عدمِ جواز
 میں ایک قید ایسی لگا دیتے کہ خاص لوگ جو ندائے مجوز میں وہ بالکل اس سے
 علیحدہ ہو جاتے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ عالم لوگ جو یہ نیت صالحتہ ندا کرتے ہیں
 اُن کی نیت عدمِ جواز کی حد تک نہیں پہنچتی ہے یعنی وہ بدین نیت ندا کرتے ہیں
 کہ ہماری ندا کی اطلاع خدا کی جانب سے کشفاً و الہاماً دلیا ر اللہ کو ہوتی ہے
 پس یہی نیت سے ندا کرنے والے عامی کو بھی حکم عدمِ جواز سے علیحدہ کرنا ضرور
 تھا۔ دوسری غلطی مانعینِ ندا کی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مجوزینِ نذرانہ مقررینِ الہی
 کے علمِ غیب کے قائل ہیں جو علمِ غیب خاص صفتِ الہی ہے یہ بھی غلط ہے
 علمِ غیب جو خاص صفتِ الہی ہے وہ علمِ غیب بالاسبقالی یعنی بلا ذریعہ اسباب
 ہے اور علمِ جمیع منیبات ہے اگر باطلاعِ الہی انبیاء علیہم السلام کو وحیاً اور اولیاء

کو کشف الہاماً جزئیات معنیات پر اطلاع ہو تو وہ علم غیب نہیں ہے جو خاص ہندۃ الہی ہے کیا
 آپ نہیں دیکھتے کہ اشیا، نبات اور احوال غائب پر آدمی کو بذریعہ انبیا جو اطلاع ہوتی ہے وہ
 کیا علم غیب ہے جو خاص صفت الہی ہے ایسا ہی خواص بندگان الہی کو باطلع الہی بنفس غیبیہ
 پر اطلاع ہو جائے تو وہ کیوں علم غیب ہو جو خاص صفت الہی ہے۔ تیسری غلطی مانعینِ ندا کی
 یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجوزینِ ندا خدا کے خاص قدرتی کام مثل عطار اولاد وغیرہ کو باستقلال
 بندوں سے چاہتے ہیں یہ بھی غلط ہے مجوزینِ ندا جانتے ہیں کہ رواد وینا اور اُس کے
 مانند خدا کے ہی خاص قدرتی کام ہیں پس وہ لوگ خدا کے قدرتی کام خدا ہی سے چلتے
 ہیں اور بندوں کے کام جو رونا اور شفاعت ہے خاص بندوں سے چلتے ہیں اگر مانعین
 کے خیال میں کوئی ایسے لوگ ہوں تو وہ لوگ بوجہ نفاذ عقیدت کے خاص منع کئے قابل
 ہیں اس صورت میں حکم عدم جو ان میں تفصیلی اور تنقیدی ضروری ہے جبکہ مجوزینِ ندا خاص لوگ
 اکابر علی سے ہیں تو قصداً احتیاطاً مانعینِ ندا کو یہ تھا کہ صورت مسئلہ کے جواب میں وہ طریقہ
 اختیار کرتے جو فقہانے صوم یوم شک میں اختیار فرمایا ہے اور خواص کو عوام سے علیحدہ
 کر دیا اور نہ یاد کیا کہ خواص لوگ جن کو نیت میں سلیقہ و تیز ہے اُن کو روزہ یوم شک
 کا جائز ہے اور عوام کو ناجائز جیسا کہ صاحب الویلۃ الجلیلۃ رد المحتار شرح درختار سے نقل
 کیا ہے باب یا شیخ عبد القادر جیلانی شیار اللہ کہنے کے کہ اگر اس جملہ کو صحیح معنی لے جائیں یعنی
 مراد اس جملہ سے طلب شفاعت اور دعا حضرت کنی در باب انجاء مرام اپنے بیجا ہے تو
 درست اور جائز ہے۔ چوتھی غلطی مانعینِ ندا کی یہ ہے کہ حدیث اخذنا منک فاستل
 واذا استعنت فاستعن باللہ سے جو حکم منع سوال اور استعانت بغیر اللہ سمجھا جاتا ہے
 اُس کو مانعینِ ندا پر خاص و عام پر فرض عین سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے تشریح اُس کی یہ ہو کہ

نہی علی

نہی علی

بعض ادا امر شرعیہ کا اتباع ہر خاص و عام پر فرض عین ہے اور تارک اُس کا مستحق عقاب اور ترکِ سب سنا ہی شرعیہ کا سمجھا جاتا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں بعض اعمال جو ارجح ہیں مثل صلوة و زکوٰۃ جو امر اقبیاء الصلوٰۃ و الزکوٰۃ سے مستنبط ہے بعض اعمال مطلوبہ سے ہیں مثل توحید اور تصدیق رسالت کے جو قولہ لا الہ الا اللہ و ان محمد اس رسول اللہ سے مستنبط ہے پس اتباع ان ادا امر شرعیہ کا ہرگز ایسا نہ ہو جس سے خواہ خاص ہو یا عام بعض ادا امر شرعیہ ایسے ہیں جن کی تربیت بعد استغاثۃ فراتین عین کے ہے پس اتباع ان کا باعث فی مارج مومنین کا ہے اگر نہ کرو تو نہ کرنے والوں پر اطلاق ترکِ محارم اور منہیات شرعیہ کا نہیں کیا جاسکتا و ادا امر شرعیہ معنی تہرید و ترکِ تحرید و تقویٰ میں اُس کی بھی دو قسمیں ہیں بعض اُن سے متعلق ہر اعمال جو ارجح ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکر اکثر و سجود بکرت و اصبیل ترجمہ اسے ایمان والو خدا کا بہت ذکر کرو اور اُس کی شیعہ صبح و شام کرو۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبکم یعنی یاد کرو تم اللہ کو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے حدیث میں آیا ہے کہ لا ینزال لسانک و طباعن ذکر اللہ یعنی ہمیشہ تیری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے اور بھی حدیث میں آیا ہے اکثر و اذکر ہادم اللذات الموت بہت کرو تم ذکر دھانسنے والے لذتوں کے جو موت ہے بعض اُن ادا امر شرعیہ سے متعلق بقلب ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں خدا نے فرمایا ہے و فی انفسکم افلا تبھیون اور اپنی ذاتوں میں شان الہی کو کیوں نہیں دیکھتے حدیث میں وارد ہے کن فی الدنیا کانت غریب او کعاب سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور یعنی دنیا میں ایسا ہو گیا کہ تو مسافر ہے یا راہ و اور اپنے نفس اصحاب قبور سے شمار کریں دین سے اپنے دل کو بے لطفی کر دے خدا نے قرآن میں فرمایا ہے و علی اللہ فتوکلوا

ان کتہ مومنین تقدیم جابر و در پر مفید حصر ہے یعنی خدی ہی پر بھر دوسہ کرو غیر خدا پر بھر دوسہ نہ کرو
 اگر تم مومن ہو پس یہ سب اہل امر شرعیہ ہیں کیا اوپر ذکر ہو اگرچہ بصیغہ امر مذکور ہیں مگر مامورین ان
 کے وہ خاص لوگ ہیں جنہوں نے مقام ترک و تجرید میں بعد استقامت و انضال عین کے قدم رکھا
 ہے نہ کہ ہر خاص و عام پر ترک و تجرید واجب ہے جو نہ کے گاہ مستحق عقاب اور مرگ تب
 منہیات شرعیہ نہ ہو گا اور نہ یہ اہل امر شرعیہ عام فتوے دینے کے قابل ہیں اور نہ ان اور
 کے ترک پر موانع شرعیہ ہے ایک صاحب کو خیال ہوا کہ خدا نے بصیغہ امر اپنے ہی پر
 بھر دوسہ کرنے کے لیے کہی جائے قرآن میں حکم فرمایا ہے پس خلاف امر الہی کرنا گناہ
 ہے بسا اوقات ہم لوگ اسباب پر بھر دوسہ کرتے ہیں اور خدا سے غافل رہتے ہیں انہوں
 نے بجز اس خیال کے جھٹ پٹ کوئی کتاب میں اپنی نہیں لکھا کہ کوئی فتویٰ جلدی سے
 مرتب نہیں کیا کہ خدا کا حکم اپنے ہی بھر دوسہ کا ہے غیر خدا پر بھر دوسہ کرنا ناجائز ہے اور نہ اپنی
 چند ہم خیالوں کی نصرت و توثق کے واسطے جلدی سے فتویٰ پر ثبت کرالیں بلکہ ایک
 شیخ وقت جو جامع بین الحقیقت و انشراحہ شیخ ابن حجر مینی میں ان سے اس باب میں
 بفحوائے فاسکو اہل الذکر ان کتہم لا نعلمون پچھسا کہ ترک توکل گناہ کبیرہ ہے یا
 نہیں شیخ ابن حجر نے پہلے معنی توکل کے بیان مندرجہ جوعلمائے عارفین نے فرمایا ہے
 بعد اُس کے ارشاد فرمایا کہ یہ بات تمام دلال اُس کو حاصل ہے جو دائم الشہود اور دائم الاستخفاف
 ہو خدا جانتا ہے دیکھتا ہے اُس حالت کو کہ بندہ جس حالت میں ہے پس خصوصیات
 کمالات خاصان الہی کو ترک کرنا گناہ نہیں چہ جائے کہ حرام و کبیرہ ہو ایسا ہی طول اہل کا
 بھی حیل ہے کہ اگر خلاف شرع ہو تو ناجائز اور موافق شرع جائز ہے جس کی تفصیل فتاویٰ جتہ
 میں مذکور ہے اختصاراً حذف کیا گیا جب آپ نے جان لیا کہ قرآن و حدیث میں تربیت

مقام ترک و تجرید زہد و روح کے بعینہ امر واقع ہے جو وہ نصیحت ہے نہ فرض میں تو اب جان لیجی کہ حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ بھی ازیں قیاس ہے یعنی اس حدیث میں جو سوال اور استعانت بغیر اللہ منع ہے خاص اُن لوگوں کو ہے جو بعد استقامت فرائض عین کے مقام ترک و تجرید و فقرید میں قدم رکھے پیر مثل ابن عباس رضی اللہ عنہ کہے بعد غور و خرد سیاق یعنی قبل حدیث سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے مشکوٰۃ میں اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیجے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا ہے یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدد لا یجہلک و اذا سئلت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ اسے لڑکے تو خدا کے ذکر کو یا مشاہدہ کو نگہ رکھ خدا غفلت سے تجرید نگاہ رکھے گا خدا کے مشاہدہ پر نگاہ رکھ تو خدا کو اپنے روبرو پاوے گا۔ اور جس وقت سوال کرے خدا ہی سے سوال کر جس وقت مدد چاہے خدا ہی سے مدد چاہے یہاں خیال کیا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہلے تو محافظت مشاہدہ یا ذکر الہی کی تلقین ہوئی اور اُس کے دودر بے بیان ہوئے ایک ابتدائی دوسرا انتہائی مرتبہ ابتدائی یہ کہ جب تو محافظت ذکر یا مشاہدہ الہی کا کرے گا تو تجھ کو بھی خدا غفلت سے نگاہ رکھے گا۔ دوسرا مرتبہ انتہائی یہ کہ جب تو محافظت ذکر الہی کرے گا تو خدا کو اپنے روبرو پاوے گا۔ یعنی تجھ کو ایسی محویت اور فیہو بیت شہود الہی میں حاصل ہوگی کہ گویا خدا تیرے روبرو ہے پس تو سوائے خدا کے غیر سے سوال نہ کرے اور غیر حق سے مدد نہ چاہے کیونکہ جب شہود حق میں مستغرق ہو تو خدا کی غیر سے سوال اور غیر خدا سے مدد کیوں چاہی جیسے پس اب آپ کے ذہن میں بخوبی آگیا ہوگا کہ یہ حدیث مقام ترک و تجرید کی تربیت میں خاص لوگوں کے لئے ہے نہ یہ کہ عام فتوے کے قابل ہے مجھے بہت حیرت ہے

جو لوگ اس حدیث سے فتویٰ عام سوال اور استعانت غیر حق سے عدم جواز کا دیتے ہیں تو ماقبل حدیث جو محافظت ذکر الہی کا حکم بصیغہ امر ہے اُس پر بھی کیوں نہیں عام فتویٰ دیتے اور کیوں نہیں کہتے کہ محافظت اور استعانت ذکر الہی کا ایسا کردہ خدا کو اپنے روبرو دیکھو جو ایسا نہ کرے گا وہ ناجائز امر میں مبتلا ہوگا۔ اب میں ایک اور حدیث مانعین عند الہی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو وہشل حدیث اذ استئذنت فاشل باللہ و اذ استعذت فاستعن باللہ کے جملہ شرطیہ پرشکل ہے جس کی جزا میں امر واقع ہو سکتا ہے میں امام احمد ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا اذ اقمقت فی صلوٰۃ فصل صلوٰۃ مزروع یعنی جس وقت کہ تو اپنی نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑی ہو تو ایسا سمجھ لے کہ میں اب دنیا کو چھوڑتا اور رخصت کرتا ہوں پس اس حدیث میں بھی مثل حدیث اذ استئذنت فاشل باللہ کے بردقت ادائی نماز ترک دنیا کا خیال رکھنے کا حکم ہے پس جس سے اس خیال کے ساتھ نماز ادا نہ ہو سکے تو کیا وہ ناجائز امر کا مرتکب ہو یا اُس کا فرض ادا نہیں ہوا یا اُس کی نماز باطل ہو گئی یا یہ امر جو ترک و تجرید کا حدیث میں بصیغہ امر ارشاد ہوا کہ عام فتویٰ دینے کے قابل ہے۔ انبیا علیہم السلام اطباء و روحانی ہیں ہر شخص کو علاج امراض قلب و روح کا اُس کے حسب حال فرما رہے ہیں جس کو دیکھتے ہیں کہ اُس کو فرائض میں ابھی استقامت حاصل نہیں ہے اُسکو فرائض عین کی تربیت فرماتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جو لوگ تازہ آب کی خدمت میں حاضر ہوتے اُن کو فرائض غسر کی تربیت فرماتے جو ہر مومن پر فرض عین ہے جن کو فرائض عین میں استقامت ہوتی اُن کو تفسیہ اور تزکیہ قلب اور ترک و تجرید

توبہ

کی تربیت فرماتے۔ پانچویں غلطی مانعین نہ کی یہ ہے کہ وہ لوگ حدیث اذا سألنا
 فاسأل الله الخ کے معنی نہ سمجھ کر اس کو بے محل نہ اس کے بے محبت قائم کرتے ہیں
 بیان اس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ
 عنہ کو اس حدیث میں مقام توکل کی تربیت کی جیسا کہ اوپر کو بیان میں تھا
 اس حدیث کے گزر کہ جب محافظت ذکر الہی کی انتہائی یہ حالت حاصل ہوتی کہ
 شہر و وحی حاصل ہوا پھر سوال غیر حق سے اور استعانت غیر کی کیا ضرورت رہی ہو
 اور استعانت غیر حق سے اُن کے مرتبہ کا متزلزل ہے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ
 سب کام اپنے خدا پر رکھ دیں اور خدا پر توکل کریں اپنے سب کام آج کا تقویٰ
 کریں نہ کسی سے اپنی حاجت کا سوال کریں نہ کسی سے اپنے کاموں میں مدد چاہیں
 جیسا کہ امام شیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں بروایت سہل بن عبد اللہ
 معنی توکل کے بیان فرمائے ہیں کہ علامات متوکل کی تین ہیں ایک یہ کہ نہ سوال کرو
 یعنی کسی مخلوق سے اور نہ روکا جائے یعنی کسی مخلوق کی طرف اس کا تعلق نہ رہے
 اور نہ کسی مخلوق کے دروازہ سے رد کیا جائے یعنی سوال نہ کرے کسی مخلوق سے
 تاکہ وہ اپنے دروازہ سے رد نہ کرے پس مراد کسی مخلوق سے سوال نہ کرنے سے
 یہ ہے کہ لوگ جو آدمیوں سے اُن کاموں کا سوال کر رہے ہیں جس کا انجام اُن کی
 قدرت اور اختیار میں ہے ویسے کاموں کو بھی آدمیوں سے طلب نہ کرے بلکہ
 خدا سے ہی چاہے نہ یہ کہ خدا سے دعا کرنے میں بندگان خاص خدا کو اپنا وسیلہ
 نہ کرے جیسا کہ مانعین نہ کہتے ہیں کہ اپنے مطالب کا سوال آدمیوں سے جو خدا
 کی عام مخلوق میں کرنا ناجائز ہے اس محل پر محل حدیث اذا سألنا فاسأل الله

علامت متوکل الخ

کو بلا لائے طاق رکھ دیتے ہیں مگر خاصاً نبی الہی سے دعا چاہنے کو اسی حدیث سے منع کرتے ہیں یہ توجیہ مالایرضی بہ القائل ہے خدا اور رسول اس توجیہ سے کبھی راضی نہیں بلکہ منع سوال از مخلوق جو اس حدیث سے مستنبط ہے مراد شارع کی اس سے دو سوال ہے جو لوگ فیما بین ایک دوسرے سے اُن کے اختیاری کاموں کا سوال کیا کرتے ہیں کہ یہ امر منافی مقام توکل ہے فیجہ دوسرے احادیث اسباب میں روایت کرتا ہوں جس سے مقصود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح ہوتا ہے مشکوٰۃ میں بروایت امام احمد رضی اللہ عنہ

عنہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ابو ذر فرماتے ہیں اے نبی خلیل ان کا اس سال احمد اشیعاً حکم فرمایا مجھ کو میرے دوست نے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ چاہوں۔ پس اس حدیث سے متبادر یہی ہے کہ جو عادت سوال کی فیما بین آدمیوں کے جاری ہے اس کو ترک کریں اور کسی سے کچھ نہ چاہیں نہ یہ کہ آدمیوں سے سب کچھ چاہیں مگر دعا اور شفاعت نہ چاہیں چنانچہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا کہ انہوں نے گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کی تھی۔ آدمیوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ دوسری حدیث عرض کرتا ہوں جس میں مقصود کی تصریح کسی قدر زیادہ ہے مشکوٰۃ میں ابو داؤد اور نسائی سے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تكفل لي ان لا يسأل الناس شيئاً فأكفل له بالجنة فقال ثوبان انا فكلنا ثوبان لا يسأل احداً شيئاً ترجمہ کہا ثوبان نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ذمہ دار ہو اس بات کا کہ آدمیوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے پس میں اُس کے لیے جنت کا ذمہ دار ہوں گا پس ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں پھر ثوبان کسی چیز کا سوال کسی سے نہ کرتے لیجیے اس حدیث میں حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عمل صحابی کا کسی سے کوئی چیز سوال نہ کرنے پر مذکور ہے
کیا اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ ہر شخص سے خواہ کسی ملت اور قوم کا جو ضروریات میں
اپنے سوال کرنا جائز ہے مگر صالحین سے دعا پانا منع ہے اس سے زیادہ (و توضیح)
مقصود ہو تو اور ایک حدیث عرض کرتا ہوں مشکوٰۃ میں بروایت امام احمد رحمہ وی ہے کہ
عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال > عانی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و هو
یشترط علی ان لا تسال الناس شیئاً قلت نعم قال ولا سوطاً ان لی سقط
منک حتی تنزل الیہ فتاخذک۔ ترجمہ۔ روایت ہے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے
کہا اُنھوں نے کہ بلایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالانکہ حضرت مجھ سے
شراف فرماتے تھے کہ تم آدمیوں سے کسی قسم کا سوال مت کرو میں نے کہا ہاں فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور نہ کوڑا تیرا یعنی جو گھوڑے سے گرے یہاں تک کہ
تو اترے اور لیوے پس خیال کرنا چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوڑا
گرا ہوا لوگوں سے الگ کرنا جو منع فرمایا تو کیا یہ معمولی کاموں کا سوال ہے جو لوگ
ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہیں اور مدد چاہا کرتے ہیں یا آنکہ خدا کے خاص
قدرتی کاموں سے ہے کہ حضرت نے اس کو آدمیوں سے چاہنا منع فرمایا ہے
ایک حدیث سے دوسری حدیث کی تفسیر ہو جاتی ہے اب آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا
کہ حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ امر بترک تجرید ہے نہ یہ منع و اعاز صالحین ہے
و یکو جن محاسبہ کہ قدم مقام ترک و تجرید میں رکھا ہے اُن میں سے اصحاب صفہ ہیں باوجود
فاقہ کشی کے وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرتے تھے جن کی شان میں آیت قرآنی نازل
ہے اور اُن کے سوال نہ کرنے کا بیان قرآن میں مذکور ہے آیت مذکور کو مع تفسیر

نقل کرتا ہوں الفقراء خیر مبتداء محمد و آلہ الصدقات احصوا فی سبیل اللہ
ای جسوا انفسہم علی جہاد نزلت فی اہل الصنفہ و ہذا رباعیہ من المہاجرین
ارصدوا لتعلیم القرآن و الآخر وجع السرا یا لا یستطیعون ضربا سفرا فی الارض
للتجارتہ و المعاش لشغلہم عنہ بالجہاد یجسدہم الجاہل اغنیاء من التعفف
ای لتعففہم عن السؤال و ترکہ فقرہم یا مخاطباً لیسماہم علما متعہم من التواضع
و اثر الجہاد لا یسألون الناس فاشیئاً فیلحقون الحافا ای لا سوال لہم اصلاً
فلا یقع عنہم الحاف و ہذا الانشاء خلاصہ ترجمہ آیت مع تفسیر یہ ہے کہ صدقات
کے مستحق وہ فقرا ہیں کہ وہ لوگ خدا کی راہ میں روکے گئے ہیں یہ آیت اصحاب صفہ
کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ چار سو ہیں مہاجرین کہ جنہوں نے اپنے نفسوں کو واسطے
جہاد اور تعلیم قرآن کے روکا تھا لیکن انہیں طاقت رکھتے ہیں وہ زمین پر سفر کرنے کی
واسطے تجارت اور فکر معاش کے بسبب مشغول ہونے ان کے جہاد میں جو ان کے
حال سے ناواقف ہے ان لوگوں کو غنی سمجھتا ہے بہ باعث اُس کے سوال نہ کرنے
کے اسے لوگوں میں ان کے علامات سے ان کا حال معلوم کر سکتے ہو کہ ان سے اثر
شقت اور محنت کا کس قدر ظاہر ہے وہ لوگ کسی سے کوئی چیز مانگتے نہیں ہیں تو
الحاج کی نوبت کہاں آجے انتہی ابوہریرہ کا حال کتب احادیث میں منقول
ہے کہ جب خاندان اسلام کو شوکت دی اور غنائم آنے لگے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
ایک روز وضو کر رہے تھے بعد وضو کے اپنا ہاتھ ریشمی رومال سے پونچھا اور بہت روکے
اور فرمایا کہ کیا حال ہے ابوہریرہ کا کہ ایک وقت اُس کے لیے وہ تھا کہ متواتر فاتحہ سے
اُس کو غش آتا اور بے ہوش ہو کر جاتا لوگ جو اُس کے حال سے ناواقف ہوتے

کہتے کہ اُس کو چٹون ہوا ہے اب حال یہ ہے کہ وہ یسعی رومال سے منہ پاک کرتا ہے
تکجکونف ہے کہ میرے اعمال کا بدلہ خدا تجکو دنیا میں ہی نہ دیدے۔ پس سوال اپنے
حوائج کا آدمیوں سے اگرچہ عام لوگوں کے لیے جائز ہے مگر اُن کو جائز نہیں جو کہ مقام توکل
اور ترک و تجرید میں قدم رکھے ہیں جیسا کہ او بعض امور عام لوگوں کے لیے جائز ہیں مگر
مقام توکل اور ترک و تجرید کے لیے ناجائز بلکہ اُن کے حق میں اُن امور کے کرنے میں
وعید وارد ہے جیسا اہل صفہ جہاں مقام تجرید و توکل میں اُن کو ایک دینار یا دو دینار
بھی ترکہ چھوڑنا ناجائز ہے جو عام لوگوں کو لاکھوں روپیہ بعد ادائیگی زکوٰۃ کے میراث
چھوڑنا جائز ہے چنانچہ امام احمد بیہقی نے اس حدیث کو شعب ایمان میں روایت
کی ہے جو مشکوٰۃ میں ہے عن ابی امامۃ ان رجلاً من اهل الصفة توفي
وترک دیناراً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیۃ قال
ثم توفی آخر وترک دینارین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کیۃ ترجمہ۔ روایت ہے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص صحاب
صفہ سے وفات پائی اور ایک دینار چھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ایک داغ یعنی اُن پر اُس کا ایک داغ دیا جائے گا پھر دوسرے مرد نے وفات
پائی اور دو دینار چھوڑے حضرت نے فرمایا کہ وہ داغ لمعات میں شرح میں اس
حدیث کے تحریر ہے قوله من اهل الصفة فی النہایۃ اهل الصفة
فقراء المهاجرین ومن لم یکن لہم منزل یسکنہ فکانوا یارون الی موضع
مظل فی مسجد المدینۃ ومن المکرمانی ہو بضم الصاد وتشدید اللام لفاء
وہم نہا من الصحابۃ فقراء غرباء وکانوا سبعین وبقولہ خینا ویکفرون

وقوله لکیتہ تخلیظ و تشدید و هو فی الحقیقۃ عقاب علی الدعوٰی الکلابیہ
 بالفقر اشار الیہ بقولہ رجل من اصحاب الصفہ ترجمہ قول راوی حدیث
 کا جو ان اہل الصفہ سے نہایت میں اہل صفہ فقر ارہما جرین میں اور وہ لوگ جنگور رہنے کا
 کوئی مقام نہیں تھا پس سجد نبوی کی ایک سایہ دار جگہ میں رہتے کرمانی سے روایت
 سے کہ صفہ بضم صاد اور تشدید فاکے زاہدین صحابہ فقر ارہما میں اور وہ لوگ ستر تھے کبھی کم
 ہوتے کبھی زیادہ اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ایک داغ یا دوداغ ہے
 سختی اور شدت ہے اور وہ درحقیقت عذاب ہے جھوٹے دعویٰ فقر پر لینے
 جب مقام ترک و تجرید میں قدم رکھا جائے تو ایک دینار یا دو دینار میراث چھوڑنا حلال
 مقام ترک و تجرید ہے یہ حکم ہر شخص کے لیے عام نہیں اشارہ کیا اس معنوں کی طرف
 روای نے اپنے قول کے ساتھ جو وحلی عن اصحاب الصفہ سے یعنی اصحاب صفہ
 کے لیے خاص یہ اشارہ ہے انتہی انبیاء علیہم السلام جو طیبان امراض قلوب و
 ارواح میں موافق احوال مریضوں کے علاج فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم ان لوگوں کو جن کو ابھی استقامت و راض عین میں حاصل نہ تھی ان کو محض فریض
 عین کی تربیت و تعلیم فرمائی اور جن کو فریض عین میں استقامت ہو گئی تھی اور اہمیت
 ترقی مقام ترک و تجرید کے پائے گئے حضرت نے ان کو مقام تجرید کی تربیت
 فرماتے حضرت کے قائم مقام اور وارث علوم جو علماء ربانہ ہیں ان کا بھی ایسا ہی
 حال ہے کہ جب حال لوگوں کے تربیت مندرجی دیکھو امام قبشیری نے اپنے
 رسالہ میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب ایک مسئلہ کا جو ایک سالہ کو
 دیا ہے اس سے بخوبی واضح ہو گا وہ یہ ہے قیل لجماعت اخت بشر الحافی

الیٰ محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ و قالت انا تغزل علی و وسط سطو حنا فتر بنا
 من شاعل الطاهریۃ و یقع الشعاع علینا فیجوز الغزل فی شعاعہا فقال احمد
 من انت عافاک اللہ تعالیٰ فقالت انت لبشر ایتنا فی شکیہ اسماء ابن حنبل
 وقال من بیتکۃ یخرج الورع الصادق لا تغزلی فی شعاعہا مخرجہ روایت ہے
 کہ ہمیشہ بشر حافی احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہی کہ ہم اپنے پتھروں
 کی وسط پر وہاں کا گتہ ہیں اور ہم پر سلاطین ظاہر پر کے مشعلیں لگاتے ہیں اور ہم پر
 ان شعلوں کی روشنی پڑتی ہے کیا ہم کو ان کی روشنی میں کا تنا جائز ہے پس امام احمد
 نے کہا کہ تم کون بوجہ تعالیٰ تم کو عافیت دے سائلہ نے کہا کہ میں ہمیشہ بشر حافی
 کی ہوں پس امام احمد روئے اور کہا کہ تمہارے گھر سے ورع صادق نکلتا ہے تم
 ان شعلوں کی روشنی میں مت کا تو دیکھئے امام احمد مجتہد وقت ہیں راستہ
 کی روشنی میں کا تنا شرعاً بلا شک جائز ہے اگر کوئی عامی پوچھتا تو آپ بیک جا حکم فرماتے
 اس لیے آپ نے جو آپ کے پہلے پوچھا کہ تم کون ہو جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ سائلہ
 خاندان اہل ورع سے ہے اُس وقت آپ نے عدم جواز کا حکم فرمایا ایسا ہی
 شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ فاضل شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مقام تفرید
 اور توکل کی تربیت فرمائی اور مخلوق سے سوال کو منع فرمایا اور اس پر بہت کچھ وجوہات
 قائم فرمائے چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ شرح فتوح الغیب میں تشریح حدیث
 اذ اسئلت فاسئل اللہ الخ کی لکھی ہے پس مراد شیخ علی متقی علیہ الرحمۃ کی یہ ہے
 کہ کسی مخلوق سے معمولی چیزوں کا سوال نہ کریں جو مادیات و لوگ ایک دوسرے سے
 سوال کیا کرتے ہیں نہ یہ کہ صالحین سے بارگاہ الہی میں دعا نہ چاہو اگر ایسا ہوتا تو شیخ عبدالحق

علیہ الرحمۃ کا مذہب جو جو ازندا اور توسل کلمہ ہے کیا اپنے شیخ اور مرشد سے خلاف میں
ہے ویکہے شیخ نے اپنی تصانیف میں مثل کتاب جذب القلوب وغیرہ کیسے فائدہ دیا
کے تحریر فرمائے ہیں ہاں اختیار اسباب منافی توکل نہیں توکل حال آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور کب جو یعنی اختیار اسباب سنت آنحضرت صلعم ہے بعض صحابہ رضی اللہ
عنہم نے فقط حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا مثل اصحاب صفہ ومن شہدہم کے
بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تابع حال اور سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں مثل خلفائے
راشدین و شہدہم کے اولیائے امت مرحومہ کا بھی حال ایسا ہی ہے کہ بعض نے بتیت صحابہ صفہ کے محض
مقام تجرید اور توکل کو اختیار کیا بعض اولیاء اللہ تابع حال خلفاء راشدین ہوئے۔ اور جامع درمیان
حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت ہے جو اولیاء اللہ کہ محض مقام توکل اور
تجرید کو اختیار فرمایا اور عامل حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ الخ میں ان کے
ایک دو حال تبرکاً و تیناً عرض کرتا ہوں امام قشیری علیہ الرحمۃ اپنے رسالہ میں باب توکل
میں فرماتے ہیں سمعت احمد بن الحسین یقول سمعت محمد بن الحسین الخنوعی یقول
حد ثنا احمد بن محمد بن صالح قال حد ثنا محمد بن عبدون قال حد ثنا
الحسین الخياط قال كنت عند بشر الحافي فجاءه نفر فسلموا عليه فقال من ابن انتم
قال انحنى من الشام جئنا نسلم عليك ویرید الخنوعی فقال شکر اللہ تعالیٰ لکم فقالوا
تخرج معنا قال بلات شراً لک لا نخل معنا شیئاً و الا نسال احد شیئاً و ان
اعطانا احد شیئاً لا نقبل قالوا اما ان لا نمنل معنا شیئاً فنعم و اما ان لا نسال
فنعم و اما ان لا نقبل ان اعطینا فہذا لا نستطيع فقال خرجتم متروکین علی
نراد الجلبہ ترجمہ امام قشیری اپنی اسانید متصلہ سے حسین خیاط سے روایت کرتے

ہیں۔ ایسا وقت میں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا پس چند لوگ ان کی خدمت میں حاضر
 ہوئے اور ان پر سلام کہے بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو
 انہوں نے کہا شام سے آپ پر سلام عرض کر کے حاضر ہوئے اور ہم ارادہ حج کا رکھتے
 ہیں بشر حافی نے فرمایا کہ خدا تمہارا حج قبول فرمائے انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے
 ساتھ حج کو چلتے ہیں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تین شرط سے میں تمہارے
 ہمراہ چلتا ہوں وہ یہ کہ ہم اپنے ساتھ توشہ نہ رکھیں اور کسی سے سوال نہ کریں اگر کوئی
 کچھ دے تو نہیں لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے ہمراہ توشہ نہ رکھیں تو ہاں ممکن ہے اور کسی
 سے سوال نہ کریں تو بھی ممکن ہے اور اگر کوئی ہم کو دے تو قبول نہ کریں۔ یہ ہم سے
 ممکن نہیں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم توشہ حجاج پر بھر دے کر کے نکلے ہو دوسری
 روایت سمعت محمد بن عبد اللہ انصاری یقول سمعت نصر بن ابی النضر العطار
 یقول سمعت علی بن محمد المصری یقول سمعت ابی سعید الخدری یقول دخلت الباء^{دیہ}
 من تہ بنیدر زاد فاصابتنی ذاقۃ فرایت المر حلة من بعد فسررت بانی قد وصلت
 ثم فیکرت فی نفسی انی سکنت واکلت علی غیرہ قالیت ان لا ادخل المر حلة الا
 ان احمل الیہا الخضر تالنفسی فی الرمل صفرة واورایت جسدی فیہما الی صدری
 فسمعوا صوتا عاليا فی نصف اللیل یا اهل المر حلة ان لله ولیا محیس نفسه فی
 هذا الرمل فالحقۃ فجاۃ فی جماعۃ فالخرجنی وحملونی الی القریۃ ترجمہ امام
 قشیری اپنے اسناد متصلہ سے ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ
 ایک بار صحرا میں نیمہ توشہ کے داخل ہوا پس جگہ فاقہ پہنچا پس میں نے قریم فروگاہ کو دوز
 سے دیکھا اور خوش ہوا کہ میں پہنچ گیا پھر اپنے میں فکر کیا کہ میں غیر خدا پر بھروسہ کیا پس

قہم کھائی میں نے کہ اُس قبر پر میں نہ داخل ہوں گا اختیار خود مگر کوئی مجھے یہاں سے اٹھاتا ہے
 بہت سے پہلے میں نے ریت میں گڑا کھود کر اپنے جسد کو اُس میں سینہ تک چھپایا۔ پس اہل قبر
 نے نصف شب میں ایک بندہ آواز سنی کہ اسے اہل قہم خد کا ولی اپنے نفس کو اس ریت
 میں قید کیا ہے اُس سے جا کر ملو پس میرے پاس ایک جماعت آئی اور ریت سے نکال کر
 مجھ کو قبر میں اٹھا لے گئی۔ تیسری روایت سمعت الشیخ ابوعبداللہ الحسن المسلمی یقول سمعت
 محمد بن الحسین الحسن وحی یقول سمعت ابن الماکلی یقول قال ابو حمزۃ الحسن اسانی
 حججت سنة من السنین فبینما انا اشی فی الطريق اذ وقعت فی البیر فانزع فی نفسی
 ان استغیت فقلت لا والله لا استغیت فما استدتم هذا الخاطر حتی صر براہ اس
 البیر جلد ان فقال احدهما لا اخرج حتی ندر اس البیر لئلا يقع فیہا احد
 فاذا لقیصب وباس یدہ وطسوا اس البیر فصیرت ان اصیح ثم قلت فی نفسی اصیح
 الی من اقرب منها وسكنت فبینما ان بعد ساعة اذ اباشئ جاء وكشف من
 راس البیر وادلی رجلہ وكانہ یقول لی تعلق بی فیہم حمۃ لہ كنت اعرف ذلك
 منه فعلقته بہ فاخرجنی فاذا اهو صبح قمر وھتف بی ھا تف یا حمزۃ الیس هذا
 احسن من التلغف بالتلف ترجمہ امام شیرازی رحمۃ اللہ لیا اپنے اسانید متعلد سے ابو حمزہ
 خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے حج کا
 ارادہ کیا راستہ میں چل رہا تھا کہ یکا یک ایک کنوے میں گر گیا پس میرے نفس نے
 مجھ سے جھگڑا کیا کہ کسی سے فریاد چاہوں میں نے کہا کہ قہم خدا کی میں فریاد نہ پیا ہوں گا۔
 پس یہ طور میرا بھی تمام نہیں ہوا تھا کہ دو مرد کنوے پر پہنچے اور ایک دوسرے سے
 کہا کہ ہم اس کنوے کو بند کر دیں تاکہ کوئی شخص اس میں نہ گرے پس انہوں نے بوجھلوا

نے اور کھوے گئے مگر کو اُس سے بند کر دیا۔ پس میں نے قدمہ کیا کہ چنوا۔ اُننی فرمایا وہ
 چاہوں پھر میں نے کہا کہ جو ذات کہ اُن دو مرد سے زیادہ نزدیک ہے اُس سے کیا کی نہ
 فرما کر وہ یعنی ذاتِ خدا اور مجھے تسکین حاصل ہو گئی پس ایک ساعت کے بعد میں نے
 دیکھا کہ ایک نئے آئی اور بادلی کے سر کو کھولی اور اپنا پیہ بادی میں بٹکایا اور نرم و انیس
 گویا کہ مجھ سے وہ کہتا ہے کہ جھکا پکڑ لے پس یہ مطلب اُس کا میں سمجھ گیا اور اُس کے
 ساتھ لٹک گیا وہ جھکنا حال دیا پس کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شیر و زندہ ہے پس وہ چلا گیا اور
 ہفت نے آواز دی کہ اسے جزدہ کیا نہیں ہم نے تجھ کو اچھی طرح کی تجاہد والی ہلاک
 سے اُس چیز کے ساتھ جو وہ ہلاک کرنے والی ہے انتہی تاثرین خیالی فرما سکتے
 ہیں کہ جن لوگوں کے احوال کا ذکر ہوا یہ کہتے لوگ ہیں کہ باوجود وقوعِ حادثہ مصائب
 کے مولیٰ امور میں کسی خلوت سے سوال نہیں فرمایا کہ جس میں عادت ایک دوسرے
 سے مدد چاہنے کی سب سے کسی سے مدد نہیں چاہی بلکہ ایسی بارت کا خطرہ ہی اپنے
 دل میں آنے نہیں دیا خدا نے اُن کو مقام توکل اور تضرع میں کس قدر استقلال اور ثبات
 عنایت کیا پس حدیث اذا سئلت فاستل الله سے تربیت ایسے مقام حاصل کرنے
 کی ہوئی یا یہ لوگ حدیث مذکورہ کہ نہنی سمجھ اور خدا نے اُن کو توفیقِ عملِ حیرت مذکور پر
 عنایت فرمائی اور وہ لوگ معنی بھی سمجھ اور عمل بھی کیے یا آنکہ جو لوگ ہر قسم کی خلوت سے
 باقیاتِ قوم و ملت بضرورتِ خواہ بے ضرورت مدد چاہتے ہیں اور دستِ سوال اُنکے
 روہر و دراز کرتے ہیں اور ان امور کو منافی حدیث مذکور نہیں جانتے مگر صالحین سے
 دعا چاہنے کو منع کرتے ہیں اور اس حدیث کو اپنے مدعا پر پیش کرتے ہیں چھٹی غلطی
 مانعین مذکور یہ ہے کہ صالحین سے دعا نہ اُن کے اسما کے چاہنا منافی حدیث

مذکور کیجئے ہیں یہ بھی غلط ہے توضیح اُس کی یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ خدا سے
 دعا کرنا میں عملِ حدیث اذ اسئل اطپر ہے اور صالحین سے دعا چاہنا اپنے اِجّاحِ
 مرام کے لیے بارگاہِ الہی میں یہ بھی خدا سے دعا کرنا ہے اور عملِ حدیث مذکور ہے
 کیونکہ یہ دعا بہ بارگاہِ الہی بواسطہ وسیلہ صالحین ہے اور وہ دعا بلا واسطہ ہے اولیاء اللہ
 کو کشفِ غیب کے نظمیں قائل ہیں۔ اور اموات اور احياء اولیاء اللہ ہر دو برابر بلکہ
 اموات کو نسبتِ احياء ترقیاتِ مقام ہے جس کی تفصیل عنوانِ باب میں بخوبی کی گئی۔
 تنسیمِ فوائد کے لیے شاہ ولی اللہ صاحب کا قول اس جگہ نقل کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے
 رسالہ فوائد مجرب میں نقل کیا ہے جو مولوی عنایت علی صاحب کے پاس سے مجھ
 پاس پہنچا وقد فہم للطریقة القادرية والنقشبندية والچتدية خاصة
 علیحدہ فافعالہ فیقریبة من الاولیاء والروحانیة وان کان التعلیم
 من الشیخ الطاهر ولہا تقدم فی الارباب بالشیوخ وتوجه المشایخ الی الطاہر
 لیست بغیرہا وذلك لان الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ لہ شعبہ من السریان
 فی النعائم وذلك انہ لما مات صار بھیمۃ الملاء بالاعلیٰ واطلع فیہ الوجود انسار
 فی العالم کلہ فحصل من ہذا الوجه رادع فی طریقہ ثم جمہ بہ تحقیق کہ جانا گیا واسطے
 طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ اور چشتیہ کے مہر نیست ملے دس ہے پس طریقہ قادریہ قریب ہے
 طریقہ اولیہ اور روحانیہ سے اگرچہ جو تعلیم شیخ نظام سے اور طریقہ قادریہ کے لیے تقدم
 ہے ارتباط میں سات شیوخ کے اور توجہ طرفِ مشایخ کی طرف کے جو غیر طریقہ قادریہ
 میں نہیں اس لیے کہ شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے لیے شعبہ ہے سریان سے عالم میں اور
 یہ امر اس واسطے ہے کہ جب آپ نے وفات پائی بھیتِ طارِ اعلیٰ ہوئے اور آپ کی ذات

میں وہ وجود جم گیا جو تمام عالم میں ساری جہے پس اسی وجہ سے روح آپ کے طریقہ میں حاصل ہوئی۔ ساتویں غلطی مانعین ہذا کی یہ ہے کہ وہ لوگ اولاً آیت ایک استغفار سے حکم عدم جواز استغاثت بغیر اللہ نکالتے ہیں یہ غلط ہے اور دوا ابی الہی سے حکم جواز یا عدم جواز وغیرہ نکالتے ہیں ایک استغفار سے امر سے نہ لے لیں اس سے حکم عدم جواز استغاثت بغیر اللہ سمجھا غلط ہے بلکہ تمام سورہ فاتحہ خالی ہے دوا ابی الہی اور انکشاف سے پس سورہ فاتحہ سے کوئی حکم اور مسئلہ مستنبط نہیں صاحب وسیلہ فقیر احمدی سے نقل کرتے ہیں سورۃ الفاتحہ فقہانہ علیہ السلام یعنی سورہ فاتحہ میں کوئی مسئلہ جواز یا عدم جواز نکالنا واجب وغیرہ کا نہیں ہے۔ ثانیاً یہ ہے کہ حالت صلوٰۃ میں بندہ خدا کی حمد اور شکر میں بارگاہ الہی میں عرض کرتا ہے کہ اے باری تعالیٰ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تیری ہی مدد ہمارے ہر حال میں شامل ہے اگر اُس کے معنی ایسے کیے جائیں جو مانعین ہذا کرتے ہیں کہ ہم خاص تیرے ہی سے بلا وسیلہ واسطہ مدد چاہتے ہیں تیرے سوا کسی مخلوق سے مدد نہیں چاہتے تو اپنے اس بیان میں خاص وہی صلی لوگ صادق ہوں گے جو لوگ کہ مقام ترک و تجرید اور توکل میں استقامت رکھتے ہیں عام صلی اپنی راست بیانی سے محروم رہیں گے حالانکہ سورہ فاتحہ کی قرأت کا حکم ہر خاص و عام کے لیے ہے پس حالت صلوٰۃ جو مقام عبادت الہی ہے اور قیام بین ینکۃ اللہ تعالیٰ ہے خلافت بیانی کس قدر نازیبا ہے خصوصاً وہ بیان کہ جس بیان کا حکم حق تعالیٰ نے حالت صلوٰۃ میں ہم کو کیا ہے مگر اُس وقت ہر خاص و عام اپنے بیان میں راست ہوں گے جب کہ استغاثت کے بارہ میں ہمارا اختیار اختیار کیا جائے اور استغاثت بالوسائل کو بھی خدا سے استقامت سمجھے اور ایک منتعین کی معنی بدین وجہ کی جائے کہ بندہ بارگاہ الہی میں بہ معصیت

ماہنامہ

صاحب وسیلہ اجماع مولوی دین محمد ریلوی

حمد و شکر عرض کرتا ہے کہ اسے بارِ تعالیٰ ہم تیرے ہی سے مدد چاہتے ہیں تیرے سوا ہر
 مرد و نسا کہاں ممکن رہے کیونکہ اگر ہم کو اسباب ظاہری سے بھی مدد ملتی ہے تو وہ حقیقت میں
 تیری ہی مدد ہے اسباب ظاہری سے مدد چاہنا تیرے ہی سے مدد چاہنا ہے اگرچہ
 بذاتِ اختیار اسباب کے ہم کو اس بات سے غفلت اور ذہول رہتا ہے اس لیے
 کہ اگر تو اسباب ظاہری کو پیدا نہ کرتا یا آنکہ پیدا کرتا مگر ہماری مدد کی اُس میں تاثیر نہ دیتا
 اور اگر تاثیر دیتی مگر ہم کو معلوم نہ کرتا اگر معلوم بھی کرتا مگر اسباب ظاہری کو ہم تک نہ پہنچاتا
 اگر ہم تک پہنچتے مگر اُس سے مدد لینے پر ہم کو قادر نہ کرتا تو ہم اسباب ظاہری سے کیونکر
 مدد سے سکتے پس اسباب ظاہری کی مدد تیری ہی مدد ہے اور اسباب ظاہری سے مدد
 چاہنا بھی درحقیقت تجھ سے ہی مدد چاہنا ہے پس شہود سبب اسباب میں ہم کو
 نصیب فرما اور اس صراطِ مستقیم کی ہم کو ہدایت کر اور غیریت اور غفلت جو ہمارے
 اذہان میں کافی ہے اُس کو دور کر اپنا شہود ہم کو غایتِ فراجیسا کہ خدا نے دوسری
 جاسے قرآن مجید میں ہم کو اس امر کی تعلیم فرمائی ہے وَجْعَلْ لَكُمْ مِنَ الْفَلَاحِ وَالْإِنْعَامِ
 مَا تَرْكَبُونَ لِنُقُوْدَ اَعْلٰی ظُهُوْرَہٗ ثُمَّ تَذْكُرُوْنَ اِنْعَامَ رَبِّكُمْ وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِیْ
 یُخْرِجُنَا مِنْ اَوْمَانَا لَمْ یَقْرُنْ تَرْجَمَہٗ اور گردانا تمہارے لیے کشتی اور چارباہوں
 سے وہ جو تم سوار ہوتے تھے تاکہ تم اُن کی پیٹوں پر سوار ہو اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے
 ہمارے لیے اس کو مطیع کیا اور نہیں تھے ہم اُس کے نزدیک ہونے والے جب
 معلوم ہو کہ استعانتِ بارِ باب بھی درحقیقت استعانتِ بخدا ہے پس اولیاءِ اللہ سے
 مدد چاہنا اُن کی دعا اور شفاعت کے ساتھ کیوں کر استعانتِ بغیر خدا ہوئی کو یوں آخر جزا و نسیب
 باولیاءِ اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا

- یہ کہ روایت کی پیروی سے اور ابو نعیم دلائل النبوة میں اور لائکا فی شرح السنہ میں اور
 دبیر غاتولی سے اسے اپنے فرائد میں اور ابن اعرابی سے کہامات الارباب میں اور خطیب نے
 رداۃ مالک میرافض سے وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ انہوں
 نے فرمایا کہ ایک بابر سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک لشکر کو جہاد کے لیے
 ایک جانب میں روانہ فرمایا اُس کا سردار ایک شخص کو بسن یا جس کا نام ساریہ تھا جب
 لشکر روانہ ہو گیا اور اپنے مقام پر جا کر جہاد میں مصروف ہوا ایک روز خطبہ جمعہ آپ ادا
 فرما رہے تھے کہ یکایک آپ نے باوازنہ فرمایا کہ یا ساریہ الجبلین تین بار بعد اُس کے
 ایلی شکر کی جانب سے حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے اُس سے جنگ کا
 حال پوچھا اُس نے کہا اے امیر المومنین ہم کو جنگ میں شہریت ہو گئی تھی جس وقت
 ہم حالت شہریت میں تھے یکایک ہم نے آواز سنی یا ساریہ الجبلین تین بار اُس وقت
 ہم نے اپنی پشت پہاڑ سے لگا دی حق تعالیٰ نے ہم کو مظہر بنصوہ کیا اور فریق مخالف کو
 شہریت دی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے
 کہا کہ آپ نے یہاں سے اُن لوگوں کو پکارا جو ملک ہناد میں تھے جو زمین عجم سے بہت
 ابن حجر اپنی کتاب صابہ میں لکھتا ہے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہے۔ اس روایت سے
 تین امور مستنبط ہوئے اول یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حال ساریہ کا شک و شبہ
 ہوا باوجودیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساریہ کے ہمراہ تھے۔ دوم یہ کہ آواز حضرت
 عمرؓ کی ساریہ کو بہتر لہا سے بیدار ہو گئی۔ تیسرا یہ کہ حضرت عمرؓ کی تائید سے امر متقلب ہو گیا
 یعنی شہریت لشکر ساریہ کی ساتھ فتح و نصرت کے بدل ہو گئی اب خیال کرنے کا مقام ہے
 کشف حال ساریہ اور تائید ساریہ اور اُن کے لشکر کی اُس وقت اور اُس حالت میں ہوتی

کہ ساریہ کی توجہ حضرت عمرؓ کی طاعت نہیں تھی اگر موقوفی توساریہ اچھی سے ضرور بیان کرتے اور
 اچھی حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ حال ضرور عرض کرتے وہ بھی روایت حدیث میں درج
 ہوئی ہے جب حالت بے توجہی میں ساریہ کا حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مکشوف
 ہوا اور حضرت کی امداد ساریہ کے حال پر مبذول ہوئی اگر حالت توجہ میں امداد دلیلیا اللہ
 کی سنہین کے حال پر ہوا اور ان کا حال ادینا اللہ پر مکشوف ہوتا کیا کوئی تعجب کی بات
 ہے بلکہ حالات توجہ و حالت بے توجہی پر خصوصیت اور فریت حاصل ہے اب ایک
 حدیث عرض کرنا ہوں جس سے واضح ہو گا کہ مومن کا ذکر کرنے سے مومن پر کیا اثر ظاہر
 ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حسن جہین میں ابن ابی شیبہ سے روایت موقوف ہے ۱۰
 طہات ۱۰ اذ ذلک لیلۃ کس النبی ویصل علیہ ویقتل ذکر اللہ بخیر من ذکر فی یعنی
 کسی کے کان میں آواز مثل آواز گیس آنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 یاد دے سکے اور آپ پر درود عرض کرے۔ اور کہے کہ خدا یاد کرے اس شخص کو جس
 نے مجھ کو نیکی سے یاد کیا شرح فاریسی میں اس مقام پر لکھا ہے کہ مجھ کیسے میں اور کتاب
 عمل الیرسم واللیلہ میں یہ حدیث بہ روایت ابو رافع آئی ہے جو صحابی ہیں اس حدیث
 کا بہ روایت ابو رافع آنا دو احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ ابو رافع نے اس حدیث کی اسناد
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی ہے تو یہ حدیث مستند ہو گئی ورنہ یہ حدیث
 ابو رافع پر موقوف رہی مسئلہ اصول فقہ کا ہے قول صحابی اس مسئلہ میں کہ خلاف قیاس
 ہوا حدیث کے ہے کیونکہ اگر موافق قیاس کے ہو تو احتمال ہے کہ صحابی اپنی رائی
 اور اجتہاد سے یہ بات منہ مائی ہو جب وہ مسئلہ خلاف قیاس ہے تو سوائے اسکے
 چارہ نہیں کہ صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی سنا ہو پس ایسے

قول صحابی کے مقابل میں مجتہد کو لازم ہے کہ اپنا قیاس چھوڑ دے اور اسی قول صحابی پر عمل کرے پس یہ قول ابورافع کا بھی خلاف قیاس ہے حکم پر حدیث کے ہے جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے کتاب عنینہ الطالبین میں اس حدیث کی نسبت صاف و صریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک فرمائی ہے اُس کی یہ عبارت ہے وَاِذَا طَلْتَ اِذَا نَدِیْ صِلِی عَلٰی النَّبِیِّ صِلِی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبقول ذکر اللہ من ذکر فی غفیر لا اذ صوی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْمَاصِل اس روایت سے چند امور مستنبط ہیں اول تو یہ کہ مومنین کو یاد کرنے سے اُن کے کان میں ایک قسم کا اثر پیدا ہوتا ہے جو وہ مثل آواز کھی کے محسوس ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ بادیٰ نوافل میرا قرب ڈھونڈتا ہے تو میں اُسکی سمت ہو جاتا ہوں الخ جس کا ذکر تفصیلاً آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ یاد کرنے والوں کی آواز پوری سے نہ آنا اس وجہ سے ہے کہ یہ حالت مومنین کی جو حدیث میں وارد ہے ابتدائی ہے ابھی اُن کا تفسیق قلب بطور کمال کے نہیں ہوا اُن کا قلب علائق کو نیہ سے پورا صاف اور پاک ہوا ہر مومن کو کہ وہ کیسا ہی علائق میں مبتلا کیوں نہ ہو مگر یہ برکت ایمان کے قلب اُس کا مرتبہ ایمان کے موافق کبھی نہ کبھی نوری ہو جاتا ہے اس حالت میں اگر اُن کو کوئی یاد کرے تو یہ اثر اُس کے کان میں بغیضان سمع الہی پیدا ہو جاتا ہے جسے دوسرا امر اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ امت مرحومہ کو تربیت اس امر کی ہوئی کہ اگر ایسا اثر مومنین کے کان میں محسوس ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرے اور ہر دو پڑھے اگر مراد اس سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر دو کو ناواہی یاد کرنا ہے تو جملہ ثانیہ عطف تفسیر جملہ اولی کا واقع ہوا

پس یہ اثر کس پہنچنے کے بعد حضرت کو یاد کرنا اور آپ پر درود و دعویٰ کرنا اُس کی دوجہ
 میں یاد کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ مبارک امت مرحومہ کے حالِ زار
 سے متعلق ہے۔ بسببِ مسلمانوں کے بیکار ہونے میں یہ اثر پیدا ہوا تو خیال کرے کہ یہ اثر شاید حضرت
 کو یاد نہ کیا ہو لہذا واجب ہو کہ براہِ ادب اور یاد دہانی سے شکر یہ یاد فرمائے حضرت پر
 درود بھیج کرے۔ دوسری وجہ کہ یہ حالت جو مومن کو حاصل ہوئی بسببِ ایمان کے
 حاصل ہوئی اور ایمان بظہیل حضرت کے ملا پس اس حالت کا حصول بظہیل حضرت
 کے ہوا علاوہ مراتبِ اخروی کے دنیا میں ہی یہ کیا امر تہہ سرفراز ہوا۔ دور دور کی آواز
 کا اثر سلطان کے کان میں پڑنے لگا جس کا کچھ شکریہ ادا نہیں ہو سکتا مگر اس قدر تو
 ہو کہ مسلمان حضرت پر درود عرض کرے تاکہ وجہ ادائی شکر یہ بنو یہ کہ توجہ مبارک
 آنحضرت پر حالتِ مومن کی جو حالت ابتدائی کشفِ غیب ہے کمال کو پہنچے خدا
 فرماتا ہے لَنْ يَشْكُرَ لَكُمْ بَدَلًا اِنْ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ تفسیر امر جو یہ روایت میں ہے کہ بعد درود عرض
 کرنے کے دعا رنیم یاد کرے وائے کے حق میں کرے اُس کی وجہ یہ ہے کہ سوائے
 حضرت کے اگر اور کوئی مسلمان یاد کیا ہے تو اُس کے یاد کرنے کے شکر نہیں اُس کے
 سبب دعا سے خیر کرے اب یہاں خیال کرنے کی جائے ہے کہ جن کو ابھی تصفیہ قلبیہ
 پوری طور سے حاصل نہیں اور اُن کا قلبِ علائقی کوئی سبب تعلق نہیں ہوا تو
 محض اُن کے ایمان کی برکت سے اُن میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ اُن کے یاد کرنے
 والوں کا اثر اُن کے کان میں پہنچنے لگا اور فقط اُسی قدر حالت اور مرتبہ میں اُن کو
 تربیت ہوئے لگی کہ تم اپنے یاد کرنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں اور
 اُن کی دعائے خیر سے غافل نہ ہوں پس جن کو تصفیہ قلب بطور کمال حاصل ہو گیا ہو

اور وہ مظہر اسماء و صفات ربانیہ بطور کمال ہو گئے ہوں تو کیوں اُن کو پورے طور سے اطلاع اُن کے پکارنے والوں کے حال کی خدا کے طرف سے نہ ہو اور خدا کی جانب سے اُن کو کیوں نہ تربیت ہو کہ وہ اپنے مستغنیین کے حق میں دعائے خیر کریں اور اُن کی حاجت روائی اور حل مشکل خدا سے چاہیں پس خدا نے جن کو کشف غیب عنایت فرمایا اور حاجت روائی خلافت کا وسیلہ اپنی بارگاہ کیا ہم کیوں اُن کو بوقت شدت اور مصیبت کے نہ پکاریں یعنی علماء جو خدا کو منع کرتے ہیں اُن کی تقریر ایسی ہی گئی کہ اولیاء اللہ کو اگرچہ کشف غیب ہوتا ہے مگر ہر وقت نہیں ہوتا بلکہ بعض وقت اور جس وقت اُن کو کشف ہوتا ہے وہ ہم کو معلوم نہیں پس ہم اولیاء اللہ کو کیا پکاریں یہ کیونکر معلوم ہو کہ مثلاً ہم اس وقت اُن کو پکاریں تو اُن کو کشف غیب ہے خاکسار اُس کا جواب بطور معارضہ بالقلب کے دیتا ہے یعنی جو وہ دلیل عدم جواز کی پیش کیے وہی دلیل بعینہ جواز پر قائم ہو گئی یعنی عدم جواز پر انہوں نے یہ دلیل قائم کی تھی کہ اولیاء اللہ کو کشف غیب ہر وقت نہیں ہوتا اور اُن کے کشف کا وقت ہم کو معلوم نہیں پس یہ دلیل بعینہ جواز پر قائم ہو سکتی ہے ہم نے مان لیا کہ اولیاء اللہ کو ہر وقت کشف نہیں ہوتا۔ اور اُن کے کشف کا وقت ہم کو معلوم نہیں کہ ہماری دعا اور پکارنے کا کشف اُن کو کب ہوتا ہے بلکہ اُن کے کشف کا حال مبہم ہے تو ہم کو چاہیے کہ ہر وقت اُن کو اپنی قصداً حاجت کے لیے پکارا کریں جس وقت اُن کو ہمارے پکارنے کا کشف ہو جائے اور وہ ہماری حاجت روائی کے لیے خدا سے دعا کریں اُن کی دعا ہماری حاجت روائی میں حکم اکسیر ہے جیسا کہ جمعہ کی ساعت اجابت مبہم ہے بدین وجہ اہل حاجت کو چاہیے کہ تمام دن جمعہ کے حق تعالیٰ

تقریر علماء

سے اپنی حاجت روائی کے لیے دعا کریں کہ اگر دعا ساعت اجابت کے موافق ہو تو حاجت روائی ہو جائے ایسا ہی شب قدر عشرہ اخیر رمضان شریف میں بہم ہے۔ پس چاہیے کہ تمام عشرہ اخیر شہر رمضان شب بیداری کرے تاکہ شب قدر کو پائے اور اس کے فوائد حاصل کرے یہ جواب علی تقدیر تسلیم قول سائل ہے۔ ورنہ جن کو خدا نے خلائق کی حاجت روائی کے لیے مقرر فرمایا ہے مثل غوث قطب اوداد اور ابدال کے بلکہ جملہ ولیا کمالکاء و جود فہا خلائق کے لیے ہے ان کو ہر وقت خدا کی جانب سے اُن کے مستغنیین کے مال سے اطلاع ہوتی ہے جیسا کہ حدیث اذا اطلق اذنہ الخ سے معلوم ہو گیا حق سبحانہ ہم کو اویلا رائد کی جناب میں رسوخ عقیدہ عنایت فرمائے ابتداء خصیصہ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بروات ثقاست باسانید متصلہ نقل کیا گیا کہ حضرت نے فرمایا جو شخص میرے نام سے سختی کیوقت مجھ کو پکارے وہ دفع ہو جائیگی اگرچہ حضرت کی امداد اور اعانت فریادیوں کے حال پر چہ ہوئی ہے اور ہوتی جاتی ہے اُس سے حضرت کے احوال شریف کی کتابوں کے دفتر کے دفتر مملو ہیں اور بہت ایسے ہیں کہ وہ لکھے بھی نہیں گئے بلکہ لکھا جانا حضرت کی امداد اور اعانت کا بہت مشکل ہے مگر حق سبحانہ حضرت کی جناب میں اعتقاد و اسخ نصیب کرے آدمی حضرت کی امداد اور اعانت کو فی الجملہ دیکھ سکتا ہے اس جائے تبرکاً و تہیناً دور و ایات نقل کئے جاتے ہیں جو باسانید متصلہ مروی ہیں۔ بشر القرطبی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک صحرا رخو خاک میں اترے وہ صحرا ایسا خوف والا تھا کہ بھائی اپنے بھائی کی خبر گیری نہیں کر سکتا سبب خوف کے جبکہ اوائل شب میں اپنے اونٹوں پر روانگی کے لیے بوجھ لادے

تیسرے چار اونٹ بوجھ لے کر گئے تھے۔ پہلے گئے تھے کہ میرے ہوتے ہیں کچھ مستحق کی طرف سے اور
 قافلہ چلا گیا میں اونٹوں کے ساتھ تھوڑے دیر میں قافلہ سے مل گیا۔ یہاں تک کہ شتر بان
 نے بہت سخت ست کہا اور میرے ساتھ ٹھہر گیا پھر میں اونٹوں کی جانب بڑھا
 کہ بیچ ہوئے لگی اور ٹھہر کر اسے شیخ عبدالقادر (رحمۃ اللہ علیہ) کا یاد آیا کہ وہاں
 فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی شخص میں پڑھا ہے تو مجھ کو پکارا اور سختی تجھ سے نہ کرے۔ اور میں اس
 میں سے کہا یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ اپنے لیے یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ
 چلے گئے پھر میں نے مشرق کی جانب سے بیچ کر اپنے شیخوں کو دیا۔ اور ان کے
 ان کے کپڑے بہت ہی سفید اور اپنی استین سے میری جانب اشارہ کر کے
 میں یعنی وہ اشارہ سے آواز کہتے ہیں پھر جب میں نے ٹیکر تھا پر چڑھا کسی کو
 نہیں دیکھا پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں اونٹ ٹیکری کے نیچے بیٹھے ہوئے
 ہیں پھر ہم نے ان اونٹوں کو لے لیے اور قافلہ سے بھی مل گئے۔ ابو احمادی
 جو اس روایت کے اوپر کے روای ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو الحسن
 خیار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور یہ حال ان سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ
 میں شیخ ابو القاسم عمر بن از سے سنا ہوں وہ کہتے تھے کہ میرے سردار شیخ
 عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ کسی مصیبت میں استغاثہ
 کرے وہ دو رو ہو جائے گی الخ ایضاً بوجہ الاسرار میں باساید متصلہ شیخ ابو عمر
 و عثمان صریحی اور شیخ ابو محمد عبدالمفتی حری رحمۃ اللہ علیہا سے بعد اس ۵۹۹ھ میں
 روایت ہے ہر دو شیخ کہتے ہیں کہ ہم حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 مدرسہ میں روز یکشنبہ تیسری صفر ۵۵۵ھ میں حاضر تھے پس حضرت کھڑے ہوئے

اور کھڑاواں پہنے اور عضو فرمائے اور دو رکعت نماز اور افراتی جب نماز سے نہ نکلتا
تو آپ نے ایک آواز بہت زور سے دی اور ایک فرد کھڑاواں لے کر ہوا میں پھینک دیا
پس وہ کھڑاواں ہماری نظر سے گم ہوا پھر حضرت نے دوسرے بار ایک آواز بہت زور
سے دی اور دوسرا کھڑاواں بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی ہوا میں اڑتا ہوا ہمارے
آنکھوں سے گم ہو گیا پھر حضرت بیٹھ گئے اور کسی کو جروت نہ ہوئی کہ حضرت سے
پوچھیں۔ پھر بعد تیس دن کے ہمارے قافلہ آیا اور کہا کہ ہمارے پاس شیخ
کی نذر ہے ہم نے اُس نذر کی بابت حضرت سے اذن چاہا اور اُس نے ہمارے لئے
آمنوں نے کچھ ریشمی کپڑے اور خزانے حضرت کی نذر کیے۔ اور دو فون سرور
کھڑاویں بھی دیئے جو حضرت نے پھینک دیئے ہم نے اُن سے پوچھا کہ یہ کھڑاویں
تمہارے پاس کہاں سے آئے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ تیسری صفحہ کیشنبہ کے
روز چل رہے تھے کہ ہم پر عرب ظاہر ہوئے اُن کے ساتھ دوسرا دروہ ٹوٹے اور
ہمارے بعض شخصوں کو قتل کئے اور ایک نشیب کی جگہ اُترے اور ہمارا مال تقسیم
کرنے لگے اور ہم لوگ اُس نشیب گاہ کے کنارے پر تھے پس ہم نے کہا کہ
اگر ہم شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو اس وقت یاد کریں تو اچھا ہے پس ہم آپ کی
نذر اپنے مالوں سے مان لیئے کہ اگر ہم سلامت رہیں پس جس وقت کہ ہم آپ کا
ذکر کر رہے تھے کہ درہند آوازیں ایسی سنیں کہ جس سے وہ نشیب گاہ پھر گئی اور
اُن راہروں کو دیکھا کہ وہ بہت پریشان ہیں ہم نے گمان کیا کہ اُن کے پاس اور
دوسرا عرب آگئے ہیں پھر بعض اُن کا ہمارے پاس آیا اور کہا کہ آؤ تمہارا مال
لے لو اور دیکھو کہ ہم پر کیا مصیبت گزری ہے پھر انہوں نے ہم کو اپنے سرداروں

کہہ دیں گے۔ پس ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مردہ پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس
 ایک فرد کھڑا وہاں پانی میں تر پڑا ہے پس انہوں نے ہمارا مال ہم کو واپس دیا اور
 کہا کہ یہ واقعہ ہم کو ادر علیہم سے خبر دیتا ہے انتہی پس یہ مرد کراماتِ مہمناختہ غوثِ اعظم
 رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہے کہ احوالِ غائبین سے جو آپ کو نذاکی عقی اپنی مدد
 کے لیے اطلاع ہوئی۔ اور یہ کرامات آپ کے قدم بقدم آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے واقع ہوئے کہ چوتھا اہل النبوت سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو استغاثہ غائبین سے اطلاع ہوئی اور آپ نے غائبین کی مدد فرمائی اور ان
 کرامات کو مناسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت سے ہوئی جس کا ذکر اوپر ہوا کہ حضرت
 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو احوالِ ساریہ سے اطلاع ہوئی جو آپ سے بمرحلِ بعید اور غائب
 تھے اور آپ نے ان کی تائید مر اہل بعید سے فرمائی خصوصاً روایت ثانیہ کو زیادہ
 مناسبت اور مشابہت ہے کہ علاوہ ان دو وجہ سابق کے جو مناسبت فیما بین ذکر ہوئی
 دو وجہ مناسبت اُس میں زائد ہیں جیسا کہ ساریہ کا حال کہ آواز حضرت عمرؓ کی ان کی
 سماعت میں دور سے آئی ویسا ہی حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز قافلہ والوں
 نے دور سے سنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید سے نہایت لشکر ساریہ کی بفتح
 و نصرت مبدل ہوئی ویسا ہی حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید سے قافلہ کو بعد
 نقصان پہنچنے کے فتح و نصرت ملی۔ اور ان کا مال و اسباب واپس لگیا۔ اب میں
 تصریحاتِ علما نقل کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ اولیاء اللہ کے ذوات سے کیونکر
 حاجتِ روائی مخلوق کی ہوتی ہے شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول فتاویٰ حدیثیہ میں منقول ہے
 کہ طلبِ رانی کی حدیث ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابدال میری

است میں نہیں ہیں انہیں کے سبب سے زمین قائم ہے اور انہیں کے باعث
لوگ پانی پینے جاتے ہیں۔ اور انہیں کی وجہ سے لوگ فحش نہ ہوتے ہیں اور ابن
عساکر کی یہ حدیث ہے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس ہیں انہیں کی
وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے انہیں سے تم کو دشمنوں پر فتح دی ہوتی ہے
انہیں کی وجہ سے بلا اور غرق اہل ارض سے پھیرے جاتے ہیں ایضا طبرانی کی حدیث
ہے کہ ابدال شام میں ہیں انہیں کی وجہ سے تم کو نصرت ہوتی ہے انہیں کے باعث
سے تم کو رزق ملتا ہے امام احمد رحمہ اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ابدال شام میں ہیں
وہ چالیس مرد ہیں جو کوئی ایک مرد ان میں کامر جائے حق تعالیٰ ان کی جائے پر
دوسرے کو بدل دیتا ہے انہیں کی وجہ سے تم پانی برسائے جاتے ہو انہیں کے
باعث تم مدد دیئے جاتے ہو دشمنوں پر اور اہل شام سے عذاب انہیں کی وجہ سے
دور ہوتا ہے شیخ جلال الدین سیوطی کرامات الاولیاء میں روایت کرتے ہیں اور دیلمی
نے بھی روایت کی ہے کہ ابدال چالیس مرد اور چالیس عورتیں ہیں جب کوئی مرد یا
عورت ان میں کی مر جائے ان کی جگہ دوسرے کو خدا قائم فرماتا ہے ابن حبان کی
حدیث ہے کہ انہیں خالی رہتی زمین تیس مرد اور اسی عورتیں ہیں ابراہیم ذیل الرحمن
علیہ السلام کے ہوتے ہیں انہیں کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے انہیں کی وجہ سے
تمہاری فراہمی ہوتی ہے انہیں کے باعث تم رزق دیئے جاتے ہو ہذا دیکھئے اس حدیث
میں صاف و صریح لفظ فراہمی کا موجود ہے کہ مخلوق انہیں کی وجہ سے اپنی فراہم کو
پہنچتی ہے خطیب نے تاریخ بغداد میں کثافت سے روایت کرتے ہیں کہ نقباء و تنبیہ
اور نجباء و تنبیہ یعنی ابدال چالیس اور اخیار و عہد چارہ اور غوث ایک ہی

انسان قبائ کا مغرب اور خجاء کا مصر اور ابدال کا شام ہے اور اختیار زمین میں سیر کرتے
 ہیں عموماً گوشہ ہائے زمین میں رہتے ہیں مسکن بخوت کا مکہ ہے اگر کوئی حاجت مخلوق
 کی پیش ہو حاجت روائی اسکے لیے فقہاء متفرع اندامی جناب میں دعا کرتے ہیں پھر
 خجاء پھر ابدال پھر اختیار پھر حد پس اگر ان کی دعا قبول ہو جائے تو فقہاء و نہ متفرع بخوت
 دعا کرتے ہیں پس ان کی دعا ختم نہیں ہوتی کہ سنجاب ہوتی ہے انتہائی یہ سب روایات
 جو مذکور ہوئے ان مغربوں کی حاجت روائی کا بیان ہوا جو اس عالم میں تشہیف فرمایا
 اب قول علماء کا در باب متربان الہی جو اس عالم سے پردہ کھینچیں اور عالم اخروی
 میں ہیں اور ان سے حاجت روائی مخلوق ہوتی ذکر کرتا ہوں حجۃ الاسلام امام محمد
 عزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں جو مسمی المضمون علی غیر الہ ہے فرماتے ہیں۔
 ف اگرچہ محرر اوراق فتاویٰ حدیثیہ وغیرہ کی عبارت کے ترجمہ پر اکتفا کیا بخلاف اختصار
 لیکن اس جائزے بعینہ عبارت رسالہ مذکورہ اہتماماً نقل کی جاتی ہے اس لیے کہ یہ مضمون
 مسئلہ مانحن فیہ سے جو استدلال ارواح طیبہ سے تعلق زیادہ رکھتا ہے وہ عبارت
 یہ ہے اما التقرب بالمشاہد الانبیاء والائمة علیہم السلام فان مقصود منہ
 الزیارت والاستعداد من سوال المغفرة وقضاء الحاجج من ارواح الانبیاء
 والائمة علیہم السلام والعباسۃ من ہذا الاملا والشفاعة۔ ترجمہ لیکن
 نزدیک ہونا واسطے مقابرت انبیاء علیہم السلام کے پس مقصود اس سے زیارت قبور اور
 مدد چاہنا ہے طلب مغفرت اور قضاء حاجت انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی ارواح سے
 اور حجرات اس سے مدد دینا اور شفاعت کرنا ہے۔ و ہذا ایحصل من جہتین ^{مثلاً} الا
 من ہذا اہل البیت والاملا من جانب الآخر۔ ترجمہ اور یہ حاصل ہوتا ہے دو طرح سے

نہ ہرگز گناہ اس جا نہیں ہے اور نہ کرنا جانب آخر سے ہے یعنی قبر کی زیر خاک کی باقی خزا

و نیز زیارت المشاہد اثر عظیم فی ہذا بین المرکبین - ترجمہ ہر اور واسطے زیارت

مقابر کے اثر عظیم ہے ان دور کنوں میں یعنی دروچا ہے اور وہ کہ جس میں اہل اعتقاد

نہوں نصرت و مدد حاصل کرتے ہیں اس کی نسبت اس قدر ذکر اس قدر و اس قدر علی الحاضر

حتی تعابیر بکلیتہ مستغرقہ فی ذالک و یقبل بکلیتہ اس قدر ذکر لا و خطورہ ببالہ

لہ و نہ الخالۃ سبب فیہ لروح ذالک الشفیع والشر و ہر حق تبارک ثلاث

الروح الطیبۃ بما یستعمل منھا - ترجمہ لیکن مد طلب کرنا یعنی ارواح طیبہ سے

جس کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اس وہ ساتھ متوجہ کرتے ہست صاحب حاجت کے

ساتھ غلبہ ذکر شفیع کے (یعنی جس کی زیارت کرتے ہیں) دل پر یہاں تک ہو جائے تمام

ہمت اُس کی مستغرق اُسی میں اور متوجہ ہو بالکل روح طیبہ کی یاد پر اور اُس کا خیال

دل میں لاسنے پر اور یہ حالت سبب ہے اُس اعتماد میں واسطے روح اس شفیع

کے جس کی زیارت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ روح طیبہ اُس حاجت مند کی مدد کرتی ہے

جس امر میں کہ مد طلب کی جاتی ہے ومن اقبل فی الدنیا بجمتہ و کلپتہ علی

انسان فی دار الدنیا فان ذالک الا انسان یحس باقبال ذالک المقبل علیہ

و یخبرہ بذالک فمن لم یکن فی ہذا العالم فیہ اولی بالقبضہ و ھو مہیاء

لذالک فان اطلاع من ھو خارج عن احوال العالم ازی بعض احوال العالم

ملک کما یطلع فی المنام علی احوال من ھو فی الآخرۃ ھو ثاب او معاقب فان

النوم منوال موت فبسبب الزمر صفا مستعد من معرفۃ احوال لم یکن مستعدین

فی حالۃ البقظۃ لھا فکذا ذالک من وصل الی الدار الاخرۃ و مر تأسیفیا کان

بانیہ نذیع علیٰ ہذا: لعالم اولیٰ واجزیٰ فالما کلیۃ احوال ہذا العالم فی جمیع الزواجا

لم تکن منذ رجعت فی سلك معرفتہم کما لم تکن احوال الماضین حاضرات فی معرفتہا
عند المرور یا۔ مگر چھوڑ جو شخص کہ دنیا میں اپنی ہمت کے ساتھ کسی طرف داروینا میں
سمہ ترن متوجہ ہو پس تحقیق کہ یہ انسان جان لیتا ہے متوجہ ہوئے کو اُس انسان کے
کہ وہ جس پر متوجہ ہو اوجہ کہتے ہیں دل را بدل رہے است اگر کوئی شخص کسی کی طرف
دل سے متوجہ ہو تو جس پر وہ انسان متوجہ ہوا اُس کی بھی توجہ اُس متوجہ ہو نیوالے
کی طرف ہوتی ہے اور وہ جس کی طرف متوجہ ہوا ہے اس کی توجہ جب ہوتی ہے تو
اُس کی توجہ کی اطلاع متوجہ ہونے والے کے دل کو ہوتی ہے یعنی یہ اطلاع کہ تو
جب ہماری طرف متوجہ ہو تو ہم بھی تمہاری طرف متوجہ ہیں پھر امام فرماتے ہیں کہ جب
دینا جو جائے خفیات اور حجاب ہے تو ایسا معاملہ وقوع میں آتا ہے جب کہ جو شخص کہ اس
عالم حجاب میں نہ ہو بلکہ وہ اس عالم حجاب و تکرر سے عالم باصفائیں منتقل ہو گیا ہو تو وہ
اس امر کی اطلاع اور آگاہی کرنے میں اولیٰ ہے کہ تیری توجہ کے سبب سے ہماری
توجہ بھی تیری طرف ہوئی بلکہ وہ شخص کہ عالم اخروی میں پہنچے مستعد ہے اس اطلاع کے
یہ پس تحقیق مطلع کرنا اُس شخص کا جو خارج ہے احوال عالم دنیا سے طرف بعض
احوال عالم کے ممکن ہے جیسا کہ اطلاع کی جاتی ہے خواب میں اوپر احوال اس کے
کہ وہ عالم اخروی میں ہے کہ وہ اچھی حالت میں ہے یا بری حالت میں پس تحقیق کہ
خواب مثل موت کے ہے اور موت کا بھائی ہے اور بسبب موت کے ہم میں اُس
چیز کے جاننے کی استعداد حاصل ہوئی جو حالت بیداری میں نہ تھی پس ایسا ہی جو
شخص کہ دار آخرت میں پہنچے اور موت حقیقی اُس کو لاحق ہو جائے تو وہ اطلاع پر اُس

عالم کے اولیٰ اور لائق تر ہے لیکن جمیع احوال اُس عالم کے جمیع اوقات میں اُس کے مسلکِ معرفت میں مندرج نہیں ہیں جیسا کہ گزرے ہوئے لوگوں کے احوال ہمارے علم میں خواب کے وقت حاضر نہیں ہوتے انتہی۔ اس تقریر میں امام نے عوام کی حالت کو انحصارِ خواص اور خواص کے ساتھ تشبیہ دی۔ میرا یہ خیال ہے کہ تشبیہ بطریقِ ادبیت کے ہے یعنی جب کہ عوام مخلوق کا حال دنیا میں ایسا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی کی طرف بہت متوجہ ہو تو اُس دوسرے انسان کی بھی توجہ اُس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اُس کی اطلاع دل سے اُس متوجہ ہونے والے کے ہو جاتی ہے اور جیسا کہ ہم لوگوں کو نسبتِ بیداری کے خواب میں علم اُن کے احوال سے ہوتا ہے جو عالمِ آخرت میں بھی ویسا ہی وہ لوگ کہ اُن عالم سے چلے گئے ہیں اُن کی طرف سے بھی ہمارے دل پر اُن کی توجہ کا اثر پڑتا ہے پس انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا مرتبہ اس سے اعلیٰ ہے کہ ہم جب اُن کی طرف متوجہ ہوں اور ہماری توجہ سے اُن کی توجہ ہماری طرف ہو اور اُن کا اُن کی طرف سے ہمارے دل پر پڑے اور اُن کی توجہ سے ہمارا کیا حال ہو۔ ولا حاد المھاسن معینات وخصصاحت اور تو بیان ہوا کہ کل احوال اس عالم کے جمیع اوقات میں اُن کی مسلکِ معرفت میں نہیں ہیں البتہ بعض حال اس عالم کے افراد کا اُن کو معلوم ہوتا ہے مگر اس محدودیت کے لیے کئی وسائل اور علاقے ہیں جو اُن سے خاص اُن افراد عالم کے خاص احوال کا علم ارواحِ طیبہ خاصانِ الہی کو ہوتا ہے منھا ہمة صاحب

الحاجة وهي استیلاء صاحب تلك الروح العزيزة على صاحب الحاجة
اُن وسائل سے ایک یہ بات ہے کہ ہر صاحبِ حاجت کی یعنی صاحبِ حاجت کا
اپنی ہمت ارواحِ طیبہ کی طرف متوجہ کرنا چنانچہ خود امامِ ہمت کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ

غلبہ کرنا اس روح طبعی صاحبِ حاجت کا اور صاحبِ حاجت کے لئے یعنی جب آدمی کسی چیز کی طرف ہمت نہ مصروف نہ توجہ تو اس کی روح اس چیز پر غلبہ کر جاتی ہے۔ اور وہی چیز اس کو دیکھنے لگ جاتی ہے وہی سنی جاتی ہے۔ وہی دواں ہو جاتا ہے خیال میں بسنے لگ جاتی ہے اور سب طرف سے اس کے ہواں نظام میں سطل ہو جاتا ہے۔ یعنی معنی غلبہ روح کے ہیں پس ہمت اپنی متوجہ کرنے سے صاحبِ حاجت کے ارادہ طبعیہ کا ایک اثر صاحبِ حاجت میں پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ اُس کی مثال امام نے دی ہے وکما توفرت مشاہدۃ صوری الخ فی حضور ذکرہ وخطوس نفسہ

بالبال کذا لک تو ترمشاہدۃ ذالک المیت و مشاہدۃ تربتہ الخی
تجانب قالہ۔ جیسا کہ ان پر ذکر کرتا ہے مشاہدہ صورت زندہ شخص کا وقت ذکر اُس کے اور وقت اُس کے دل میں تصور کرنے کے ایسا ہی اثر ہوتا ہے مشاہدہ میں اُس میت کے اور مشاہدہ قبر میں اُس کے جو اُس کے قالب کا حجاب ہے۔ فان اثر

ذالک المیت فی النفس عند غیبہ قالبہ لیس کا اثر فی حال حضور لا
و مشاہدۃ قالبہ و مشاہدۃ پس تحقیق کہ اثر اُس میت کافی نفسہ وقت غائب
ہونے اُس کے قالب کے نہیں ہے بلکہ اثر اُس کے وقت حاضر ہونے اُس میت
کے اور مشاہدہ اُس کے قالب اور قبر کے۔ یہ بھی تشبیہ احوال عوام کے ساتھ
احوال خواص اور انھیں انھیں کی ہے یہ طریق امام نے شاید اس وجہ
سے اختیار فرمایا کہ اگر خاص لوگوں کا حال بیان کیا جائے تو عوام کی فہم میں نہ آئے گا
کیونکہ عوام کو خاص لوگوں کے احوال سے بالکل نامناسب ہے پس عام لوگوں کے
احوال کے بیان سے اُن کو اور اک ہو سکتا ہے کہ ہمارا ایسا حال ہے تو خاص لوگوں کا

حال بن برین اولی ہو گا۔ ومن ظن انه قادر علی ان یحضر فی نفسه ذالک آمیت
 عند بغیبتہ مشہدہ کما یحضر عند مشاہدہ مشہد ذالک ظن خطا فان
 المشاہدہ اثر البتہ الیس الغیبتہ مشہدہ اور جو گمان کرے کہ وہ قادر ہے اس بات
 پر کہ میت کو اپنے دل میں غیبت کے وقت اُس کے قائب اور مشہد کے ایسا حاضر
 کرنا ہے جیسا مشاہدہ کے وقت اُس کے مشہد کے پس وہ گمان اُس کا خطا ہے
 اس لیے کہ مشاہدہ کے لیے اثر ظاہر ہے جو غیبت کے لیے نہیں۔ زائر کیلے
 فریت غائب پر ہونا حال اُس زائر کا ہے جو زیارت کے بعد ترقی نہ کیا ہو خواہ وہ زائر
 محبوب ہو یا اصل اس لیے کہ بروقت زیارت مشہد مبارک کے روح طیب اُسکے
 رو برو ہوتی ہے پس مشہد کے برکات اُس پر فائز ہوتیں اور مشاہدہ مشہد کا اُس کی توجہ
 اور تصور کو معین ہوتا ہے اور بسبب زیارت کے اہل مشہد پر حق پیدا ہوتا ہے جیسا
 کہ ہم میں کہ سہرا اثر کو حق ہے یعنی دنیا میں کوئی شخص اگر کسی کی ملاقات کے لیے
 اُس کے مکان پر آئے تو ملاقات کرنے والوں کا خیال اور لحاظ پیدا ہوتا ہے
 پس جن کو عدائے مصداق وانک لعلی خلق عظیمہ کا بنایا ہے بلکہ بغیر حضور می
 ان کے پاس وہ لوگ رفاہ خلائق کی طرف متوجہ ہیں بعد ان کی زیارت کے ان
 کی توجہ کا کیا حال ہو لیکن جزا اثر کہ بوقت زیارت محبوب ہو اور بعد زیارت حالت عین
 میں اُس کو وصال الہی سرفراز ہو گیا ہو اور یہ مرتبہ سرفراز نہیں ہوتا جب تک محویت
 ذات محمدی میں سرفراز نہ ہو اور حالت محویت میں قرب حقیقی نبوی سرفراز ہوتا ہے
 جو قرب ظاہری سے بوقت زیارت محبوب کو ہوتا ہے بدرجہا افضل ہے جیسا کہ حدیث
 صاحب نے فرمایا ہے۔ دوران باخبر و حضور و نزدیکان سبے بصر دور۔ و صفت

استعان فی الغیبة بذالک المیت لم یکن هذا الاستعانة خرافة ولا تخیلاً
من اثر مآ۔ جو شخص کہ مد طلب کرے اُس میت سے تو نہ ہوگا یہ مد طلب کرنا بیکار

اور نہ خالی ہوگا یہ ایک اثر سے انتہی۔ محرر اوراق برہن کر رہا ہے کہ مقصود نقل قول امام
حجۃ الاسلام سے خاص یہی قول ہے کہ امام حجۃ الاسلام علماء شریعت سے ہیں جو کچھ
اُن کا تجربہ علوم شریعت میں ہے شہرہ آفاق ہے پس وہ فرماتے ہیں کہ خاصانِ حق
سے مد طلب کرنا بعد اُن کے دنیا سے پردہ کر نیکے اثر عظیم رکھتا ہے پس انہوں
نے جی استدعا غائب کو منع نہیں فرمایا اور نہ مذاکونا چاہنا کہ بلکہ استدعا غائب
میں ایک اثر کے قائل ہوئے پھر استدعا غائب میں جو اثر پیدا ہوتا ہے اُس کی
دلیل میں دو حدیث بیان کئے۔ حدیث اول۔ قال علیہ السلام من صلی علی

حرۃ صلیت علیہ عشر۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
جو تجھ پر ایک بار درود پڑھے میں اُس کے لیے دس دفعہ نزولِ رحمت
کے لیے خدا سے دعا کرتا ہوں پس آپ پر درود بھیجنا خواہ حالتِ غیبت
میں ہو یا حضور ہی میں اُس سے آپ کی ذاتِ پاک پر ایک اثر پیدا ہوتا ہے
جس کی وجہ سے آپ اُس کے لیے دس بار نزولِ رحمت کے لیے دعا
فرماتے ہیں۔ ومن اجاب المؤمن حلت له شفاعتی اور جو شخص کہ مومن
کو جواب دے اُس کے لیے میری شفاعت حلال ہے ایسا ہی مومن کو
جواب دینا خواہ کیسی ہی جائے ہو غامضاً یا غائباً اُس کے لیے خاص شفاعت کا
 وعدہ حضرت نے فرمایا کیونکہ شفاعتِ عامہ کا حضرت کی ہر مومن امیدوار ہے۔ دوسری
حدیث امام نے اس امر کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تہذیبی زیارت سے زائر کے حال پر حضرت کی کیا سرفرازی ہوتی ہے۔
 ومن زائر قبری وجبت له شفاعتی۔ جو میری قبر کی زیارت کرے
 اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔ جب کہ آپ کی قبر مطہر کی زیارت سے
 فیضانِ وجوب شفاعت زائر کے حال پر ہوتا ہے اس لیے امام نے معنوں پر
 پر اپنے قول کے ساتھ تفریع کی ہے۔ فالتقرب بقلبه الذی هو اخص
 الخواص به وسیلۃ تامۃ لتقاضیہ للشفاعۃ پس نزدیک کرنا آپ کے
 قالبِ شریف کے ساتھ جو وہ سب سے زیادہ آپ سے خاص ہے پورا وسیلہ ہے
 جو آپ کی شفاعت کو چاہنے والا ہے والتقرب بولدۃ الذی هو بضعۃ

منہ ولو بعد نوالد وتناسل والتقرب بمشہدۃ ومسجدۃ وبلدۃ
 وعصاۃ وسوطۃ وغضارۃ والتقرب بعبادۃ وسیرۃ والتقرب بكل
 مالہ منھا مناسبتۃ الیہ تقرب موجب للتقرب الیہ مقتضی لشفاعۃ۔
 اور نزدیک کی چاہنا آپ کے فرزند کے ساتھ جو وہ آپ کے عزیز میں اگرچہ کئی پشت
 کے بعد ہوں اور نزدیک کی چاہنا آپ کی قبر شریف کے ساتھ اور آپ کی مسجد شریف
 اور شہر مبارک اور عصا مبارک اور کوڑہ اور ظرف گلی اور عادت اور وصلت مبارک
 کے ساتھ اور نزدیک کی چاہنا ہر ایک اُس چیز کے ساتھ کہ اُس سے آپ کی ذات مبارک
 کو مناسبت ہے یہ باعثِ آپ کی نزدیک کی کا ہے جو آپ کی شفاعت کو مقتضی ہے۔

فانہ لا فرق عند الانبیاء فی کو نھم فی دار الدنیا و فی کو نھم فی دار الآخرۃ
 الا فی طریق المعرفۃ فان الہ المعرفۃ فی الدنیا الخواص الظاہرۃ فی
 العقبی الہ یعرف بہما الغیب اما فی کسوة مثال واما علی سبیل التصریح

ہیں۔ انہیں ان کے پس فرق میں سے پہنچانے اور ان کے وار دنیا میں اور پھر جو سننے کے
 وار آخرت میں مگر طریق معرفت میں پس سب معرفت کا دنیا میں جو اس نظام و ہیں اور آخرت
 میں سب معرفت کا وہ ہے جس سے حال غیب معلوم ہوتا ہے یا باب کس مثال یا صراحتاً
 یا قول انہم کا رجوع کرتا ہے ملت ابتداء غول ان کے۔ خوفاً التقرب بقالبہ الذی
 ہوا انحصار الخواص الخ سے اور ایک جملہ محدود ہے یعنی نزدیک کرنا آپ کے قالب شریف
 کے ساتھ وسیلہ تامہ بہ موجب ہے شفاعت کا پس یہ تقرب آپ کے قالب شریف
 کے ساتھ ہر دو صورت میں برابر ہے خواہ آپ دنیا میں تشریف فرما ہوں یا عالم آخرت
 میں دنیا میں آپ کی صحبت میں حاضر ہو کر اور اگر آپ عالم آخرت میں ہیں تو آپ کی قبر شریف
 کی زیارت حاصل کر کے اور آپ کا خیال اور تصور دل میں جما کر اور اپنی روح اور جان
 کو مہر تن حضرت کی جانب مصروف کر کے حضرت کے قالب شریف سے نزدیکی حاصل
 کر سکتا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا قالب شریف جیسا کہ دنیا میں تھا ویسا ہی عالم
 آخرت میں ہے کیونکہ حق تعالیٰ حرام کیا ہے زمین پر اجساد طیبہ انبیاء علیہم السلام کو کہ
 کہا دے اگر فرق ہے تو فقط ہمارے آئہ معرفت میں کہ ہم حضرت کو ہمارے حواس
 ظاہری سے دنیا میں پہچانتے ہیں عالم آخرت میں حضرت کو اس آئہ سے پہچانتے
 کہ جس سے ہم کو ان غائب کا حال معلوم ہوتا ہے وہ آئہ ہماری روح اور دل کا
 خیال جمانا ہے کہ ہم کو بہ سبب روح کے عالم رویا میں غائب کا حال معلوم ہوتا ہے
 خواہ مثال کے لباس میں خواہ صراحتاً یعنی ذات بعینہ اگر ہم دل میں کسی شخص کا خیال
 جمائیں تو اس شخص کی صورت ہمارے دل میں اور خیال اور تصور میں موجود ہو جاتی
 ہے واما الاحوال الآخر فی التقرب والشفاعۃ فلا تتخیر۔ لیکن

دوسرے احوان جو حضرت سے نزدیک اور قربت حاصل کرنے کے ہیں وہ متمیز نہیں ہوتے جو
آپ عالم دنیا میں برآمد ہوں یا عالم آخرت میں یہ قول راجع ہے طرف قول امام کے والہ تعویب
جولدا کا ہے یعنی تقرب آپ کے قالب شریف کے ساتھ حاصل کرنیکی صورت میں اللہ
ہمارے اللہ معرفت میں فرق ہے کہ آپ دنیا میں تشریف فرما ہوں تو آپ کو شناخت کا سبب
اور ہے اور آخرت میں تشریف فرما ہوں تو اللہ معرفت ہمارا دوسرا ہے اگر دوسرے اسباب
جو آپ کی تقرب حاصل کرنے کے ہیں جب تک تفصیل امام نے فرمائی کہ تقرب آپ کی اولاد
امجاد سے یا آپ کے افعال مبارک یا مسجد وغیرہ اس کا حال مختلف نہیں اس بات میں کہ خواہ
آپ دنیا میں تشریف فرما ہوں یا آخرت میں۔ والو کن الاعظم فی ہذا الباب الاول
والاہتمام من جهة المل وان لم یشتو صاحب الوسيلة جنك المصلح
اور رکن اعظم اسباب میں مدد کرنا اور اہتمام کرنا ہے طرف سے مدد کرنے والوں کے اگرچہ
نجانے وہ شخص کہ جس نے خاصان الہی کو وسیلہ کیا ہے اس مدد کو پہلے امام نے بیان
کر چکے ہیں کہ خاصان حق سے حاجت روائی ہونے میں دور کن ہیں۔ ایک طلب مدد کرنا
حاجت مند کا دوسرا مدد کرنا خاصان حق کا آپ امام یہ فرماتے ہیں کہ ان دور کنوں میں بڑا رکن
حاجت روائی میں خاصان حق کا مدد کرنا ہے کیونکہ رکن اول جو مدد چاہتا ہے اس سے یہی
مقصود ہے کہ خاصان حق مدد فرماویں وہ مستقلاً حاجت روائی کو کافی نہیں ہے۔ فاتحہ
لورضع شعری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سادۃ اوسطہ
علی قبر عاصی اومذنب بخلافک المذنب ببرکات تلك الذخيرة من
العذاب وان کان فی دار انسان اولیة لا یصیب تلك الدار واهلها
وتلك البلدة وسكانها ببرکاتہا بل ان لم یشتو صاحب الدار وسانک بلدة

پس تحقیق کہ شان یہ ہے کہ اگر کہا جائے موعے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا تکیہ مبارک یا کوڑا آپ کا گنہگار کی قبر پر نجات یا دیگاہ گنہگار برکات سے اوس کے عذاب سے اگر وہ تبرکات کسی کے مکان میں ہوں یا کسی شہر میں ہوں تو اوس مکان اور اہل مکان اوس شہر اور اہل شہر پر بلاۃ اوسے کی اون تبرکات کی برکت سے فان اهتمام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو فی العقبی مصروف الی ماھربہ منسوب و دفع الیہ الامراض والعقوبات مفروضة من جہۃ اللہ تعالیٰ الی الملائکۃ وکل ملائک حریص علی اسعاف ما حرص النبی صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ بکھمتہ الیہ عن غیبر کما کانت فی حال حیوۃ فان تقرب الملائکۃ یردھ المقلد سۃ بعد موۃ اذید من تقربہم بہ فی حل حیوۃ پس تحقیق کہ توجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوس حالت میں کہ حضرت آخرت میں تشریف فرما ہیں مصروف ہے اس طرف جو حضرت کی جانب منسوب ہے یعنی آپ رحمۃ للعالمین ہیں آپ کی ذات تمام جہان کے لئے رحمت ہے آپ کی ہمت مبارک ہمیشہ رفاہ خلق اور اون کی حاجت روائی کی طرف متوجہ ہے اور مکروہات اور امراض اور عقوبات کا دفع کرنے کے لئے خدا کی جانب سے فرشتے مقرر ہیں اور فرشتہ حریص ہے اوپر جاری کرنے اوس چیز کے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حریص ہیں اپنی ہمت مبارک کے ساتھ نیت اور چیزوں کے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حال حیوۃ میں اوس طرف متوجہ تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ حالت حیات میں است کی یہودی کے جانب متوجہ تھے دیا ہی جب عالم آخرت میں تشریف فرما ہیں اب بھی یہودی است کی طرف متوجہ ہیں پس تحقیق کہ ملائکہ کی نزدیکی آپ کی روح مقدس کے ساتھ بعد آپ کے وفات

بہت سب سے بڑے فوائد متعدد پر نقل کی گئی تاکہ لازم کی استعداد ہو پس مسکریٹ کی وجہ سے کہ لفظ یا مذاہم
 اور خدا کے رب حاضر و ناظر کوئی فرد مخلوق نہیں اگر کسی کو سوہ سے خدا تعالیٰ کے سبب حاضر و ناظر جانے تو شرک
 ہے جو اب اوس کا یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سب یا حاضر و ناظر سوہ
 خدا تعالیٰ غراسمہ کے کوئی نہیں ہے اگر یہ حکم نہ احدث اور عمل صحابہ اور اجماع سے
 ثابت ہو اور اقوال اولیاء اللہ اوس کے مطابق ہیں اور احوال اولیاء اللہ سے ندا کے فو
 نواز کے حد سے بھی بڑھ گئے ہیں تو اس صورت میں مسئلہ کی کیون ایسی توجہ کی جائے
 جو شرک کی حد کو پہنچے اور نہ حدیث اور اجماع اور عمل صحابہ اور اقوال اور احوال
 اولیاء اللہ کا انکار کیا جائے خلاصہ اوس کا یہ ہے کہ جب ہم نے اس امر کا اقرار کر لے
 کہ سب جائے حاضر و ناظر سوہ سے خدا کے کوئی نہیں ہے تو ہمارا خیال جو شرک کا عقادہ
 نہ رہا اب یہ بات باقی رہی کہ ندا سے سب جائے حاضر و ناظر جاننا خاصان خدا کا لازم آتا
 ہے جو یہ شرک ہے یہ لازم مست بھی بالکل غلط ہے اگر تہا ہی یہ لازم صحیح ہوتی تو کیون
 حدیث اس کے جواز کا حکم دیتی اوس پر عمل صحابہ کیون ہوتا اور اجماع اس کی جواز پر کیون منع
 ہوتا اور کیون اولیاء اللہ حکم نہ ادا دیتے اور عام مخلوق کو کیون نفع پہنچا پس یہ شرک
 کیسا ہوا کیا حدیث سے جواز شرک ثابت ہے یا علماء جواز شرک پر اجماع کئے یا اولیاء اللہ
 اجازت شرک کی دیتے ہیں معاذ اللہ بلکہ احادیث اسباب میں وارد ہیں اور اجماع است
 جو جواز نہ پر ہوئی اور احوال و اقوال اولیاء اللہ اوس کے شاہد ہیں اوس کی توجہ صحیح
 ہو سکتی ہے کہ جس سے نہ تو شرک لازم آتا نہ انکار حدیث اور اجماع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا
 نے وجود انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو سراسر نفع رسانی خلاق کے واسطے پیدا کیا ہے
 ان کو اپنی بارگاہ میں واسطہ فیض رسائی کا کیا پس بوقت ندا ان کے اسماء کے خدا کی جانب
 سے جو وہ سب جا حاضر و ناظر ہے ان کو اطلاع ہو جاتی ہے پس وہ ندا کرنے والوں کے

حال جسے مطلع ہو جا۔ تب میں اور ان کی مدد کی طاقت بدعا اور شفاعت متوجہ ہوئے ہیں۔ پس
 اسی توجہ کے ساتھ کہ انبیاء و مرسلین جو جو ان کے پاس آئے ہیں اور اسی کے عدا جماع اور اسکی
 عدا قوال اور انکار اعداء اور ان کے احوال ہیں اوس میں کوئی شرک کی بات نہیں اور اسی توجہ
 سے آدمی شرک سے بچتا ہے اور انکار اعداء اور اجماع اور اقوال اولیاء اللہ اور اوستے
 احوال کے انکار سے جو ایک دہان غلیم ہے محفوظ رہتا ہے اور فیضان خاصان الہی سے
 مستفید ہوتا ہے جو سعادت عظمیٰ ہے بخلاف اوسکے جو اہل خلافت اوسکے توجہ کرتے ہیں۔ اوس
 انکار اعداء اور نیز انکار اجماع اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ کا ناشی ہوتا ہے جو
 ایک بارگراں ہے اس سے خود بھی فیضان خاصان خدا سے محروم رہتا ہے اور دوسروں
 کو بھی محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس توجہ میں دوسرا مقدمہ مذکور میں۔ آدھا یہ کہ
 خدا نے انبیاء اور اولیاء اللہ کو نفع رسائی خلایق کے لئے پیدا کیا ہے اور ان کو اپنی بارگرا
 میں واسطہ فیض رسائی خلایق کیا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ بوقت نداء ان کے اسماء کے انکو
 خدا کے جانب سے اطلاع ہوتی ہے پس وہ حاجت روائی خلایق کے لئے بدعا اور شفاعت
 متوجہ ہو جاتی ہیں۔ بیان مقدمہ اولیٰ وہ یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی ذوات مطہرہ کو خدا نے
 نفع رسائی خلایق کے لئے پیدا کیا ہے اوس کی تقریر آگے گندی کہ انبیاء علیہم السلام
 کی ذوات مطہرہ اور اولیاء اللہ کی ذوات طیبہ سے کیا کیا منافع دنیوی و آخری خلایق کے لئے
 ہیں۔ مقدمہ ثانیہ وہ یہ کہ بوقت نداء ان کے اسماء کے ان کو خدا کے جانب سے اطلاع
 اس ندا کی ہو جاتی ہے پس وہ حاجت روائی خلایق کے طرف بدعا اور شفاعت متوجہ ہو جاتی
 ہیں پس یہ مقدمہ بھی سبکی و جزو پر ہے جزو اول یہ کہ بوقت نداء ان کے اسماء کے انکو
 اوسکی اطلاع خدا کی جانب سے ہو جاتی ہے۔ توضیح اوسکی یہ ہے کہ حدیث اور مذکور ہوئی
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فرمائے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے تو میں

اوس نے لئے اس بار زور کی دھمکی دیا کہ عاقر تاہون اور دوسری حدیث میں درود ہے کہ جو ہون
 کے روز مجھ پر درود عرض کرے اوس کو بذاتہ میں سنا ہون اور دن کا درود فرشتے مجھ
 تک پہنچاتے ہیں پس جبکہ درود کی اطلاع بذاتہ یا بواسطہ فرشتہ حضرت کو پہنچاتی ہے تو
 جو لوگ مصیبت زدہ حضرت کو وقت مصیبت پکار میں اوس کی اطلاع حضرت کو کیوں نہ ہو۔
 لیونکہ حضرت ہمیشہ اپنی امت مرحومہ کے رفقاء کے طرف متوجہ ہیں دنیا میں بھی ہمیشہ حضرت
 کو اپنی امت کا خیال رہا آخرت میں بھی ایسا ہی ہے حضرت کی ذات مبارک تو کافریں کے لئے
 بھی رحمت ہے اہم سابقہ میں جیسا کہ کافریں پر عذاب دنیا میں ہوتا تھا باعث آپ کے
 حق تعالیٰ کافریں پر عذاب نازل کرنے میں اغماض فرماتا ہے پس حضرت کی رحمت کا در وقت
 مصیبت آپ کے نام مبارک کے ساتھ ندا کرنے والوں کے لئے کیوں نہ جوش میں آئے
 اور خدا کی رحمت کیوں نہ متقاضی ہو کہ جب کوئی امتی آپ کا مصیبت زدہ اوس کے
 حبیب کو پکارے حق تعالیٰ اوس کی اطلاع کیوں اپنے حبیب کو نہ دیوے یہ تو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ندا کرنے کا ہوا اب حال اولیاء اللہ کے اسما کے ساتھ ندا
 کرنے کا من لیجئے کہ اولیاء اللہ فیض یا قسکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور حضرت
 کے تابعین میں پس جو حال کے متبوع کا ہے وہی حال تابع کا ہے علاوہ اوس کے جب
 جنگل میں اعبیون یا عباد اللہ کا حکم ہوا کہ بوقت مصیبت کے بندگان خدا کو پکارو جبکہ
 اطلاع خدا کی طرف سے بندگان خدا کو پکارنے کی ہونہندگان خدا کی طرف سے کیا اعانت
 ہوگی پس بندگان خدا کو پکارنے کا حکم جو حدیث سے ثابت ہوا بیکار ہوگا۔ تیسری بات یہ ہے
 کہ حدیث طہنیں گوش جو مذکور ہوئی۔ اوس سے یہ بات ثابت ہے کہ بوقت یاد کرنے میں
 کے کان تک اوس کا اثر پہنچتا ہے پس مومنین کاملین جو اولیاء اللہ میں اون کو پکارنے
 کے وقت اون کو پکار نکلی کیوں نہ اطلاع ہو چوتھی یہ بات ہے کہ اولیاء کبار فرمائے ہیں کہ

بوقت مصیبت ہم کو پکارا کر دہم تمہاری مدد کرتی تگی اور قوا تر اخبار اور خبرات لیترہ سے بھی
 یہ امر ثابت ہے کہ بوقت ندا اولیاء اللہ کے تائید ہوتی ہے اور حاجت مندا پنی مقصود کو
 پہنچتے ہیں پھر جبکہ خدا کی طرف سے بوقت ندا اولیاء کو اطلاع نہ تو پھر ارشاد اولیاء اللہ
 کس امر پر محمول کئے جائے اور حاجت روائی خلائق بوقت ندا اون کے اسما کے کیسی ہو
 پانچواں یہ ہے علماء اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ اولیاء اللہ کو کرامت کشف غیب ہوتا ہے
 چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال اوپر مذکور ہو گیا کہ بغیر وجہ ساری کے اور مذاہم
 شریف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساریہ کا حال حضرت عمر کو مکشوف ہو گیا پس اگر بوقت ندا کے
 اولیاء اللہ کو کشف غیب ہو اور مذاہم کا حال اون کو معلوم ہو تو کیا عجب ہے میں اب فتویٰ
 شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ کا واسطے زیادہ توضیح کے نقل کرتا ہوں جو جواب میں ایک سوال
 کے کشف غیب اولیاء اللہ کے حال میں تحریر فرمائے ہیں وہ فتاویٰ حدیثیہ میں مدج ہے
 وہ یہ کہ کسی نے شیخ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کوئی کہے کہ مؤمن غیب جانتا ہے
 تو کیا اوس قائل کو کافر کہا جاوے سبب قول اللہ تعالیٰ کے قل لا یعلم من فی السموات
 والارض الغیب الا اللہ۔ کہو تم اسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتا ہے جو
 شخص آسمان وزمین میں ہی غیب کو سوائے خدا کے اور قول اللہ کا عا لم الغیب
 خلا یظہر علی غیبہ احدا۔ یعنی حق تعالیٰ جاننے والا غیب کا ہے پس نہیں خبردار کرتا
 ہے اپنے غیب پر کسی کو۔ یا قائل سے تفصیل پوچھا جائے کہ مؤمن کی غیب جانتے سے
 کیا مراد ہے کیونکہ جزئیات غیب کا جاننا باطلاع الہی مؤمن کو جائز ہے کل غیب کا جاننا
 البتہ خدا کا خاصہ ہے جو اب دیکر شیخ نے کہ ایسے قائل پر اطلاق کفر نہ کیا جائے۔ بلکہ
 اوس سے تفصیل پوچھی جائے۔ من بعد وہ اگر کہے کہ میری مراد مؤمن کی غیب جاننے سے

سید۔ کہ بعض اولیاء تو خدا بعض غائب چیزوں کی اطلاع کرتا ہے تو اس قائل کا یہ قول
 قبول کیا جائے گی کہ یہ عقلاً جائز ہے اور نظراً واقع ہے کیونکہ اگر جملہ کرامات اولیاء اللہ سے
 تو اس قسم کی کرامات اولیاء اللہ سے بکثرت ظہور میں آتے ہر زمانہ میں بعض اولیاء اللہ
 حضرت نبی اکرم کو یہ الہام الہی جاتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ مغیبات کو بکشف حجاب
 مانتے ہیں بعض اولیاء اللہ کو لوح محفوظ سے مغیبات کشوف ہوتے ہیں اور کفایت
 رزق ہے اس امر میں رد جو قرآن شریف میں خبر ہے حضور علیہ السلام کے حال سے بنا کر تہ
 اس امر کے کہ آپ دلی ہیں اور یہی مذہب اکثر علماء اور تمام عارفین کا ہے لیکن صحیح یہ ہے
 کہ آپ نبی ہیں اور وہ حال جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا روایت کیا گیا کہ آپ نے
 ایک عورت کے حل سے خرد کے لڑکا ہے ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
 بال سے روایت ہے کہ آپ کو ساریہ اور اون کے لشکر کا حال کشوف ہوا پس آپ نے
 سارے اس وقت کہ آپ منبر پر جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اے ساریہ بہادر کو اختیار
 رو حضرت بچاتے تھے اوس قابو گاہ سے جو دشمن استیضال سلیم کا ارادہ کئے تھے
 وروہ روایت کہ بھت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوئی کہ حضرت عمرؓ
 لون سے ہیں جن پر حق تعالیٰ الہام فرماتا ہے اور رسالہ قشیری و عوارف سہروردی میں
 غیر ہا میں احوال اولیاء اللہ کے کتب میں روایات بشمار ہیں کہ جس میں ذکر ہے کہ اولیاء اللہ
 نے غائب باتوں کی خبر دے ہیں جیسا کہ قول بعض اولیاء اللہ کا کہ میں کل کے روز وقت
 مردوں کا ایسا ہی ہر واجب اون کا دفن ہوا تو وہ اپنی آنکھ ہول دے پس جو لوگ اون کو دفن
 کئے تھے کہے کیا موت بعد زندگی ہے اوہنوں نے فرمے کہ میں زندہ ہوں اور جو
 اسکے دوست ہیں وہ زندہ ہیں۔ اور قول بعض اولیاء اوس شخص کو کہ واسطے امتحان کے

اودن کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اعلیٰ ان اللہ دیعلہما فی احکمہ فاحد سہوہ
 یہ آیت قرآنی ہے اور اسکی معنی یہ ہیں تم جان لو اس بات کو کہ خدا تمہاری ولوں کی بات
 بیان کرتا ہے پس خدا سے خوف کرو پس جو شخص بطریق انکار حاضر ہوا تھا یہ آپ کے
 کشف باطن سے متنبہ ہوا اور اپنے دل میں توبہ کیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی ہو
 الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ یعنی اللہ کی وہ ذات پاک ہے کہ اپنے بندوں کے
 توبہ قبول فرماتا ہے اور سہروردی حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں
 کہ حضرت نے ایک شخص کو فرمائے کہ تیرے پاس فلا نے شخص کی امانت ہے
 (وہ مجھ کو دے) پس وہ شخص توقف کیا کیونکہ شرع مانع تھی پھر جبکہ اسکو سواے اس
 امانت کے حضرت کی خدمت میں گزران دینے کے چارہ نہیں ہوا اس امانت کو آپ کی
 خدمت میں گزران دیا پھر جس نے امانت رکھوایا تھا اس کے پاس سے خط آیا کہ اسقدر
 زرقہ حضرت کی خدمت میں پہنچا دے پس وہ اسی قدر تھا جو وہ حضرت کو گزرانا تھا
 ایسا ہی امام یافعی نے کہے ہیں اور امام یافعی نے حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ سے
 باسناد صحیحہ روایت کئے کہ ایک شیخ نے ایک جماعت کو حضرت کی خدمت میں روانہ
 کئے کہ وہ حضرت سے کہیں کہ چالیس سال سے میں درکات باب قدرت میں ہوں
 اور آپ کو وہاں دیکھا نہیں پس اس وقت حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب کی
 ایک جماعت کو فرمائے کہ تم فلاں ولی کے پاس جاؤ تم راستہ میں ایک جماعت کو
 پاؤ گے جو وہ شیخ نے اودن کو اس پیام سے میرے پاس بھیجے ہیں تم اودن کو اپنے
 ساتھ اودن شیخ کے پاس پھر لجاؤ اور اودن کو کہو کہ تم شیخ عبدالقادر سلام کہتے ہیں اور
 فرماتے ہیں کہ تم درکات میں ہو اور جو لوگ کہ درکات میں ہیں اودن کو نہیں دیکھتے جو

مقام حضرت میں ہیں اور جو مقام حضرت میں ہیں انکو نہیں کہتے جو مقام شیخ میں ہیں میں مقام محدث
 میں ہوں داخل ہوتا ہوں اور نکلتا ہوں باب سہری جو تم مجکو نہیں دیکھتے ہو ساتھ نشانی اوس
 خلعت کے جو میں نے اپنے ہاتھ پر تھارے واسطے نکالا تھا وہ خلعت رضاعتی اور
 ساتھ نشانی اوس خلعت کے جو فلان شب کو میرے ہاتھ سے تم کو پہنائی گئی وہ خلعت
 فتح ہے اور ساتھ نشانی اوس کے کہ درکات میں بارہ ہزار دلی کے روبرو تم کو خلعت
 ولایت دی گئی کہ وہ فرحیہ سنہری تھی جس کا نقش سورہ اخلاص تھا میں نے تمہارے لئے
 نکالا تھا بالاخر وہ شیخ نے جب یہ کیفیت سنی تو کہے کہ شیخ عبدالقادر سیح فرمائے اور
 آپ صاحب وقت اور صاحب نصرت ہیں حال یہ روایت بہت الاسرار میں بھی ہے جو
 خضیہ مخدع میں نقل کی گئی اور شیخ اسحاق مہم ہن دہان اوس کے نام کی تصریح ہے
 کہ وہ شیخ عبدالرحمن طغیہ بنی بن فرق در میان اوس روایت کے اور بہت الاسرار کے روایت
 کے یہ ہے کہ اوس میں بارہ اولیاء اللہ کے روبرو خلعت ولایت شیخ عبدالرحمن طغیہ بنی کو
 کو دیا جاتا ہے اور یہاں بارہ ہزار میں اتہی پھر شیخ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ
 ابی العیث ابن جمیل علیہ الرحمہ کا حال بھی ایسا ہی واقع ہوا کہ ایک راہزن نے آپ کے
 پاس غلہ لایا اور دوسرے نے ایک بیل لایا پس شیخ نے حکم دے کہ اوس کو بکایا جا
 اور کہا یا جائے فقہا اوس کے کہانے سے بازار میں پس بعد کہانے فقہرا کے
 ایک شخص شیخ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے آپ کے فقرا کے لئے غلہ
 نذر کیا تھا اور دوسرا شخص آیا اور کہا کہ میں نے آپ کے فقرا کے لئے ایک بیل نذر
 کیا تھا پس راہزنوں نے وہ غلہ اور بیل لے لئے اور شیخ نے حکم فرمایا تمہارے ہاتھ
 بیل کا سر باقی رکھا جائے پس جس نے بیل نذر کیا تھا اوس کو بیل کا سر دیا اور اوس

سین و چپان نیا پھر مہمانے مخالفت شیخ پر نادم ہوئے۔ شیخ نے فرمایا: اللہ سے
 اس قدر صبر اور محبت ہے کہ جسکی گنتی نہیں ہے اور کفایت کرتا ہے قول علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کا جو حدیث صحیح ہے کہ میری راست میں وہ لوگ ہیں جسکو الہام الہی ہوتا ہے اور میں
 سے عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ تم مومن کی فراست
 سے ڈرو کہ وہ خدا کے نوز سے دیکھتا ہے ایک وقت حضرت جنید علیہ الرحمۃ جامع مسجد
 میں دغظ فرما رہے تھے ایک نصرانی آپ کی مجلس میں آکر ٹھہرا یعنی حضرت جنید اوںکو
 نہیں جانتے تھے کہ وہ نصرانی ہے اور ظاہر لباس اوس کا کچھ مسلمانوں کے لباس سے
 فرما بھی فرق نہیں رکھتا تھا۔ پس نصرانی نے کہا کہ معنی اس حدیث کے کیا ہیں جو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے کہ تم مومن کے فراست سے ڈرو کہ وہ خدا کے
 نوز سے دیکھتا ہے پس حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے عقوڑا مرقبہ فرما کر ارشاد فرمائے کہ
 تو مسلمان ہو جا تیرے اسلام کا وقت آگیا ہے پس وہ نصرانی اسلام لایا کسی نے بعض
 اولیاء اللہ سے پوچھا معنی فراست کے جو فراست کے اس حدیث میں مذکور ہے اور انہوں نے
 فرمائے کہ مومن کی ارواح ملکوت میں سیر کرتے ہیں پس معانی غیب پر مطلع ہوتے
 ہیں پس بیان کرتے ہیں وہ باتیں کہ خلق پر مخفی ہیں بیان مشاہدہ اور عیان ہے بیان ظن اور
 تخمین۔ معتزلہ کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہیں بر بنار استثناء جو کہ آیت ثانیہ میں مذکور ہے
 وہ کہتے ہیں کہ استثناء منقطع ہے حال اگرچہ سوال میں آیت ثانیہ کا استثناء مذکور نہیں ہے
 مگر آیت ثانیہ کا استثناء یہ ہے۔ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارضی
 من رسول یعنی خدا جانتے والا ہے غیب کا پس خدا خبر دار نہیں کرتا ہے کسی کو اپنے
 غیب پر مگر رسول کو جو وہ پسند کرتا ہے معتزلہ اس استثناء کو منقطع خیال کرتے ہیں۔ اور
 کہتے ہیں کہ سوائے رسول کے خدا کسی کو غیب کی اطلاع نہیں کرتا پس وہ اپنے اس

تقریر سے کرامات اولیاء اللہ کے منکرین انتہی انتہی تہمتہ فتویٰ ابن حجر کی عبارت تحریر کرتا ہوں
 اولیاء اللہ کو جزئیات علم غیب کے معلوم ہوتے ہیں اور ان روایتوں میں علم غیب کا
 جاننا جو خاص خدا کے لئے مذکور ہے وہ علم غیب کلی اور استقلالی ہے انبیاء علیہم السلام
 اور اولیاء اللہ کو جزئیات مغیبات سے جو اطلاع ہوتی ہے وہ خدا کے جانب سے
 ہوتی ہے پس یہ آیات علم جزئیات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے منافی نہیں
 ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو جزئیات مغیبات کی اطلاع ہوتی ہے
 خود بخود استقلالاً نہیں ہوتی۔ بلکہ بالاطلاع الہی ہوتی ہے پس اس صورت میں علم غیب
 کا استقلال خاص خدا کے لئے ہوا ابن حجر فرماتے ہیں کہ جو معنی اون روایتوں کی میں
 ذکر کیا تو وہی بھی یہی معنی ذکر کئے کہ وہ کہتے ہیں کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ غیب کو
 نہیں جانتا کوئی بلا استقلال یا غیب کے لئے کسی کو احاطہ علی نہیں ہے کہ غیب
 کلی کو کوئی جان سکے سوائے خدا کے لیکن معجزات اور کرامات پس باعث اطلاع
 الہی کے ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو خدا کی جانب سے ہوتی ہے۔ پس وہ
 باعث اطلاع الہی کے غیب کو جانتے ہیں اور ان کا علم غیب جو ہوتا ہے وہ معمولی اور
 عادی نہیں ہوتا تمام ہوا کلام نووی کا شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء
 اللہ کو علم مغیبات بالاطلاع الہی قائل ہونے سے کوئی محال پیدا نہیں ہوتا پس اس سے
 انکار عناد ہے کیونکہ یہ امر بدیہی ہے ایسے اعتقاد سے مشارکت انبیاء علیہم السلام کی یا
 اولیاء اللہ کی اس صفت میں لازم نہیں آتی کہ جو صفت خاص خدا کی ہے یہاں تک
 عبارت فتویٰ ابن حجر علیہ الرحمہ کی تامل ہو ہی۔ مقدمہ ثانیہ کا جزر دوم وہ یہ ہے کہ
 جب خاصان الہی کو حال نہا کرنے والوں کا معلوم ہوتا ہے تو ان کی حاجت روائی
 کے لئے خاصان الہی بدعا اور شفاعت متوجہ ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ جب

سید زکون کا حال جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنو ہم یہ بات
آپ کی دریاے رحمت کیون نہ جوش میں آئے کہ آپ کی ذات رحمۃ للعالمین ہے
اویار اللہ کا حال آپ کے ہی حال مبارک کے تابع اور آپ کے ہی حال مبارک
سے مستفیض ہے اور احادیث جو احوال میں اقطاب اور ابدال کے مذکور ہوئیں ان
سے ظاہر ہوا کہ بوقت شدت اور مصیبت کے وہ لوگ کیسے دعائیں بتضرع و انہماک
معروف ہوتے ہیں حدیث طنین اذن سے بھی جس کا ذکر اوپر کیا گیا یہ امر ظاہر ہوا
کہ جب کوئی مومن کو یاد کرتا ہے تو یاد کرنے والے کے حق میں دعا خیر کی کیسی
تربیت ہوئی۔ پس بوقت مصیبت کے یاد کرنا کہ اس وقت میں دعا خیر کی خاص حجت
ہے اور مومنین کا لین کوجن کا کشف غیب رتبہ امکانت کو پہنچ گیا ہے مصیبت
زدگون کے حال کے طرف بدعا و شفاعت متوجہ ہوئے کے لئے کیون نہ تربیت
ہو پس یہ ہر دو مقدمات مذکورہ مضمون احادیث اور اقوال اویار اللہ اور تصریحات
علماء متفقین سے جو قابل بہ کشف اویار اللہ میں ثابت ہو گئے جسکو تجربات کثیرہ بھی
مردودیتے ہیں وہ دو مقدمات یہی کہ بوقت ندامت اسما الہی کے اذن کو احوال سے ندامت
کرنے والوں کی اطلاع ہوتی ہے اور وہ بدعا اور شفاعت ندامت کرنے والوں کے
حال کے طرف متوجہ ہوتے ہیں پس یہ شرک ہے اور نہ اوس میں کوئی امر خلاف شرع
پیدا ہوتا ہے جو کہ اس عقیدہ میں قواعد میں دسکا ذکر اوپر کیا گیا بخلاف اوس توجہ کے جو مذکور کے بارہ میں
الخلافت کرتے ہیں اوس میں جو کچھ مضمون میں اوس کا بھی بیان تفصیل ہو گیا۔ ہاں اگر کوئی شخص شبہ
پیدا کرے کہ جو دلائل شرعی تم نے بیان کیا اوس سے یہ امر کھانا بجتے اور واضح ہے کہ مقربین الہی کو
بعد وفات کے بھی ندامت کرنے والوں کے حال سے اطلاع ہوتی ہے اور وہ مستفیض
کے حال کے طرف بدعا و شفاعت متوجہ ہوتے ہیں جو اب اوس کا یہ ہے کہ

مومن بنائے سے اور ان کے افعال اختیاری ہیں سیات اس عالم کی ۔ اور وہاں
مساوی ہے بلکہ بعد وفات اور ان کے لئے ترقیات مدارج ہیں پس بعد وفات
اور ان کو اطلاع از جانب حق تعالیٰ احوال مستغنیین سے ہونا اور وہ بدعا شفاعت
یہ جانب مستغنیین کے متوجہ ہونا بطریق اولیٰ جو مخصوص شرعی کے مساوات پر اور ان کی
حیات اور وفات اور نیز ان کی ترقیات بعد وفات ۔ دلالت کرتے ہیں ذکر
کرتا ہوں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون الذین امنوا وکانوا یقنون
لحم البشرو فی الحیوة الدنیا فی الاخرة لا تبدل لکلمات اللہ ذلک
هو الفرض العظیم ترجمہ تحقیق کہ اولیاء اللہ یعنی قربان الہی نہیں ہے خوف اور پر اور
نہ وہ غمگین ہوں گے وہ لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کئے اور ان کے
لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں نہیں تبدیل ہے خدا کے کلمات
میں یہ وہی کامیابی بڑی ہے اس آیت سے اولیاء اللہ کی خوشحالی اور خوش خبری
خدا کے جانب سے دنیا میں اور بعد وفات اور ان کے آخرت میں ثابت
ہے دوسری آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اتزل علیہم الملائکۃ
الا تحافوا ولا تحزنوا ابدا البشرو ابدا الجنة التي کنتم تعدون ترجمہ تحقیق کہ
وہ لوگ جو کہے کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر استقامت اختیار کئے نازل ہوتے ہیں
اور پر فرشتے کہ خون مست کرو اور خوش ہو تم ساتھ اس بہشت کے جس کے ساتھ
تم وعدہ کئے جاتے تھے شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کتاب بشری الکیب بقاریہ
میں لکھتے ہیں اخروح ابن ابی حاتم عن مجاہد فی الایة قال ان لا تحافوا ۔

ولا تحزنوا و ابشروا ای کا تحزنوا و لا تحزنوا علی ما خستم من امر الدنیا
 من دلد و اہل اودین فاذا استخلفکم فی ذلک کلمہ روایت کئے ابن ابی
 حاتم نے مجاہد سے تفسیر میں آیت مذکور کے کہ مجاہد نے کہ مت خوف کرو تم اور
 مت گنہگار ہو اور خوش ہو یعنی مت خوف کرو تم اور پر اوس چیز کے جو چھوڑی تم نے
 امر دنیا سے فرزند اور اہل اور قرض سے پس تحقیق کہ ہم تمہارے نائب ہوتے
 ہیں ان سب میں۔ و اخرج البیهقی عن مجاہد فی قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا
 ربنا اللہ ثم استقاموا ای اخوہ قال ذلک عند الموت روایت کئے
 بیہقی نے مجاہد سے یہ تفسیر قول حق تعالیٰ کے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم
 استقاموا کہ مجاہد نے کہ یہ خوشخبری مومن کو وقت موت کے ہوگی۔ انتہی
 جب مومنین کا میں جن سے حق تعالیٰ نے قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کے
 ساتھ تعبیر کیا یعنی مومنین ایسے ہیں کہ خدا کی توحید کا اقرار کئے پھر اسکی کمالیت
 کو چھوٹے جو وہ مرتبہ استقامت کا ہے اون لوگوں کو دنیا میں خوش حالی قرب الہی
 کی بھی بھروسہ وفات اور بوقت وفات بھی اون کے لئے بشارت رضا الہی کی ہوگی۔
 پس خدا جیسا کہ دنیا میں اون سے راہنی اور قریب تھا بعد وفات کے بھی اون سے
 راہنی اور قریب ہے پس اسی مضمون حق تعالیٰ دوسری آیت میں جو ملحق اور متصل
 آئیم قالوا ربنا اللہ ہے ارشاد فرماتا ہے وہ یہ آیت ہے بخن اولیہ کہ
 فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة یعنی ہم تمہارے دوست اور قریب ہیں دنیا کی زندگی
 میں اور آخرت میں یعنی وہ لوگ جو کمالیت ایمان حاصل کئے اور مرتبہ استقامت کو
 چھوٹے حق تعالیٰ اون کو خطاب فرماتا ہے کہ جیسے ہم تمہارے دوست اور قریب

دنیا میں ہیں ویسا ہی آخرت میں بھی ہیں موت ہماری عنایت کے ماتحت نہیں ہے پس
 پس یہ آیت جیسا کہ صان و صیرح مقصود پر دلالت کرتی ہے وہ ظاہر ہے آتہنی دوسری
 روایت کتاب بشری الکلیب کی نقل کرتا ہوں اخراج ابن ابی حاتم عن زید ابن
 اسلم قال یؤتی بالمومن عند الموت فیقال لا تخف مما انت قادم علیہ
 فینہب خوفہ ولا تخزن علی الدنیا و اہلہا و البشری بالجنة قبلہب
 خوفہ ولا تخزن علی الدنیا فیموت و قد اللہ عیسیٰ ترجمہ روایت کے
 ابن ابی حاتم نے زید ابن اسلم سے کہا اونہوں نے کہ لایا جائے گا مومن وقت موت
 کے پس کہا جائے گا کہ ست اکوف تو اوس حالت سے کہ جس حالت پر تو آئے والا
 ہے یعنی موت سے پس اوس کا خوف جاتا رہے گا اور غمگین ست ہو دنیا اور اہل دنیا
 پر اور خوش ہو ساتھ جنت کے پس جائیگا اوس کا خوف اور غمگین نہ ہو گا دنیا پر پس مرے گا
 وہ اوس حالت پر کہ خدا اوس کی آنکھیں ٹھنڈی کیا ہوگا۔ داخرج ابن منبہ
 عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اول ما
 یبشیر بہ المؤمن فی قبرہ ان یقال لہ البشر برضا اللہ و الجنة قد مت خیر
 مقدر ہم قد غفر اللہ لمن یشیعک الی قبرک و صدق من شہد لک و استجاب
 یتفقون لک۔ ترجمہ روایت کے ابن منبہ نے سلمان سے کہا اونہوں نے کہ فرما
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق کہ پہلے وہ چیز کہ قبر میں جس چیز کے ساتھ
 مومن خوشخبری دیا جائے گا وہ یہ ہے کہ مومن کو کہا جائے گا کہ تو ساتھ خوشنودی حق تعالیٰ
 کے خوش ہو یعنی تو اس بات سے خوش ہو کہ اللہ تیرے سے خوش ہے اور جنت
 سے خوش ہو تو اچھا آتا یا حق تعالیٰ اوسکو بخشد یا جو جھکو قبر تک تیرے پیو بچا دیا اور ندا

نے سچا کیا اوس کو جو تیرے اچھا ہونے کی گواہی دیا اور ردِ عاقبول کیا اوس کی جو تیرے لئے مغفرت چاہا۔ اخرج ابن ابی شیبہ والحاکم رحمہ اللہ فی شعب الایمان وابن مندہ عن محمد بن قزطبی قال اذا استبغثت نفس المؤمن عاد ملک الموت فقال السلام علیک یا اری اللہ اللہ یقرئک السلام ثم قرع هذه الآية الذین تتوفهم الملائكة طیبین یقولون سلامہ علیکم ترجمہ۔ روایت کئے ابن ابی شیبہ نے اور حاکم اور صحیح کہے ہیں اس حدیث کو بہی نے شعب ایمان میں اور روایت کئے ابن مندہ نے محمد قزطبی سے کہا وہیون نے کہ جس وقت مومن کو جاکنی ہوتی ہے تو ملک الموت اوس کی عیادت کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ سلام ہے تجھے پر اے خدا کے دوست خدا نے تم کو سلام فرمایا ہے پھر اس آیت کو تلاوت کئے جس کا یہ ترجمہ ہے وہ لوگ اوس کو ملا کہ خوش حالی سے دنیا دیتے ہیں اور ملا کہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہے۔

اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن ابنہ سئل عن قوله تعالى یا ایتہا النفس الطیئة ارجعی الی ربک راضیة قال ان اللہ اذا اراد قبض روح عبده المومن اطأنت النفس الی اللہ تعالیٰ واطمان اللہ الیہا۔ روایت کئے ابن ابی حاتم نے حن بصری سے تحقیق کہ وہ پوچھے گئے قول سے حق تعالیٰ کے۔ یا ایتہا النفس المطئنة الی آخرہ وہیون نے فرمائے کہ جس وقت خدا ارادہ کرتا ہے کہ اپنے بندہ مومن کی روح کو قبض کرے تو نفس اوس کا تسلی پاتا ہے خدا کے طرف اور خدا اپنی رحمت کے ساتھ اوس کے جانب متوجہ ہوتا ہے۔ وقال البیہقی فی الشیخہ البغدادیة سمعت اباسعید والحسن ابن علی الراعی یقول سمعت

ابی یقول رأیت فی بعض الکتاب ان اللہ یظہر علی کف ملک الموت
 بسم اللہ الرحمن الرحیم بخط من النور ثم یامرہ ان یبسط کفہ فی
 وقت وفاتہ فیرہ تلك الکتابہ فاذا اراد ان ھاروح العارف طارت الیہ
 فی اسرع من طرفۃ العین۔ ترجمہ کہا بہیقی نے شیخۃ البغدادیہ میں سنا میں نے
 ابو سعید اور حسن ابن علی داغظ سے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا میں نے
 وہ کہتے تھے کہ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ خدا اوپر کف دست ملک الموت
 کے خط نور سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ظاہر کرے گا پھر ملک الموت کو خدا حکم کرے گا
 کہ وہ اپنے کف دست کو لہرین عارف کے لئے بوقت وفات اوس کے پس دیکھا
 ملک الموت اوس کو عارف کی تین بوقت وفات اون کے پس جبکہ روح عارف
 کی اوس کو دیکھ لے گی تو اوس خط نور کی طرف پلک مارنے سے بھی جلد پرواز کرگی۔
 یہاں تک روایات بشری الکلیب کے تمام ہو گئے۔ آیہ۔ اخری دلائل تحسین الذین
 قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احياء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتھم اللہ
 من فضلہ۔ ترجمہ اور ست گمان کرو تم اون لوگوں کو جو راہ خدا میں قتل ہوئے مرنے بلکہ وہ
 زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس رزق دئے جاتے ہیں اور خوش ہیں وہ اس چیز کے
 ساتھ کہ خدا نے اپنے فضل سے اون کو دیا ہے حدیث میں جہاد کفار جہاد اصغر۔ اور
 جہاد نفس جہاد اکبر آیا ہے پس جب مجاہدین جہاد اصغر بعد مرنے کے زندہ ہوں تو
 مجاہدین جہاد اکبر بعد موت کے کیوں نہ زندہ ہوں اسی مضمون کو شعر میں کہا گیا ہے
 ہرگز نہیں دیکھو دش زندہ شد بقیہ یہ نفوس جو ذکر ہوئے ان سے فقط یہی امر ثابت ہوا
 کہ حق تعالیٰ کی عنایت خاصان الہی پر جیسے کہ دنیا میں ہے ایسا ہی آخرت میں ہے اونکی

خوش حالی ترب الہی کے ساتھ دنیا اور بھی آخرت میں بعد وفات اون کے برابر ہے۔
 موت سے کچھ اون کا مرتبہ کم نہیں ہوا اب میں اون مخصوص شرعی کو بیان کرتا ہوں کہ جو
 تمام صانع الہی کی ترقی درجات پر بعد اون کی وفات کے دلائل کرتے ہیں بسم اللہ الرحمن
 الرحیم۔ قولہ تعالیٰ وما عند اللہ خیر ولا یزید یعنی پاک لوگوں کے لئے جو اعزاز اور
 درجات خدا کے پاس بعد اون کی وفات کے ہیں وہ بہتر ہے اون درجات اور اعزاز
 سے جو اون کے لئے دنیا میں حاصل ہوئے تھے شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ
 نے اپنے کتاب مسمی بشری الکیب بلقاء النجیب میں اس مضمون میں ایک فصل جداگانہ
 مرتب کئے جس کا یہ عنوان ہے ذکر فضل الموت وافتخیر من الہدایا سب میں یہاں
 بعض اون روایات کو ذکر کرتا ہوں جو شیخ نے اس فصل میں کہا ہے۔ اشیخ المسند
فی الجنائز عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال تخرج روح المؤمن فی
سایحانہ ثم قرء فاما ان کان من المقربین فروح درمیان وجنة نعیم روایت
 کیا ہے مروی نے جنائز میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا وہ ہوں نے کہ روح
 مومن کی نکلیگی سبزہ جنت میں پھر نکادت فرمایا آیت کو جس کا ترجمہ یہ ہے پس اگر ہو وہ
 مقربان الہی سے پس خوشی اور سبزہ اور باغ نعمت والا اور اخراج ابن جبریل دابن ابی
 حاتم عن قتادہ رضی اللہ عنہما فی قولہ فروح درمیان اللہ روح والمریحان
 یلتقی بہما عند موت المؤمن۔ ترجمہ روایت کے ابن جبریل اور ابن ابی حاتم قتادہ
 سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ تفسیر قول حق تعالیٰ کے کہ روح اور درمیان وہ ہر دو مومن
 کو موت کے وقت حاصل ہوں گے۔ واخرج ابن ابی الدنیا عن یحییٰ بن عبد
اللہ قال اذا ام ملک الموت قبض روح المؤمن اتی بریحان من الجنة
فقیل له اقبض روحہ فیہ۔ روایت کے ابن ابی الدنیا نے یحییٰ بن عبد اللہ

سے ادنیٰ ہونے کہا کہ جبروت ملک الموت کو حکم قبض روح مومن کے لئے ہو گا لاؤ۔
 ملک الموت جنت کے سبز کو پھر ادن کو کہا جائے گا کہ اوس مین روح مومن کو قبض
 کرین اخرج ابن المبارک فی التہجد ابن ابی الدرداء فی ذکر الموت
 والطبرانی فی معجمہ الکبیر والحاکم فی المستدرک عن عبد اللہ ابن عمر
 رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفة
 المومن الموت ترجمہ روایت کئے ابن مبارک زہدین اور ابن ابی الدرداء ذکر موت
 مین اور طبرانی نے اپنے معجم کبیر مین اور حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ
 عنہما سے ادنیٰ ہونے کے لئے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفة مومن
 کا موت ہے اخرج ابن المبارک عن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما
 قال الدنیا جنة الکافر وسجن المومن حين تخرج نفسه کثر رجل کان فی
 سجن فاخرج منه فجعل یتقلب دیتفسح فیہا ترجمہ روایت کئے ابن مبارک
 نے عبد اللہ ابن عمر سے کہا ادنیٰ ہونے کے دنیا جنت کافر کی ہے اور قید خانہ مومن
 کا ہے سوائے اس کے نہیں ہے کہ مثال مومن کی جب کہ اوس کی روح پرواز
 کرے ایسی ہے کہ جیسا کوئی شخص قید خانہ مین تھا پھر اوس سے نکالی جاوے۔
 پس وہ ادھر ادھر ہر جانا اور سیر کرنا شروع کرتا ہے۔ اخرج ابن المبارک عن اللک
 ابن معمر قال بلغنی ان اول سرور یدخل علی المومن الموت لما
 یری من کرامة اللہ تعالیٰ وثوابہ ترجمہ روایت کئے ابن مبارک مالک ابن
 معمر سے کہا ادنیٰ ہونے کے مجکو یہ بات پہونچی ہے کہ پہلے خوشی جو مومن پر داخل
 ہوتی ہے موت ہے بسبب اس وجہ کے کہ مومن خدا کا اعزاز اور ثواب دیکھتا ہے
 اخرج احمد فی الزہد عن ابن مسعود قال لیس للمومن راحة دوک

لقائم الله۔ روایت کئے احمد نے زہد میں ابن مسعود سے وہ کہے کہ نہیں سہرا سٹے
 مومن کے راحت سوائے خدا سے ملاقات کے۔ اخرج عن حبان بن الاسود
 قال الموت خير يوصل الجيب الى الجيب ترجمہ روایت کئے ابو نعیم نے
 (کیونکہ اس کے پہلے دن سے روایت ہے) حبان ابن الاسود سے کہا وہ انہوں
 نے کہ موت بہتر ہے پہونچاتی ہے دوست کو دوست کے طرف مشہور قویوں ہے
 الموت جسر يوصل الجيب الى الجيب یعنی موت پل ہے کہ دوست کو طرف
 دوست کے پہونچاتی ہے پس اس روایت میں لفظ خير کا یا یہ تصحیف تلخ ہے یا انکہ
 یہم روایت دوسری ہے یہاں تک روایات کتاب بشری الکئيب کی ختم ہو گئی اب
 میں اس بیان کو ایک آیت کے ذکر پر ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے۔ الذین آمنوا
 وعملوا الصالحات فی س و صافات الجنات لهم ما يشاؤون عند ربهم ذلک
 هو الفضل الکبیر ترجمہ تحقیق کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے باغیا
 جنت میں ہوں گے واسطے ان کے وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں یہ وہی بڑی فضیلت
 ہے خدا نے جو اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو مومنین کہ نیک کام کئے باغیا بہشت
 میں ہوں گے پس اس ارشاد سے پاکوں کا مقام اور مستقر معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ بعد
 وفات کے کہاں ہوں گے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ اعزاز الہی اور اس کا فضل
 پاکوں کے لئے بعد ان کے وفات کے کیا ہے پھر خدا دوسرا اعزاز اور ان کا
 مرتبہ جو خدا کے پاس ہے آئندہ بیان فرماتا ہے لهم ما يشاؤون عند ربهم
 یعنی ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس وہ چیز ہے جو وہ چاہیں پس یہ
 ارشاد الہی مطلق ہے اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ جنت میں ہے جو وہ چاہیں گے
 ان کے لئے عطا ہوگا اگر ایسا ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا۔ لهم ما يشاؤون فیہا عند

درجہ یعنی اون کے لئے وہ چیزیں ہیں جو وہ چاہیں خدا کے پاس جنت میں ہیں۔
 دوسری آیت میں ہے۔ اہم ما تشاءون فیہا و لدن فیہا۔ یعنی وہ چیزیں ہیں جو وہ چاہیں اور ہمارے نزدیک۔
 وہ چیزیں ہیں جو وہ جنت میں چاہیں اور ہمارے نزدیک۔
 میں اور ایک آیت میں ہے۔ و لکسر فیہا ما تشاءون۔ لکسر کا مطلب ہے کھینچنا یا پھینکنا۔
 تک عورت یعنی تہا سے۔ لکسر سے۔ یعنی مومنین جنت میں اور غیر مومنین جہنم میں۔
 کہے اور تہا سے۔ لکسر جنت میں وہ چیزیں ہیں جو تم چاہو میں دونوں آیتوں کی وجہ سے
 و لخواہ چیزیں خاص جنت میں عنایت ہونے کا ذکر اور قیہ سے پہلے انہماک آیت
 اہم ما تشاءون عند درجہ کے کہ یہاں خواہشات انسانی کے ظاہر ہونے کے
 تصریح ہے نہ خاص جنت میں عنایت ہونے کی قیہ ہے جس سے سیاق کلام الہی
 اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خدا نے اہم ما تشاءون میں پہلے ایک مرتبہ اون کو لکھا
 فرمادیا کہ وہ بعد وفات باغناے بہشت میں رہیں گے پھر بعد اوس کے کہ اون کا
 دوسرا مرتبہ ارشاد کیا کہ وہ لوگ جو کچھ چاہیں گے پروردگار کے پاس اون کو ملے گا۔
 خواہ وہ لوگ دنیا میں اس عالم میں رہنے کے وقت چاہیں یا بعد وفات کے۔
 عالم میں جو عالم برزخ ہے چاہیں یا قیامت میں یا جنت میں چاہیں اور خواہ وہ اپنے
 لئے چاہیں یا دوسروں کے لئے خدا سے دعا اور شفاعت کریں کیونکہ یہ آیت
 میں اطلاق ہے کوئی قید نہیں ہے اس عالم میں جو اون کی دعا حق تعالیٰ قبول فرماتا
 ہے اس کا ذکر بہت سے احادیث میں ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے
 کہ بعض خدا کے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر خدا کی قسم کہادیں تو حق تعالیٰ
 اون کی قسم کو پوری کر دیتا ہے عالم برزخ میں بھی جو اون سے حاجت روائی خلافت
 ہوتی ہے وہ بھی ظاہر ہے ایک بار حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے دواؤں نے غلبہ پا کر ان کی شکست کھائی اور ان کو غما میں ڈھک دیا۔ سرکارِ مہرِ محمدیہ نے دوسلم اور
 آسمان کے جون کی ہے اور اس کو بھارو جب اڑیا کئے تو پشتِ بارش ہوئی پس
 آپ کے تابعین و اولیاءِ امیر میں اور ان کا علی ایسا ہی تھا کہ شیخ محمد ابن یحییٰ
 التوافی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ قلامِ انجیر میں لکھتے ہیں کہ جہاں شیخ قرار اور
 فقہاء اجماع کئے اور کتب مدونہ شامل ہوئے اس امر پر کہ اصحابِ بقرین
 نام سادات قادات اولیاءِ اللہ سے اون کی حیات اور اون کی قبور میں بعد از وفات
 وفات کے مثل قرن احبار کے ہے قیامت تک بہبب ایک خصوصیت
 کے جو خدا کی طرف سے اون کے لئے عنایت ہوئی وہ حضرت غوث اعظم
 رضی اللہ عنہ اور شیخ معروف کرخی اور شیخ عقیل سنی اور شیخ حیات ابن قیس الطرائفی
 عنہم ہیں بعضے علماء نے اپنے بعضے مصنفات میں مقربانِ الہی کے انواع
 آمید کو بیان فرمائے ہیں جو اون کے تأییدات اور ان کے متوسلین اور مستغنی
 کے حال پر اون کی قبورِ مطہرہ سے ہوئی ہے کہ شیخ الاسلام سید شہاب الدین
 حنبلی رحمہ اللہ نے کتابِ مفاتیح القرب والاعتدال میں ذکر العارف باللہ
 نقالی الشیخ عبد الوہاب الشعرانی فی کتابہ الجواہر والدران
 بعض مشایخہ ذکر لہ ان اللہ تعالیٰ یوکل لقبر الولی ملکا یقضى حوائج
 الناس کما وقع للامام الشافعی والسیدۃ النفسیہ وسیدی احمد
 البدوی رضی اللہ عنہم یعنی فی انقاذ الاسیر من ید من اسرہ من
 بلاد الفرنج وقارۃ ینخرج الولی من قبرہ بنفسہ ویقضى حوائج الناس
 لان لا یرایا الا انطلق فی البرزخ والروح لا یراہ ہر انتمی تحقیق قولہ

وقد يخرج الرولى من قبره الى ابيه ان الذى عليه المحققون من الصوفية ان
 الامر فى عالم البرزخ والاخرة على خلاف عالم الدنيا فيحضر الانسان
 فى صورة واحدة يعنى فى عالم الدنيا المسمى بعالم الشهادة والاخرة
 كما نقل عن نصيب البان الموصلى انه يرى فى صور مختلفة وسمى ذلك
 ان روحانيتهم غلبت جسمانيتهم فيقال ان يرى فى صور كثيرة وحمل عليه قوله
 صلى الله عليه وآله وسلم لا يرى ميكائيل الا فى صورة واحدة من تلك
 الابواب كلها قال نعم وارجو ان تكون منهم وقالوا ان الروح اذا كانت
 كلية كروح نبينا صلى الله عليه وآله وسلم ربما تظهر فى صورة سبعين
 الف صورة ذكر ذلك المحقق ابن ابي حمزة فاذا اجازلا رواح الاولياء
 عدم الاختصار فى صورة واحدة فى عالم الدنيا ترى فى صور مختلفة
 لغلبة روحانيتهم جسمانيتهم فاحسبوا ان لا تتصور ارواحهم فى صورة واحدة
 فى عالم البرزخ الذى الروح فيه تغلب على الجسمانية وقالوا ايضا
 الرولى اذا تحقق فى الولاية يمكن من التصور فى صورة عديدة وتظهر
 روحانية فى وقت واحد فى جهات متعددة فالصورة التى ظهرت لمن
 رآها حق والصورة التى رآها اخرى مكان اخر والى الوقت حق
 ولا يلزم من ذلك وجود شخص واحد فى مكانين فى وقت واحد لان
 فيما هنا تعد الصور الروحانية للجسمانية فاذا اجاز للروح ان
 ترى فى صور عديدة فى دار الدنيا لمن تحقق فى الولاية فاحسبوا ان
 ترى فى صورة عديدة فى عالم البرزخ الذى الغلبة فيه للارواح

علی الاجسام ویستوی ذلک ما ثبت فی السنۃ و صح ان النبی صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم فرمایا مونی قائما علی فی قبرہ لیلۃ الاسراع و ان الہ فی السماء
 السابعة قد انزلت الیلۃ وقد اثبت السادة الصوفیۃ عالماتوسطا
 بین الاجساد و الارواح سمیہ عالم المثال و قالوا ہوا لطف من عالم
 الاجساد و اکثف من عالم الارواح و بنو علی ذلک تجسد الارواح
 فظہور و عانی صور مختلفۃ من عالم المثال و قد یستانس لذلک من
 قولہ تعالیٰ فتمثل لہا بشرا سو یا فکلون الروح کروح جبریل علیہ السلام
 مدبرۃ لشیخہ و لہذا الشیخ المثالی فاذا اجاز تجسد الارواح فظہور و عانی
 صورۃ مختلفۃ من العالم المثالی فی عالم الدنیا فی البرزخ ادلی و علی
 ہذا اذ الذی ینخرج من القبر الشیخ المثالی ہذا تحقیق المقام ترجمہ کہے
 عارف باللہ تعالیٰ شیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں جواب جو ابھر
 والد رہے کہ بعض مشائخ نے اون کو کہے تحقیق حق تعالیٰ مقرر کرتا ہے ولی کی قبر
 کے لئے ایک فرشتہ کہ وہ آدمیوں کی حاجت روائی کرتا ہے جیسا کہ واقع ہوا امام
 شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اور سیدہ نفیسہ اور سیدی احمد بدوی کے لئے
 رضی اللہ عنہم یعنی رہائی میں قیدی کے ہاتھ سے اس شخص کے جو اسکو قید کیا تھا
 فرنگی کے ملکوں سے اور کبھی نکلتے ہیں دلی اپنی قبر سے اپنی ذات سے اور لوگوں
 کی حاجت روائی کرتے ہیں اس لئے کہ اولیاء اللہ کے لئے عالم برزخ میں قدرت
 ہر جا حاضر ہونے کی ہے اور اون کی ارواح کے لئے سیر ہے یہاں تک شیخ
 عبدالوہاب شعرانی کی عبارت تمام ہوئی تحقیق قول شیخ کی کہ ایک بار ولی اپنے

پھر سے سے ہیں الی آخر یہ ہے کہ محققین حضرات صوفیہ کا یہ مذہب ہے کہ اس عالم
 برزخ اور آخرت کے خلاف عالم دنیا کے یہ انسان دنیا میں جبکہ عالم شہادت کہتے
 ہیں ایک ہی صورت میں حاضر ہوتا ہے گواہی دیتا ہے کہ قفس الیاب کا عالم مقبول
 ہے کہ آپ چند صورتوں مختلف میں گئے گئے اوس کا سر یہ ہے کہ گواہی دے گا کہ
 اون کی جہانیت پر غالب ہے پس جائز ہے یہ بات کہ وہ چند صورتوں مختلف
 میں دیکھے جائیں اور محمول ہے اس امر پر قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
 واسطے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہ جب حضرت صدیق اکبر نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کئے کہ ایا کوئی شخص ایسا بھی ہے کہ
 جنت کے سب دروازوں سے داخل ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائے
 کہ ہاں مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو اور کہہ حضرت صوفیہ نے کہ
 روح جب کہ کلی ہوش روح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بسا وقت ظاہر
 ہوتی ہے یہ ستر نزار صورت کے ذکر کئے اس کو محقق امین ابی حمزہ نے پس جو وقت
 کہ جائز ہوا واسطے ارواح اولیاء اللہ کے عدم انحصار صورت واحدہ میں عالم دنیا میں پس
 دیکھے جاتے ہیں صورت ہائے مختلفہ میں بسبب اون کے غلبہ روحانیت کے
 اون کی جہانیت پر پس لائق تر ہے یہ کہ نہ متخیر ہوں اون کی ارواح صورت واحدہ
 میں عالم برزخ میں کہ اوس عالم میں روح کا غلبہ زیادہ تر ہے جہانیت پر اور حضرت
 صوفیہ نے یہ بھی فرمائے ہیں کہ ولی جس وقت مقام ولایت میں متحقق ہوں قادر ہوں
 ہیں بصورت مختلفہ متصور ہونے پر اور اون کی روحانیت ظاہر ہوتی ہے
 ایک وقت میں چند جہات میں پس وہ صورت جو ظاہر ہوئی اوس شخص کو جو اوس کو دیکھا

حق ہے اور وہ صورت جس کو دوسرے نے دوسری جائے دیکھا اس وقت
 میں وہ بھی قیامت ہے اور نہیں لازم آتا ہے اس امر سے پایا جانا ایک شخص کا وہ
 جائے میں وقت واحد میں اس لئے کہ اس جائے متعدد ہونا صورت و حسیات
 کا ہے نہ صورت جسمانیہ کا پس جس وقت کہ جائز ہو روح کے لئے کہ وہ دار دنیا
 میں صورت ہائے عہدہ میں دیکھا جائے اس شخص کے لئے کہ مستحق مقام و لا
 میں ہوں پس لائق تر ہے یہ بات کہ صورت روحانیہ اون کے عالم برزخ میں صورت
 عہدہ میں دیکھی جائے کہ اس عالم منبغ میں غلبہ ارواح کا اجہام پر ہے۔ اور
 تقویت دیتی ہے اس کو وہ روایت جو حدیث سے ثابت ہے اور صحیح ہے کہ نبی
 علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھے شب معراج میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز ادا
 کرتے اور اسی شب میں موسیٰ علیہ السلام کو چنے آسمان پر دیکھے اور یہ تحقیق کہ
 ثابت کئے ہیں حضرات صوفیہ نے عالم کو جو بین بین ہے درمیان عالم اجاد اور عالم
 ارواح کے جس کا نام ادہنوں نے عالم مثال رکھے ہیں وہ کہے ہیں کہ وہ
 عالم مثال بہت لطیف ہے عالم اجاد سے اور بہت کثیف ہے عالم ارواح سے
 اور بنا کئے اس امر پر صاحب جسد ہونا ارواح کا اور ظاہر ہونا اس کا صورت ہائے مختلف
 میں عالم مثال میں اور یہ تحقیق کہ انت لمتی ہے یہ بات کے لئے قول سے خدا
 کے پس مثال بنی جبریل علیہ السلام کی مریم علیہا السلام کے لئے آدمی مستوی
 الخلق کی پس ہوگی روح مثل روح جبریل علیہ السلام کے مثلاً ایک وقت میں مدبر واسطے
 جسد جبر علیہ کے اور واسطے اس شبہ مثالی کے جو مریم علیہا السلام کو مشاہدہ ہوئی۔
 پس جس وقت کہ جائز ہو جسد دار ہونا ارواح کا اور ظاہر ہونا اس کا مختلف صورتوں
 میں عالم مثالی سے عالم دنیا میں پس عالم برزخ میں اولیٰ ہے اور اوپر ایسے امر کے

پس وہ جو قبر سے نکلتی ہے شیخ مشال دلی کی یہ ہے یہ تحقیق منہام ہے انتہی مہولت
 عرض کرتا ہے کہ جب خدا کے طرف سے دلی کی قبر پر فضا و جہاں کے لئے فرشتہ
 مقرر ہوا اور خدا نے دلی کو ایسی قدرت دیا کہ اپنی قبر سے بہرہ رت مشال کیل سے
 حاجت روائی ادھنوں کی کرتے ہوں پس بوقت ندادن کے اسے نہاد کہ خدا کے
 جانب سے اطلاع ہو تو کیا کوئی عجب کی بات ہے اور اوس میں کیا ممکنہ لازم آتا
 ہے اور تعجب تر اس سے یہ امر ہے کہ بعض اہل فتویٰ لکھتے ہیں کہ خدا کا ہر
 باسم اولیاء اللہ جانتے ہیں جس کا ذکر آگے ہو گا پس باوجود مسئلہ فقہیہ پر از نہاد یہ کہ
 ہوئے مذاہب کفر اور شرک، یہی معلوم نہیں پس نہ جس کا جو از احادیث اور افعال متقی
 اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ سے ثابت ہے اوس کا انکار و فریق کے ساتھ
 مشابہت پیدا کرتا ہے اول فریق معتزلہ جو متمسک باذیال فلاسفہ میں از کا اصول
 مذہب یہ ہے کہ جو امر کو باحادیس و صحیحہ ثابت کیوں نہ ہو مگر اون کی عقل جزئی
 فلسفی میں نہ آئے اس سے انکار کر جاتے ہیں اور ان احادیث کی توجیہ الایضاً
 بہ القائل کر جاتے ہیں اسی وجہ سے وہ لوگ روایت الہی بروز قیامت بخشیم سر اور
 عذاب قبر اور حشر اجساد اور کرامات اولیاء اللہ اور کئی امور جو باحدیث صحیحہ بعض
 بنص قرآنی بھی ثابت ہیں اون سے انکار کرتے ہیں اور بعض شرعیہ کے مقابلہ
 میں دلیل اپنی عقل جزئی کی پیش کرتے ہیں جس کو فقہائے اصطلاح میں سہار فہ
 بالنص کہتے ہیں جو یہ باجماع علماء دین باطل ہے مثلاً روایت الہی بروز حشر بخشیم سر
 جو باحدیث صحیحہ ثابت ہے اوس کے مقابلہ میں اپنی عقل جزئی سے یہ دلیل پیش
 کرتے ہیں کہ انسان جس چیز کو دیکھتا ہے تو انسان کے دیکھنے کے لئے چند شرط
 ہیں اول تو یہ کہ وہ جسم دار اور رنگ دار ہونا چاہئے کیونکہ جس چیز کو جسم نہ ہو جیسا کہ

یہ جسم ہوا و زنگہار پر جیسا کہ ہوا انسان دیکھ کر یہاں سے ہر سو چھوڑ دیتا ہے۔
 جیسے کہ انسان کو کھڑا کر کے چھوڑ دیتا ہے جس سے کسی جہت میں ہونا پڑتا ہے۔ جو
 چیز کو جو جہت میں ہونا چاہیے اس میں اس کو نہ دیکھ سکتا جب خدا جسم اور روح کو جس جہت
 سے پاک کر دیتا تو انسان خدا کو چشم سر سے نہ دیکھ سکتا ہے مگر وہ لوگ جو اس
 سے غافل ہیں کہ خدا سے بغیر کچھ اور نہیں ہے یعنی قلب دنیا میں آدمی کو ایک ایسی
 چیز عطا فرمایا ہے جس سے آدمی خدا کو دنیا ہی میں دیکھتا ہے اس کے ہم اور مقرب
 سب قابل ہیں میں مخلوق ہے کہ نہ عبادت نہیں جہان میں نہ کھفت بعیرت کی
 بروز حشر غنایت و استغناء اور قدرت میں اور پیرت یعنی انسانی چشم سر سے خدا
 کو بروز قیامت دیکھنا محال ہے نہ عبادت و پیرت میں قدرت سے نہ خدا سے اور نہ
 اس میں کوئی محال پیدا ہوتا ہے ویسا ہی منکرین نماستقاہ اور معاد میں ان اعمال
 کے جس سے جو نذر ثابت ہے عقل جزئی سے اپنی دلیل پیش کرتے ہیں کہ
 لفظ یا سے نہ اگر نا خدا صانع الہی کو جو غائب میں مثل خدا کے ان کو حاضر ناظر جاننا
 ہے اس لئے نہ اگر شرک اور کفر کہتے ہیں یہ نہیں خیال کرتے کہ خدا حدیث
 اور اعمال صحابہ اور اجماع سے جائز ہے اور تجربات کثیرہ سے مفید ثابت
 ہے تو کیا خدا میں یہ قدرت نہیں ہے کہ بوقت ندا کے اپنے مقربین بارگاہ کو ندا
 کرنے والوں کے حال سے اطلاع کر دے تاکہ وہ بدعا اور شفاعت اونکے
 جانب سے اپنی بارگاہ میں مصروف ہوں۔ کیا اس میں کوئی محال پیدا ہوتا ہے۔
 یا کوئی امر خلاف شرع لازم آتا ہے۔ دوسرا فرق دہا بیہ بخدیہ سے مانعین ندا کا جائز
 مشابہ ہے فرق بخدیہ کا یہ اصول ہے کہ اگر کوئی بات ان کے روبرو بیان کیجا
 کہ جس سے فضائل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ظاہر ہوں تو ان کو بہت

مکرم ہو رہا ہے اور وہ بے سوچے سمجھے بے دھڑک کہہ رہے ہیں کہ یہ تو شرک ہے یہ تو کفر ہے اور کچھ بھی خیال نہیں کرتے کہ یہ کیوں شرک ہو یا یہ کیوں کفر ہو اور بلا وجہ کیوں کسی کو کافر کہہ دینا کسی کو کیوں شرک بنانا اس میں کیا ضرر ہے اس کا کیا وبال ہے اگر کوئی شخص اون سے گفتگو کرے اور کہے کہ اس میں کیا بات کفر اور شرک کی ہے اس کا قائل کیوں کافر ہو یا یہ وجہ بلا سبب کسی کو کافر کہنے میں اس کا وبال خود قائل پر عود کرتا ہے تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اہی صاحب لوگ نرمی سے نہیں سنتے اس واسطے ہم اون سے سختی سے پیش آتے ہیں یعنی اگرچہ یہ کفر نہیں ہے مگر ہم اطلاق شرک اور کفر کا اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ مان لیں۔

بہر گز غیر تائب راہنی شود۔ اور کچھ بھی نہیں سمجھتے کہ لوگوں کو نرمی اور نرمی کے بھانسنے کی کیا ضرورت ہے یہ فعل یا قول کوئی نسخہ نہیں ہے اور اس کی اصل احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس میں فضائل انبیاء علیہم السلام یا اولیاء اللہ میں حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سختی لعلت نہیں اگر اس کو لعنت کیجاوے تو وہ لعنت کرنے والے پر خود کرتی ہے پس جب یہ لوگ بغیر وجہ کے دوسروں کو لعنت کئے تو وہ خود مبتلا لعنت ہوئے اور مر گئے پس دوسروں کو وہ کیا مارینگے پس اون کو ہمیشہ فضائل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے چڑھا ہے اگر کوئی اون کے رد برد آحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم روف اور رحیم کے یاد کرے تو وہ جہٹ کہہ دینگے کہ روف اور رحیم تو اسماء الہی سے ہے دوسرے پر اس کا اطلاق کفر ہے یا شرک اس کا خیال نہیں کہ جس کے یہ اسماء ہیں اسی نے اپنے ان اسماء کو آحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمایا

ایسا ہے اگر مسلمان جو ان کے زیر پوش ہو جائے تو یہی کہ جیہٹے کہ
 اس میں غیر حق کو حاضر نظر جانا ہے جو یہ شرک اور کفر ہے اور اس سے انکار
 کہ جنی برکت سے ہم کو کفر و اسلام میں تمیز حاصل ہو خود انہیں کا یہ حکم ہے اور
 اس کی توجی صحیح بھی موجود ہے کہ جس سے شرک لازم آتا اور نہ کفر پس یہ شرک
 اور کفر کیوں ہوا اور اگر یہ شرک اور کفر ہوتا تو جو لوگ اپنی عمر کو سید المرسلین علی
 علیہ وسلم کی صحبت میں بسر کئے ہیں وہ اس شرک اور کفر کے کام کیوں کرتے
 اور اجاج اس کے جواز پر کیوں معتقد ہوا اور اولیاء اللہ کے اقوال اور کئے جو
 پر کیوں ناطق ہوتے اور اس کام سے غلات کو فائدہ کیوں حاصل ہوتا اور اولیاء اللہ
 کے اقوال اور احوال سے انکار کرنے میں جو خیال ہوا ہے اس سے بھی نہیں پس نصیحت تو نبی
 علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی خدمت میں گستاخ رہیں تو قوم ہابیہ نہیں ہیں۔ بلکہ
 اولیاء اللہ کی خدمت میں اپنے عقیدت ظاہر کرتے ہیں تو وہ لوگ خاص اس
 مسئلہ میں سالک سالک فرقہ ستمزہ اور نجدیہ ہیں۔ اب میں اس مقام پر پہنچتا
 شیخ ابن حجر کی کانقل کرتا ہوں جس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اولیاء اللہ کے اقوال
 اور احوال کے انکار سے کیا ضرر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس سے انکار حدیث کا
 بھی نیاں کیا جائے کہ کیا ضرر ہوگا۔ کسی نے شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ سے
 پوچھا کہ کیا جواب دیا جائے ان الفاظ سے کہ جو شطحات اولیاء اللہ سے
 واقع ہوئے مثل قول بازید بطنی رحمۃ اللہ علیہ کے مباحی مافی الجنۃ غیر اللہ
 اور قول منصور علاج رحمۃ اللہ علیہ کے انا الحق اور مثل اس کے جو ادوں کے
 کلمات اور اشارات پوشیدہ نہیں ہیں جن کا ظاہر نکتہ چینی ہے اور باطن انکاحی

باز تو یاب الی صلت اور خدا کے جواب دہ کے شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ
 نے اپنے اس قول سے کہ جو الفاظ کہ اون سے صادق ہوئے ہیں بطور شیطانیات کے
 وہ علماء صالحین اور حکماء عظیم خدا اون کو محفوظ اور سلامت رکھے ہمارے مروجی
 انکار سے اور خدا اون پر احسان کرے اور ہم کو اسے اولیاء کی جناب میں اعتقاد
 نہ ہو۔ فرماتے جو الفاظ کہ ان کی زبان سے سرزد ہوئے ہیں ان کو احسن محال
 برا توہم محال پر حمل کیا جائے اور ان الفاظ کا ایسا جواب دیا جائے کہ سامعین
 ان کو نہ سمجھیں اور ان کی ایسی تحقیقات کی جائے کہ سامعین اوس سے
 نفیر پائیں ایسے جوابات اور تحقیقات کی دوائیں بنیں جو ان لوگوں کو
 جسکو خدا نے توفیق دیا اور ایسے جوابات اور تحقیقات سے روگردانی نہیں کرتے
 ہیں کہ وہ لوگ جب کہ خدا نے بخدول کیا ہے۔ ہر ایک سے یہ کہ تم ان لوگوں
 میں سے نہ ہو جنہوں نے انکار کے زہر کا پالہ پیا ہے پس اس وقت ہلاک ہوا
 اور جلد ہی کر طرف سلامت رہنے کے خدا کے غضب سے اور خدا کے جنگ
 سے پس خدا نے اپنے رسول صادق اور مصدق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 زبان پر فرمایا ہے کہ جو شخص کہ میرے دلی سے دشمنی رکھے تو میں اسکو اطلاع دیتا
 ہوں کہ میں اوس سے برسر جنگ ہوں۔ اُنہ فرماتے ہیں کہ خدا نے کسی گنہگار کیلئے
 نہیں فرمایا کہ میں اوس سے برسر جنگ ہوں۔ مگر جو منکر ہیں اوس کے اولیاء پر دوسرا
 سود خواروں کو (یعنی سود خواروں کو بھی خدا فرماتا ہے کہ میں اوس سے برسر جنگ
 ہوں جیسا کہ قرآن کی آیت ہے فَاذْخُرُوا بَعْدَ مَنَ اللّٰهِ (مسوٰلہ) پھر شیخ فرماتے
 ہیں کہ جس سے خدا جنگ کرے وہ کبھی فلاح نہ پائیگا۔ انتہی پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ

سے اولیٰ بایزید بیطانی اور قول منصور علیہ الرحمہ کے تو صحیح اور توجیہ نہایت عمدگی اور سادگی
 سے فرمائے ہیں کہ جس سے فرق شرع شریف باطل نہیں ہوتا۔ پس اب خیال کیا جائے
 کہ جب اقوال اولیاء اللہ وہ بھی جو بطریق شطیحات کے ہوں کہ بظاہر خلاف شرع شریف
 معلوم ہوتے ہیں اوس کا انکار بھی کرنا باعث ہلاکت ہونا بصدق حدیث کے شیخ
 ابن حجر فرماتے ہیں تو سلطان الاولیاء حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد جو بندہ
 صحیح برواہ ثقاہۃ ہم تک پھونچا ہے کہ آپ نے فرمائے ہیں جو میرے نام سے ٹھکرو
 پکارے اوس کی مصیبت دور ہو جائے گی اور یہ تجربات متواترہ کثیرہ یہ امر مفید بھی
 ثابت ہوا۔ اور یہہم آپ کا ارشاد خلاف شرع شریف نہیں ہے۔ پس آپ کے ارشاد کا انکار
 کیونکر باعث ہلاکت ہوگا لیکن یہہم ارشاد آپ کا بلند صحیح برواہ ثقاہۃ کے ہم تک
 پھونچا وہ ظاہر ہے کہ یہہم روایت ہیجۃ الاسرار کی ہے اور صاحب ہیجۃ الاسرار نے
 اس روایت کو برواہ ثقاہۃ حسب شرائط علماء حدیث حضرت غوث الاعظم رضی اللہ
 عنہ تک پھونچا ہے ہیں لیکن یہہم آپ کا ارشاد یہ تجربات متواترہ کثیرہ مفید ثابت
 ہونا وہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کے احوال شریفین بہت سی کتابین تصنیف ہیں سب
 میں آپ کے کرامات درج ہیں اور آپ کے کرامات میں آپ کی مدد بوقت آپ کے
 اسم سے پکارنے والے پر ہونا بیان ہے علاوہ اوس کے انہوں کا تجربہ ہے اگر
 کوئی چاہے بشرط رسوخ عقیدت ہر شخص اس کا تجربہ فی الحال بھی کر سکتا ہے۔ اور دو
 روایات ہیجۃ الاسرار کے جو باسانید متصلہ برواہ ثقاہۃ کہ جس کی روایت کے اسناد میں
 اولیاء اللہ بھی ہیں۔ بیان بھی ہو گئے کہ بوقت ندا باسم مبارک آپ کے کیسی مصیبتیں
 مندوں کی دور ہو گئے لیکن یہہم ارشاد آپ کا خلاف شرع ہونا بلکہ موافق شرع شریف
 ہونا اس لئے ہے کہ حضرت کا جو ارشاد ہے کہ جو شخص میرے اسم پاک کے ساتھ

اندا کرے اوس کی عیب دور ہو جائے اور وہ امر پر مبنی ہے۔ ایک یہ کہ برکت اور
 آپ کو نذا کرنے والے کے حال سے اطلاع ہونا پس یہ سنی یہ کشف غیب ہے
 جس کے جواز پر علماء متفقین متفق ہیں کہ کشف غیب اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اور اس
 باب میں فتویٰ شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ کا بھی نقل کیا گیا جب برداشت صحیحہ مابین ہمارے
 بغیر نذا اور بغیر توجہ کے بھی عالی حاجت مند کا اولیاء اللہ کو مشکف ہوتا ہے۔ اور وہ
 اوس کی تأیید فرماتے ہیں پس بوقت توجہ اور نذا کے اگر اولیاء اللہ کو مدعا پر پہنچا کر
 کیا عجب ہے اور کیا بات تعجب کی ہے۔ دوسرا امر یہ کہ آپ کے اس ارشاد سے
 مستفاد ہے کہ جب آپ کو عال حاجت مند کا وقت نذا کے معلوم ہوتا ہے تو آپ
 اوس کی تأیید بدعا یا تصرف جو کرا متہ آپ کو عطا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں یہ بھی کوئی امر
 خلاف شرع شریعت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ قدم بقدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے ہیں جیسا ذات مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم کے لئے رحمت
 ہے۔ آپ کی ذات بھی عالم کے لئے رحمت ہے۔ پس جب کوئی کسی مصیبت میں گرفتار
 ہو اور آپ طرف متوجہ ہو کیون آپ اس کی تأیید بدعا یا تصرف جو کرا متہ آپ کو عطا ہوا
 ہے۔ نہ مندرائیں۔ اوس پر بشرح و بسط اس امر کو بیان کیا گیا کہ
 انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی ذات نفع خلاق کے لئے ہے۔ پھر وہ کیون نہ
 بوقت مصیبت کے حاجت روائی حاجت مندوں کے طرف متوجہ ہوں گے۔
 خصوصاً ہمارے خداوند غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پاک کو اولیاء اللہ میں حاجت
 روائی خلاق میں خدا نے زیادہ تر خصوصیت عنایت فرمایا ہے۔ حضرت کا ارشاد
 بحجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ برواۃ ثقافہ مروی ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ
 میں ہمیشہ خلق سے کنارہ کشی کرنا اور میرا یہ خیال رہا کہ تم مجھ کو نہ دیکھیں اور میں تم کو نہ دیکھوں

مگر خدا کی مرضی ایسی نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا نے تمہارے منافع کو میرے ساتھ متعلق اور مرہون
 کر دیا۔ لہذا مجھ کو تم میں پہنچواری رہنا پڑا۔ رضی اللہ عنہ وارضاه عنا وجعلنا عندنا لغد فی الدارین
 آمین۔ اب ثابت ہو گیا کہ آپ کا یہ ارشاد کہ جو کوئی میرے نام سے پکارے میں اس کی
 مدد کروں گا۔ سراسر موافق شریعت ہے۔ پس جبکہ انکار شیطیات اولیاء اللہ جو بظاہر
 خلاف شرع شریعت معلوم ہوتے ہیں۔ بقول شیخ ابن حجر بمصدق حدیث باعث ہلاکی
 ہے تو انکار ارشاد سلطان الاولیاء کا جو بردارۃ ثقاۃ باسانید صحیحہ ہم تک پہنچا ہے۔
 اور سراسر موافق شریعت ہے کیونکہ باعث ہلاکت اور سم قاتل یہاں وجہ سے حضرت
 غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد جو باسانید متصلہ اور بردارۃ ثقاۃ بہجۃ الاسرار میں مذکور
 ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے کلام کا جھٹلانا تمہارے
 حق میں نہ ہر ایک ساعت میں ہلاک کرنے والا ہے۔ تمہارے دین کے لئے
 اور سبب ہے واسطے لیجانے تمہارے دنیا اور آخرت کے اوس روایت کو شیخ
 محمد بن عبد اللطیف ابن ابی طاہر احمد ابن ہیثمۃ اللہ ترمسی بغدادی حنبلی صوفی رحمۃ اللہ علیہ
 نے بغداد میں ۷۷۵ھ پانوا کہتر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کئے
 ہیں کہ زانی بہجۃ الاسرار اب میں ایک حال شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ کا بیان کرتا ہوں جو
 شیخ نے اپنا حال آپ لکھے ہیں وہ فتاد اسے حدیث میں موجود ہے جس سے معلوم
 ہو سکتا ہے۔ اولیاء اللہ کے اقوال اور احوال کے انکار کرنے میں کیا ضرر ہے
 اور ان سے عقیدت رکھنے میں اور ان کے احوال اور اقوال کو قبول کرنے
 میں کیا ناامدہ سبب۔ وہ یہ ہے کہ شیخ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ ذلتے ہیں کہ میں اس
 طائفہ یعنی بعض عارفین کے گود میں پرورش پایا۔ لہذا مجھے کہ ظاہر شرع شریعت

سے دینی اس دن پر اعتراض نہیں رہا تھا۔ اور کلام میر سے دس سال تک ملا تھا۔
 وہ کلام میر کے قلب میں اس وقت آیا جو میر اولیٰ شکوک اور دوسواں محبت بدست
 خالی تھا پس اور کلام دل میں بیٹھ گیا پھر جب میں علوم ظاہر پڑھنا شروع کیا اور
 میر اس وقت قریب چودہ سال کے تھا۔ پس میں نے کتاب مختصر الی شجاع
 کو میر سے استاد ابی عبداللہ کے پاس پڑھا اور کانام شیخ محمد جوینی ہے جامع ازہر مصر
 میں وہ امام وقت تھے علوم ظاہر میں اور صاحب برکت اور عابد تھے۔ میں نے
 ایک مدت اور ان کی خدمت میں رہا اور ان کے مزاج میں تیزی تھی۔ پس ایک روز
 اور ان کی مجلس میں کلام ذکر قطب اور بخبارہ وغیرہ تک پھونچا جس کا بیان اور گزرا۔ پس شیخ
 محمد جوینی نے اس کا انکار جلدی سے اور بہت شدت کے ساتھ کئے اور کہے کہ
 یہ تمام باتیں باطل ہیں جسکی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ کوئی اسباب میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔ اگرچہ میں سب
 حاضرین مجلس سے چھوٹا تھا اور ان کو کہا کہ معاذ اللہ یہ سچ ہے اور حق ہے کہ جس میں کوئی شبہ
 نہیں ہے کیونکہ اولیاء اللہ نے اس بات کی خبر دے دی ہے جو کذب اور ان کے اطراف
 نہیں چھٹکتا اور اور ان لوگوں میں جو اس بات کی خبر دے امام یا فاضل ہیں اور وہ شخص
 جامع علوم ظاہر اور باطن ہیں۔ پس شیخ محمد جوینی کا انکار اور بھی زیادہ ہوا اور مجھ کو بہت
 کچھ سخت اور سخت کہ گئے پس مجھ کو سوائے سکوت کے گریز نہیں ہوا۔ پس میں
 چپ رہ گیا اور میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ مجھ کو کوئی مرد اس امر میں نہ دے گا
 سوائے ہمارے شیخ کے جو شیخ اسلام اور مسلمین کے اور امام فقہاء اور عارفین
 ابو یحییٰ نے نہ کیا انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور میری یہ علوت تھی کہ میں شیخ محمد جوینی

لو ہر جا سے پکارنا تھا اس لئے کہ وہ نابینا تھے اور میں اور شیخ جوینی شیخ ذریہ انصار
کے پاس جایا کرتے پس ایک وقت میں اور شیخ محمد جوینی شیخ الاسلام شیخ ذریہ انصار
کے طرف جا رہے تھے پھر جبکہ ہم نے اون کے مکان کے قریب پہنچے اوس
وقت میں نے شیخ محمد جوینی سے کہا کہ اگر مسئلہ قطب وغیرہ کا شیخ الاسلام کے روبرو
ذکر کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ اون کا علم اس بارہ میں کیا ہے
پھر جبکہ ہم نے شیخ الاسلام کے پاس پہنچے پس شیخ الاسلام ذکر یا علیہ الرحمہ نے
شیخ محمد جوینی کے طرف متوجہ ہوئے اور اون کی بہت کچھ تعظیم کریم کئے اور بہت
بار دعاؤں سے چاہے پھر مجھ کو بھی شیخ الاسلام نے بہت سی دعائیں دیں۔ اون کی
دعاؤں سے یہ بھی محقق کہ اللہ تعالیٰ الدین اور اکثر بار شیخ الاسلام مجھ کو بھی دعا دیا کرتے
تھے یعنی اللہ تعالیٰ الدین پھر جبکہ کلام شیخ کا تمام ہوا اور شیخ محمد جوینی پلٹنے کا ارادہ
کئے میں نے شیخ الاسلام کو کہا کہ یا سیدی قطب اور اوتاد اور سچا اور ابدال وغیرہ
جن کو صوفیہ نے ذکر کئے ہیں کیا وہ حقیقت میں موجود ہیں شیخ الاسلام نے فرمایا
ہاں موجود ہیں قسم ہے خدا کی اے میرے فرزند پھر میں نے شیخ الاسلام کو کہا کہ
یہ شیخ محمد جوینی اس سے انکار کرتے ہیں اور جو شخص ایسا کہے اوس پر سخت رو
کرتے ہیں پس شیخ الاسلام نے فرمایا کیا ایسا ہی ہے یا شیخ محمد اور اس قول کی
تکرار کئے یہاں تک کہ شیخ محمد جوینی نے شیخ الاسلام کو کہے کہ یا مولانا شیخ الاسلام
میں نے اوس کے ساتھ ایمان لایا اور حضرات صوفیہ کے قول کی تصدیق کیا۔
اور انکار سے توبہ کیا۔ پس شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میرا بھی گمان ہے تمہارے
ساتھ اسے شیخ محمد پھر ہم اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ پر شیخ محمد جوینی خفا نہیں ہوئے۔

بوجہ اس کے جو محمد سے صادر ہوا پھر شیخ اس کے علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مثل اس واقعہ کے ایک دوسرا حال تجھے پرنکندہ میر سے مہینہ سامانہ کے ساتھ اس وقت میری عمر قریب اٹھارہ سال کے تھی وہ میر سے اس وقت شیخ الاسلام شمس الدین دہلی ہیں ان کے تصنیفات علوم شریعیہ اور عقلیہ میں پرستار تھے اور زور قلم اس قدر خدا نے ان کو عطا فرمایا کہ کوئی اہل زمانہ ان کا مقابل نہیں تھا۔ ایک روز ہم ان کے پاس شرح تخیس سعد الدین نقازانی کی پڑھ رہے تھے۔ پس اس مجلس میں فکر عارف باللہ شیخ عمر بن فارض کا آیا پس شیخ شمس الدین دہلی نے جھٹ پٹا کہہ دئے کہ قائم اللہ کیا کفریات کہے ہیں ان کا حال کیا ان کا کلام حلول اور اتحاد کا ہے جو باطل ہے لیکن ان کا شعروہ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ پس میں نے شمس الدین دہلی کو سب حاضرین مجلس میں سے کہا کہ جاشا اللہ شیخ عمر بن فارض سے کبھی کلمات کفر اور حلول اتحاد نہ نہین ہوئے پس شیخ شمس الدین دہلی مجھ کو اور ذمہ دار ہوں است کہے میں نے بھی جواب میں سخت کہا اور شیخ شمس الدین دہلی کو عارضہ ضیق النفس کا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ وہ بسبب اس عارضہ کے ان کو شب و روز زمین کو اپنا پہلو لگانے کی قدرت نہیں تھی پس میں نے ان کو کہا کہ اسے شیخ میں ذمہ دار ہوں اس امر کا کہ اگر آپ انکار شیخ عمر بن فارض اور ابن عربی اور ان کے تابعین سے رجوع کر جائیں تو اس مرض سخت سے آپ کو شفا حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہے کہ یہ قول تمہارا صحیح نہیں ہے میں نے ان کو کہا کہ میرا قول محض سی مدت مان لو اگر اس مدت میں تمہارا مرض جاتا رہے تو نبھا اگر نہیں تو تم جانو اور تمہارا مذہب۔ پس شیخ شمس الدین دہلی نے کہے کہ ممکن ہے کہ ہم تجربہ کر لیں پھر انہوں نے ظاہر کئے کہ میں اپنے مذہب سے رجوع اور توبہ

پس اذن کا حال درست ہو گیا اور مرضی اپنی اذن کی تیسف ہر گئی ایک مدت
 مدتی تک اونکا ایسا ہی حال رہا اور میں اذن کو اس مدت میں کہتا تھا کہ یا سیدی
 میری ذمہ داری بھیج ہو گئی یعنی جو میں اس امر کا ذمہ دار ہوا تھا کہ اگر تم اپنے مذہب سے
 رو بہ کر دو گے تو تم بھیج ہو جاؤ گے۔ پس یہ میری بات بھیج ہو گئی۔ پس یہ میری بات کو سنکر
 جنتے اور یہ امر اذن کو تعجب معلوم ہوتا اور اس مدت میں میں نے اولیاء اللہ
 کے حق میں سوائے خیر کے اور کوئی بات اذن سے نہیں سنا بعد مدت مدیدہ کے پھر
 اذن نے اپنی مذہب سابقہ سے کہ نہ صرف خود کئے پھر اذن کا مرض پھلے سے بھی زیادہ
 شدت کیا جس سے اذن پر تکلیف گذرنے لگی پس وہ اس مرض کی مصیبت کا مزہ
 چکائے گئے اور شدت مرض اذن کو قریب بیس سال کے رہی یہاں تک کہ وہ
 اپنے اسی حال پر انتقال کئے انتہی پس یہ روایت جو ہم کو فقط ایک واسطہ سے
 پہنچی وہ واسطہ بھی کیسا ثقہ علماء متقین سے مثل شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ کے
 کہ وہ اپنا گذرا ہوا حال ایک اپنے فتویٰ میں لکھ دے جو اذن کا فتویٰ مجھ کو پہنچا
 پس اس کیفیت کے صدق اور حقیقت میں کوئی تامل نہیں ہے پس اس سے دو فوائد
 حاصل کرنا چاہئے۔ ایک تو یہ کہ شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ کے حال سے ہم کو ہدایت
 حاصل کرنا چاہئے۔ اور اذن کی اقتدار کرنا چاہئے کہ وہ کیسے علماء ربانین سے
 ہین اور کیسی اذن کو حسن عقیدت اور محبت خاصان الہی سے تھی اور وہ اپنے
 عقیدت اور محبت خاصان خدا میں کیسے راسخ اور مضبوط تھے کہ کیسا ہی عجب کا
 عالم ظاہر کیوں نہ ہو۔ اگرچہ وہ اذن کا استاد ہوا اس کی زبان سے جب
 خلاف عقیدت اولیاء اللہ کے کوئی بات نکل آئی تو برسرِ مقابلہ ہو جاتے
 اور علم طاہر ہدی کا اذن کے کچھ خیال نہ کرتے۔ لایحاذون فی اللہ

دوست لایق ایمین علماء بافتہ کی شان میں ہے شیخ محمد جوینی کا حال کس قدر عبرت خیز ہے
 کہ باوجود اس قدر اون کے علم و فضل اور مشغولی عبادت کے جس میں عقیدت اولیاء اللہ
 کی اون کو نصیب نہیں تھی بالا تر شیخ ذکر یا رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کے اثر سے اون کو اس
 سور عقیدت سے توبہ نصیب ہوئی اس میں شیخ حجر کی علیہ الرحمۃ جو شیخ محمد جوینی کے شاگرد
 تھے اسطرح ہوئے مگر شیخ شمس الدین دہلی کا حال بہت کچھ محل عبرت ہے کہ وہ باوجود
 جامع ہونے کے علوم معقول اور مستقول کے اور صاحب نقضات و مستند ہونے کے
 اون کو بعض اولیاء اللہ کی خدمت میں باعتبار اون کے بعض اقوال کے انکار تھا
 جب حب ہدایت اون کے شاگرد شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ کے وہ اپنے اس انکار
 سے توبہ کئے اوس کا فائدہ فی الحال اون کو معلوم ہو گیا اور ایک مدت مدید تک
 وہ اپنے اس حسن عقیدت کا فائدہ اٹھاتے رہے باین ہمہ پھر وہ اپنے خیال سابق
 کی طرف رجوع کر گئے۔ طرفہ باور ایہ ہے کہ باوجودیکہ وہ حسن عقیدت کا فائدہ مدت
 مدید تک اٹھائے اور سور عقیدت کا ضرر و نقصان نے فی البدیہہ دیکھ لئے مگر
 محلی شہدائے بوجہ سور عقیدت کے عائد حال ہوا بیس سال تک کئے
 اور بظاہر اون کا خاتمہ اسی حال پر ہوا باطن کا حال خدا کو معلوم حدیث میں آیا ہے
 کہ میسر لما خلق یعنی ہر شخص آسان کیا جاتا ہے اوس عمل پر جس کے لئے وہ پیدا
 کیا گیا ہے۔ دوسری حدیث ہے۔ انما الاعمال بالخوائیم۔ یعنی اعتبار اعمال کا خاتمہ پر
 حق تعالیٰ ہمارا اور امت محمدیہ کا خاتمہ اولیاء اللہ کے حسن عقیدت اور اون کی محبت
 میں کرے جو لوگ کہ اولیاء اللہ کے جناب میں پورے بے ادب ہیں جیسا
 سابق کے مذہب والے معتزلہ اور حال کے مذہب والے وہابیہ نجدیہ اون کو
 پورا حصہ اس شقاوت کا ملا ہے اگر وہ اپنے خیال میں اولیاء اللہ سے حسن عقیدت

ادن سے محبت کا اظہار کرتے ہیں مگر جیسے احوال ادن سے ایسے سرزد ہوتے
 جن سے بعض احوال اور کرامات اولیاء اللہ کا انکار لازم آتا ہے جیسا انکار زنداجو
 نرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو میرے نام کیساتھ خدا کرے
 اس کی مصیبت دور ہو جائیگی یا جو کوئی اور اولیا سے اس قسم کا ارشاد سرزد ہوا ہے
 یہ لوگ بھی کسی قدر تمسک دامن ادن لوگوں کے ہیں جن کو اس بات میں پورا حصہ
 ہے احمد اللہ خدا نے بہتر فرقہ ضالہ سے نجات دیا اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت
 کیا شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر جو قنادی حدیث میں درج ہے فرماتے
 کہ معتزلہ سے اولیاء اللہ کے کرامات کے انکار کا کوئی عجب نہیں ہے کیونکہ
 ان سے اس سے بھی بدتر کلام و انکار احادیث متواتر المعنی واقع ہوا آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کئے گئے ہیں مثل سوال منکر و کبر اور عذاب قبر اور حوض اور
 ان اعمال وغیرہ لکھ جو ادن کا بڑا کذب و افتراء ہے انہوں نے یہہ مذہب
 مسلک اپنے عقول فاسدہ کی تقلید سے اختیار کئے اور اپنے عقول فاسدہ کو عقل
 و اداس کی آیات اور اداس کے اسماء و صفات اور افعال پر حکم بناتے ہیں یعنی
 حدیث ادن کی عقل فاسدہ سقیمہ کے موافق ہو اداس کو قبول اور جو حدیث ادن
 دل فاسدہ کے موافق نہ ہو اداس کو رد کرتے ہیں اور ان کو خوف نہیں ہے کہ
 اس مسلک سے تکذیب احادیث اور قرآن اور اجماع کی لازم آتی ہے جس سے کلمہ غضب کا
 ناپر ثابت ہوتا ہے اور عجب ہے کہ اپنا نام اہل سنت رکھتے ہیں اور وہ گمان
 لئے ہیں کہ ہم ادن لوگوں سے ہیں جن پر حق تعالیٰ نے اہل سنت ہونے کا احسان
 ہے اور باوجود اس کے انکار کرامات اولیاء اللہ میں مبالغہ کرتے ہیں حالانکہ کلمہ

شریعت کا اون پر ثابت ہو لیا یہاں تک کہ اون کو اہل بوار کیساتھ ملا دیا اور اون سے
 ایک نوع و بال اور خسار ثابت ہو گیا اون کے کئی اقسام ہیں بعض اون میں وہ ہیں کہ مشائخ
 صوفیہ اور اون کے تابعین پر انکار سے پیش آتے ہیں اور بعض اون سے وہ ہیں کہ بالاجمال
 اون سے اعتقاد رکھتے اور یہ کہتے ہیں کہ مشائخ صوفیہ اچھے لوگ ہیں اور اون کے لئے
 کرامات ہیں مگر جب کسی ایک متعین صوفیہ سے ذکر کیا جائے یعنی کہا جائے کہ فلان شخص
 صوفیہ سے ہیں یا اون کی کوئی کرامت دیکھے تو وہ اس سے انکار کرتا ہے۔ اون کے
 خیال میں شیطان ڈال دیا ہے کہ صوفیہ مر گئے اب جو باقی رہے ہیں وہ دھوکہ دینے
 والے ہیں وہ بھی حرمان اور عناد کے ایک مقام میں ہیں انتہی پس شیخ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے
 جو لوگ نام اپنا اہل سنت رکھ کر کرامات اولیاء اللہ کا انکار کرتے ہیں اون کے دو فرق یہ ہیں
 کئے فرق اول وہ ہیں کہ جو مطلقاً حضرات صوفیہ سے انکار رکھتے ہیں فرق ثانی وہ ہیں
 حضرات صوفیہ سے اجمالاً اعتقاد رکھتے ہیں اور اون کی کرامات کے بھی قائل ہیں مگر جب کسی
 صوفی کو خاص یا کسی کرامت خاص کو دیکھیں تو اس سے انکار کرتے ہیں پس مسئلہ خدا سے
 جو لوگ انکار رکھتے ہیں وہ بھی فرق ثانیہ کی ایک شاخ ہے۔ کیونکہ گو وہ حضرت صوفیہ
 اور اون کی کرامات کے بالاجمال اور ہر ہر صوفی معین کے اور ہر ہر اون کی کرامت کے
 تفصیل قائل ہیں مگر اس حد تک جس میں خدا یا سما و اولیا اللہ اور حاجت روائی حاجت مند
 مذکورہ ہو پس منکرین خدا بھی ایک نوع کے منکر کرامات معینہ ہوئے جن کے لئے شیخ ابن حجر
 علیہ الرحمۃ نے ایک نوع کا وبال اور خسار بیان فرمائے ہیں پس جب منکرین اقبال
 اور کرامات اولیاء اللہ کا حسب ارشاد حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور فتویٰ شیخ ابن حجر
 علیہ الرحمۃ یہ حصہ حال ہوا شمس الدین ولجی انکار اقبال اولیاء اللہ سے مبتلا آفات ہو

نو سنکرین حدیث کا اسی پر قیاس کیا جائے اب ہم کو اپنے پروردگار کا شکر ادا
 کرنا ضرور ہے کہ ہم کو خدا نے کیسے نبی کریم کی امت مرحومہ میں پیدا کیا جو سید المرسلین ہیں
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رحمت کے عالمین آپ کا وجود فائز الوجود مخلوق کے لئے سر رحمت
 ہے آپ کی توجہ مبارک ہمیشہ صلاح و فلاح امت مرحومہ کی طرف مصروف ہے
 پس یہ کیا بڑا احسان حق تعالیٰ کا ہے جو حق تعالیٰ نے ہم کو ایسے نبی رؤف و رحیم کی امت
 میں پیدا کیا جو حق تعالیٰ نے خود اپنا احسان و منت ہم پر آئیہ لقلل من اللہ میں بیان
 فرمایا آپ ہدایت اور خیر خواہی امت میں کیسے حر لیں ہیں جس کا بیان حق تعالیٰ نے آئیہ
 لقلل جاءکم میں فرمایا خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب حق تعالیٰ آپ کی ذات مبارک کو مالم
 مالم کے لئے رحمت فرمایا اور آپ کے لئے ارشاد الہی ہوا کہ آپ کی ذات پاک امت کی صلاح
 فلاح کے لئے حر لیں ہے پس ہمارا متوجہ ہونا آپ کی ذات رحمت آیات کے طرف کس قدر
 سبب حصول فوائد و اربین اور باعث استفا و سعادت کو نہیں ہے آپ کی ذات کے وسیلہ
 سے بندہ واصل حق ہوتا ہے آپ ہی کے وسیلہ سے بندوں کے گناہان معاف کئے جاتے
 ہیں آپ ہی کے ذات کے وسیلہ سے مصائب اور مشکلات و اربین دفع ہوتے ہیں محال
 و کچھ ہم کو نجات دینوی یا اخروی ملتے ہیں وہ سب اس وسیلہ اور طفیل آپ کے ہیں اس لئے
 حق تعالیٰ نے ہم کو کس خوبی اور کس حُسن سے آپ کی ذات مبارک کی طرف توجہ کی
 بیت فرمایا اور ارشاد الہی ہوا کہ - ان الله وَمَلَائِكَتُهُ يُحِبُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا - یعنی حق تعالیٰ پہلے اپنی توجہ اور بعد اوس کے فرشتوں کی
 توجہ آپ کی ذات استودہ صفات کے طرف بیان فرمایا پھر مومنین کو حکم ہوا کہ تم بھی حضرت کی ذات
 کی طرف متوجہ ہو یعنی خدا نے ہم کو تربیت توجہ جانب ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس طور سے کیا کہ جب ہم اپنے جیب کی طرف متوجہ ہیں اور ہمارے خاص بندے جو فر
 ہیں وہ بھی آپ کی طرف متوجہ ہیں تو اب اسے مومنین تم کو بھی ضرور ہے کہ ہمارے
 جیب کی طرف متوجہ ہو جاؤ پس اب ہم کو زیادہ سعی و توجہ کرنی چاہیئے جو دارین میں از
 حد مقید و باعث انجاح ملامت اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تعلق باخلاق الہی میں مطابق
 ارشاد الہی ہم کو ہر امور میں اپنے طرف توجہ کی کس حُسن و خوبی سے تربیت فرمائے ہیں کہ ہم
 ذکی متوسط غیبی کے ذہن میں آجائے جس طرح حضرت نے حکم فرمائے بوقت ختم عبادت
 مشغول ہو کر وہ معراج المومنین ہے میرے طرف متوجہ ہو یعنی میرے نام کے ساتھ
 ندا کرو اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرو تاکہ ہماری ناز جو ہم نے اپنے حب حوصلہ ادا کئے
 ہیں جس میں نہ پورا خشوع و خضوع ہے نہ پورا اخلاص بلکہ قرأت ذکر لسانی بھی اگر پوری
 زبان سے ادا ہو جائے اور کوع سجود اگر حسب شرع پورا ادا اور طہارت پوری
 حاصل اور جامہ و جگہ پاک ہو تو بھی غنیمت ہے ہماری عقل اور فہم ناقص ہمارا اخلاص
 و خشوع و خضوع ناقص بسبب کام ناقص لیکن امید ہے کہ ہماری ناقص عبادت
 حضرت کی طرف متوجہ ہونے اور حضرت پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے سے ندا اپنے مختص
 فضل و کرم سے قبول فرمائے اور حضرت کے وسیلہ سے حضرت کی شفاعت سے حضرت
 کی توجہ سے یہ ناقص ناز ہماری معراج المومنین ہو جائے پس جب کہ ہمیں ناز میں جو
 عبادت فریضہ اور معراج المومنین ہے حضرت کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت کے
 اسم مبارک کے ساتھ ندا اور حضرت پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے اور حضرت کو وسیلہ
 بنانے کا حکم ہوا تو اعلیٰ طبیعت ذوالفہم سلیم الطبع سمجھ لے سکتے ہیں کہ ادنیٰ
 امور میں جو مرد دنیوی ہیں آپ کو وسیلہ گردانا آپ کی طرف متوجہ ہونا آپ کے
 اسم مبارک کیساتھ ندا کرنا آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنا کیوں کہ مقید نہ ہو گا بلکہ

اولیٰ ہو گا یہ امر جو نیک خاص نماز ہی کے لئے نہیں بلکہ سب کاموں کے لئے ہے۔
لہذا صلوة استحاجت کی تعلیم ہوئی جس سے متوسط درجہ کے فہم کا آدمی بھی جان
لے سکتا ہے کہ حضرت کے طرف متوجہ ہونا حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا
کرنا حضرت کو اپنا وسیلہ خدا کے پاس کرنا مخصوص امور اخروی کے ہی ساتھ نہیں ہے
بلکہ انجاء مرام اخروی اور دنیوی ہر دو کے لئے کافی اور وافی ہے اولیاء اللہ آپ کے
ناہن اور آپ کے فیض یافتہ الذائد علیہ السلام اس لئے آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جیسا حضرت کا
وسیلہ حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنا انجاء مرام اخروی اور دنیوی کیلئے
کافی ہے۔ ایسا ہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ ان کے طرف متوجہ ہونا اُن کو اپنی
حاجت کے وقت بھارتا اونکو اپنے انجاء مرام کا وسیلہ خدا کے پاس کرنا باعث فوز و نجات
دارین ہے مگر شاید کوئی سمجھ لے کہ توسل اور توجہ اور ندا خالص حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے لئے ہے اس لئے حکم ہوا کہ تم بوقت حاجت میری امت کے مردانِ خدا سے بھی
رد چاہا کرو اگرچہ وہ تم کو نہ دیکھیں پھر دریاے رحمت و حمۃ للعالمین موج زن ہوا
ور ذہن اقدس میں جو خزینہ اسرار الہی ہے یہ امر آیا کہ جو لوگ امت مرحومہ سے ایسے
ین کہ اُن کا قلب تعلقات دنیویہ سے پاک نہیں ہوا ابھی اُن کے حجابات بشریہ مرتفع
ہیں ہوئے ابھی اُن کو راہ و رسم عالم قدس کا پیدا نہیں ہوا اُن کو یہ امر منکشف
نہیں ہے کہ واصلانِ حق کا کیا حال ہوتا ہے جن لوگوں سے حجابات بشریہ دور ہو جاتا
ہیں اور اُن پر تجلیات اسماء و صفات الہی وارد ہوتے ہیں تو ان پر کیا کیفیت پیدا ہوتی
ہے اور اُن کا اثر مخلوق پر کیا ظاہر ہوتا ہے اگر اُن کے ذہن میں آجائے
کہ خاصات الہی مثل ہمارے دیکھتے ہیں کہ وہ بھی بشر ہم بھی بشر
ہیں وہ بندے خدا کے ہم بھی بندے خدا کے ہیں ہم کو تو مسافت

مسلولی سے اگر کچھ دور میں ندا کیا جاوے تو ہمارے سماعت اون سے
 سننے سے قاصر رہتی ہے اگر ہم کو ندا کرنیوالوں کا حال بھی کسی ذرائع سے معلوم ہو جائے تو
 ہم کو اون کے پاس پہنچنے کو بہت تکلیف چاہئے اور اس بات ظاہری کی ضرورت ہے
 اگر ہم اون کے پاس پہنچ بھی جائیں تو بقدر طاقت بشری و آلہ ظاہری ممکن ہے
 مگر اکثر وقت اکثر امور میں ہم اون کی اعانت سے عاجز رہینگے پس خاصان خدا کو دور سے
 ندا کرنے کے فوائد ہمارے کچھ فہن میں نہیں آتے۔ حدیث التحيات میں جو ندا کرنے کا
 حکم ہوا وہ خاص نماز ہی کے لئے ہے جو وہ حسب کم خدا تھا اور حاجت میں جو تعلیم ندا
 ہوئی وہ بھی حضرت کے وقت پر منحصر تھی اور حسب کم الہی تھی علیٰ ہذا جو مردانِ خیر و نظر
 نہیں آتے۔ اون سے اعانت کا جو حکم ہوا وہ بھی اسی وقت میں منحصر تھا۔ پس
 اس وقت میں تو حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما اس عالم میں نہیں ہیں پس ہمارے
 عقل میں نہیں آتا کہ ہم بوقت حاجت آپ کے اسم مبارک کیساتھ کیون ندا کریں اور اولیاء اللہ
 فائین کے بھی اسم کے ساتھ ندا کرنا ہماری عقل سے بعید ہے ہر وقت ہر شخص
 کے احوال کا جاننے والا سوا خدا کے کوئی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ جو بعض لوگوں کا خیال
 فی زمانہ ہے وہ سب حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مکشوف اور آپ پر ظاہر ہو گیا۔
 پس حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اون لوگوں کی ہدایت اور فوائد دینی اور دنیوی کے
 لئے یہ حدیث نہ اپنی طرف سے بلکہ خدا کے طرف سے روایت فرمائے تاکہ لوگوں کو
 کسی طور پر شک و شبہ اور ریب باقی نہ رہے کہ جس میں راز غفی کی توضیح ہے اور اس معنی
 کے تصریح ہے کہ عام لوگوں کو خاص لوگوں سے کس وجہ سے تمیز ہے اور اس حکمت
 کی تلویح ہے کہ اون سے دوروں کو کس وجہ سے مدد پہنچ سکتی ہے اور انکی حاجت غیا

اور بعد مسامت میں لیوں نہ کر کے کا علم ہو واجب وہ حقیقت و نصیحت معلوم نہی سی نہ
 مابین خدا اور خاصان خدا کے کیا معاملہ ہے خدا کی عنایت اوس کے خاص لوگوں پر کسی
 ہے خدا سے اون کو کیا تربیت ملتا ہے خدا سے اون کو کیا عزت حاصل ہوتی ہے خدا کا ارادہ
 کیا راز و نیاز ہے جس کے باعث سے دورون کا حال اون پر مکشوف ہوتا ہے۔ کہ وہ
 دورون کی استعانت و ستگیری کرتے ہیں بعد سب حقیقت معلوم ہونے کے اور کوئی شک
 و شبہ خاص لوگوں سے استدرا کے بارہ میں خواہ وہ دور ہوں یا نزدیک حاضر ہوں یا
 غائب باقی نہ رہے گا اور بلا شک اور بلا شبہ بلا تامل وہ اس فوز عظیم سے محروم نہ رہیں گے
 وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں جسکو
 محدثین کے اصطلاح میں حدیث قدسی کہتے ہیں کہ خدائے جل شانہ فرماتا ہے۔ ہن
 عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحب و ما تقرب الی عبدی بشئ احب الی ما افترضت علیہ
 ما نزل عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی سمع بہ و
 بصرہ الذی یرى بہ و لیلہ الذی یبسط بہا و رجلہ الذی یمشی بہا و ان سألنی لاعطینہ و لئن استعاضلنی لعینہ
 ترجمہ جو شخص کہ میرے ولی سے دشمنی رکھا پس میں نے اوس کو آگاہ کیا جنگ کے ساتھ
 یعنی وہ میرے ساتھ جنگ کرے۔ اور نہیں نزدیک ہوا میری طرف میرا بندہ کبھی ہیز
 کیسا تھ جو میرے طرف دوست زیادہ ہوا اوس جیز سے جو میں نے اوس پر فرض کیا اور بیشیہ
 ہے میرا بندہ جو میرے طرف نوافل کیسا تھ نزدیکی طلب کرتا ہے یہاں تک کہ میں اوس کو
 دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں نے اوس کو دوست رکھا پس میں اوس کی سماعت
 ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ۔ وہ سنتا ہے اور اوس کی بصارت ہو جاتا ہوں۔ جس گاہ
 دیکھتا ہے اور اوس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جسکے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اوس کا سر ہو جاتا ہوں

جس کے ساتھ وہ چلتا ہے میرے۔ یہ جو طلب کرے میں اسکو دیتا ہوں۔ اور میرے
 پناہ چاہے تو میں اسکو پناؤ دیتا ہوں۔ اٹھلی اس حدیث کو امام بخاری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
 سے روایت کرتے ہیں یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب ذکر اللہ میں ہے۔ علماء شریعت جو ابھی
 مرتکب کشف و شہود کو نہیں پہنچے ادن کو اس امر کے معلوم کرنے اور اس کے بیان میں
 بہت دشواریاں واقع ہوئے کہ خدا بندہ کی سماعت اور بصارت وغیرہ کس طرح ہوتا ہے
 بعض ادن سے یہ ادس کی توجیہ کرتے ہیں کہ خدا ادن کے حواس و آلات کو وسائل اپنی
 خوشنودی کا کرتا ہے۔ پس نہیں سنتا ہے وہ بندہ مگر اس چیز کو جس کو خدا دوست
 رکھتا ہے اور نہیں دیکھتا ہے مگر اس چیز کو جس کو خدا دوست رکھتا ہے اور خدا
 اس امر میں اُن کا مددگار اور حافظ ہوتا ہے کہ ادن کی سماعت اور بصارت اور ہاتھ
 پیر کو جس غل سے کہ وہ راضی نہیں۔ بچاتا ہے بعضون نے کہے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ
 ادس کی سماعت اور بصارت اور ہاتھ اور پیر وغیرہ جو ادس کے قضا و حوائج کے لئے
 مقرر ہیں ادس سے جلد ترین ادس کی قضا و حوائج کرتا ہوں اٹھلی یہ توجیہات اس وجہ
 سے ہیں کہ شہود اس کیفیت کا کہ خدا انسان کی سماعت اور بصارت ہو جانے کے
 کیا معنی دہی لوگ سمجھتے ہیں جن پر یہ بات ظاہر ہو گئی ہے اور ادس کی چاشنی سے
 واقف ہیں یا این ہمہ یہ لوگ اعتقاد کشف غیب مقربان الہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں
 جس چیز کے دیکھنے سے ہمارے بصارت قاصر خاصان الہی اس چیز کو دیکھ لیتے ہیں
 جس چیز کے سننے سے ہماری سماعت قاصر ہے خاصان حق ادس چیز کو سن لیتے ہیں
 مگر اس سننے اور اس دیکھنے کی کیفیت ادن نہیں لوگوں کو معلوم ہے جو اس طور کا سننا
 وہ لوگ سنتے ہیں اور اس طور کا دیکھنا وہ دیکھتے ہیں جن علماء پر یہ کیفیت گذری ہے

وہ اس حدیث کے یہ معنی فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد حق تعالیٰ کا دلالت کرتا ہے اس
 بات پر کہ بندے کا قرب اپنے پروردگار سے ادا فرائض کے ساتھ اتم اور کامل ہو
 اس قرب سے جو بقاء نوافل ہے کیونکہ بندہ کو علیحدگی اپنے اختیار سے
 امتثال الہی میں زیادہ سخت ہے ادائی فرائض میں اس لئے کہ نوافل کا یہ بندہ اپنے
 پروردگار کے جانب با اختیار خود ہیجتا ہے۔ ازراہ تبرع کے۔ حاصل ہوتا ہے
 اول میں فتاویٰ ذات اور ثانی میں فتاویٰ صفات ایسا ہی کہنا متحلی یہ غلامہ مضمون
 مرقاة اور لمعات اور طیبی کلبہ جو شرح مشکوٰۃ کے میں ہیں یہ اخیر تفسیر واسطی
 کے کہ خدا کا ارشاد کہ۔ میں بندہ کی سماعت اور بصارت ہو جاتا ہوں۔ یہ معنی ہو کہ
 بندہ پر خدا کی تجلیات صفاتی غالب ہو جاتے ہیں اور بندہ پر جب تجلی کسی صفت
 الہیہ کی ہوتی ہے تو اس صفت کو ساری عالم میں دیکھتا ہے۔ ایسا ہی ہے
 بعد دیگرے تجلیات صفات الہیہ بندہ پر ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالکریم جلی علیہ السلام
 اپنی کتاب انسان کامل میں تحریر فرماتے ہیں۔ فمنہم من تجلی الحیۃ بالصفۃ النجباءۃ
 فكان هذا العبد حیۃ العالم یا جمعہ بری سریان حیۃ فی الموجودات جمیعہ لجمہا و در
 پس بعض سالکین ادبیاء اللہ پر حق تعالیٰ اپنی صفت حیاتیہ کے ساتھ متجلی ہوتا ہے
 پس یہ بندہ جمیع عالم کا حیات ہو جاتا ہے اپنی حیات کو جمیع موجودات میں ساری
 دیکھتا ہے۔ جسم میں اوس عالم کے اور روح میں اوس کے انتحلی۔ (۱) یہ بندہ
 جو اپنی حیات کو جمیع عالم میں ساری دیکھتا ہے تو حقیقت میں حیات جو صفت الہیہ ہے
 اوس کو جمیع عالم میں ساری دیکھتا ہے کیونکہ تجلی صفت حیات الہیہ کے ساتھ اوس کی
 حیات جو صفت بشری ہے فنا ہو گئی۔ اور باقی رہ گئی حیات جو صفت الہیہ ہے

شیخ عبدالکریم علیہ الرحمۃ نے شروع باب تجلیہ صفاتیہ میں اس امر کی تصریح فرمادے ہیں کہ حق تعالیٰ جب ارادہ فرماتا ہے کہ کسی بندہ پر اپنے اسم یا صفت کی تجلی فرمادے تو اس بندہ کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے اور اپنی صفت کی تجلی جو وہ ایک لطیفہ الہی جو اس کے قائم مقام کرتا ہے کیونکہ یہ تجلیات صفات الہیہ جو بندہ پر ہوتے ہیں خدا کی رحمت اور نعمت ہیں اگر خدا بندہ کی ہستی کو فنا کر دے اور اس کے عیوض اپنی صفت لطیفہ الہیہ کو قائم مقام نہ کرے تو فنا ہے ہستی بندہ رحمت اور نعمت کے بجائے لعنت ہوگی پھر شیخ علیہ الرحمۃ اور حیند فقرول کے فرماتے ہیں ۔ وکنت فی هذا التجلی مدة من الزمان الی ان نقلتني یذا انیایة عن هذا التجلی الی غیرہ ولاحیہ اور تمہا میں اس تجلی میں ایک مدت تک مانیسے یہاں تک کہ مجھ کو دست عنایت خدائے اس تجلی سے اس کی دوسری تجلی میں نقل کیا اور کوئی دوسرا نہیں بلکہ سب اسی کے تجلیات ہیں انتحلی ۔ ف اس صفت کی تجلی میں جب بندہ واصل الی الذات ہو جاتا ہے تو تعرف احیاء اموات کا انبیاء علیہم السلام سے معجزہ اور اولیاء اللہ سے کرامتاً ظاہر ہوتا ہے حقیقت میں احیاء اموات تجلی صفت الہیہ ہے اس کی نسبت بندہ کی طرف محض اس کی عزت و شرف کی وجہ کی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نسبت احیاء اموات کی جو صفت خاص حق تعالیٰ کی ہے ۔ اپنے طرف کئے اور کہے کہ و احیی باذن اللہ یعنی میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں ساتھ تجلی صفت احیاء کے جو خدا نے مجھ پر فرمایا ہے پھر شیخ علیہ الرحمۃ دوسری صفت الہیہ کی تجلی کا حال بیان فرماتے ہیں ۔ ومنہد من تجلی اللہ علیہ بالصفة العلمیة وذلک لما تجلی علیہ بالصفة الحیاتیة الساریة فی جمیع الموجودات ذاق هذا العبد بقویۃ احدیة ثلاث الحیاة جمیع ماہی علیہ المکنات فحینئذ تجلیت الذات علیہ

بالصفة العلمية فعلم العالم باجمعها على ما هي عليه من تفاريجها
 من المبدء الى المعاد و علم كل شئ كيف كان وكيف هو كائن وكيف
 يكون و علم ما يكن ولم لا يكون و لو كان ما لم يكن كيف كان
 ترجمہ بعض اہل تجلیات سے وہ ہیں کہ حق تعالیٰ اُن پر تجلی صفت علیہ کے ساتھ
 لڑا ہے اور یہ اس واسطے کہ حق تعالیٰ بندہ پر صفت حیاتہ کے ساتھ تجلی ہو اور جمع
 وجودات میں ساری ہے تو وہ بندہ بعلم ذاتی جان لیتا ہے۔ ساتھ قوت احدیت
 و صفت حیاتہ کے جمع اوس حالت کو جس حالت پر ممکنات ہیں پس اس حال میں تجلی
 دیتا ہے۔ خدا اوس بندہ کی ذات پر صفت علمیکہ کیساتھ پس جان لیتا ہے۔ بندہ
 ام عوالم کو اوس حالت پر جو وہ ممکنات ہیں اُن کے تقاریر سے مبداء سے معاد
 در جان لیتا ہے۔ بندہ شہی کو کہ کسی ہوئی اور کسی ہوئی والی ہے اور کسی ہوگی اور
 ان لیتا ہے۔ بندہ اوس چیز کو جو نہیں ہوئی اور جو نہیں ہوئی۔ کیوں نہیں ہوئی
 رہتی جو چیز نہیں ہوئی تو کیوں ہوتی یوں کل ذلک علما اصیلاً حکماً کشفیاد و قیاماً فی
 ربانہ فی المعلومات علماً اصیلاً تفصیلاً کلیاً جزئاً مفصلاً فی اجمالہ لکن فی غیب الغیب اللہ
 جہہ ہوتا ہے۔ یہ علم اصلی حکمی یعنی یہ علم کسی آلات اور اسباب سے بالحواس
 بندہ کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ اول اوس علم کا مبداء فیاض سے ہے اور یہ علم
 کا حکمی ہے یہ معنی ہیں کہ یہ علم اس کا یقینی ہے۔ کہ اوس پر کوئی شک پیدا کر سکنے
 لے قابل نہیں ہے اور یہ علم اوس کا ذاتی کشفی ہے اوس کے یہ معنی ہیں کہ یہ علم
 اوس کو حاصل ہوا ہے تجلی صفت علمیکہ الہی ہوا کہ یہ امر متعلق بہ ذوق ہے بیان سے
 یہ سمجھ میں نہیں آسکتا اور کشفی یہ معنی کے یہ تجلی صفت علمیکہ الہی حالات موجودات

اس پر کشف و یونے اور یہ کشف اور ذوق باعث تجلی صفت الہیہ کے اوس کی ذات
 سے پیدا ہوا اسکا علم اجمالی تفصیلی ہے یعنی اوس کے علم اجمالی میں علم تفصیلی بھی موجود
 کا حاصل ہے اوس کا علم کلی جزئی ہے یہ معنی کے علم کلی میں اوس کو جزئیات کا بھی علم
 حاصل ہے۔ اوس کے علم اجمالی میں اسکا علم تفصیلی بھی حاصل ہے مگر ان مراتب کا
 علم اوس بندہ اہل تجلی کو مرتبہ غیب الغیب اور مرتبہ لدنی یعنی بطون میں حاصل ہوتا ہے
 یعنی وہ بندہ اہل تجلی کو جو بہ تجلی صفت علیہ الہیہ کے حالات و موجودات کے معلوم ہو
 وہ منحصر مرتبہ غیب الغیب میں ہی ہے مرتبہ شہادت یعنی اس عالم میں اسکا کوئی اثر
 باقی نہیں رہتا اور یہ حال عبید جفاقی کا ہے۔ جو ابھی واصل الی الذات نہیں ہوا جیسا کہ
 شیخ علیہ الرحمۃ نے ایک فقرہ کے بعد بیان فرمائی ہیں باعث شدت تعلق کے
 اس مقام پر بیان کیا گیا والصفات للیس للہ من العلم الاوق علیہ غلب یعنی جو بندہ
 جس پر صفات الہیہ کی تجلیات ہو رہی ہے ابھی وہ مرتبہ ذات تک نہیں پہنچا ہو
 وہ علم جو مرتبہ غیب الغیب میں یہ تجلی صفت علیہ الہیہ اوس پر کشف ہو اور مرتبہ غیب الغیب
 میں ہے وہ حالت تجلی صفت علیہ الہیہ کی اسپر رہتی ہے مگر اس عالم شہادت میں
 وہ تجلی باقی نہیں رہتی والذاتی من التفصیل من غیب لغیب للمادة الشہادی جو بندہ ذاتی ہو
 یعنی جو بندہ کے تجلیات صفاتیہ سے عروج کر کے تجلی ذات نکش ہو چکا ہے وہ
 اس علم تفصیلی کو جو اوس کو مرتبہ غیب الغیب میں یہ اجمال حاصل ہوا تھا مرتبہ
 غیب الغیب سے لئے ہوئے مرتبہ شہادت الشہادۃ میں اترتا ہے۔ انتہی شیخ
 علیہ الرحمۃ نے اس عالم کو مرتبہ شہادت الشہادۃ کیساتھ تعبیر کئے حالانکہ اس عالم کو
 فقط عالم شہادت کہتے ہیں نہ شہادۃ الشہادۃ اوس کی وجہ یہ ہے کہ نسبت

مرتبہ غیب کے یہ عالم عالم شہادت ہے شیخ نے یہ مرتبہ یہاں پر بیان فرماتے تو باعتبار عیب الغیب کے یہ مرتبہ شہادت الشہادۃ ہوا پھر شیخ اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ علم جو بندہ واصل الی الذات کو بتخلی صفت علم الہیہ کے حاصل ہوا تھا اور اس کی تفصیل کو بندہ ذاتی جو مرتبہ شہادۃ الشہادۃ میں لانا جس کا ذکر شیخ نے فرمایا ہے اس سے یہ امر شہدہ رہ گیا کہ یہ تفصیل بندے کو کوئی اور مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے کیا یہ تفصیل اس کو مرتبہ شہادت الشہادۃ میں حاصل ہوتی ہے یا مرتبہ غیب میں یا مرتبہ غیب الغیب میں؟ اس کی تصریح شیخ قول آئندہ میں بیان فرماتے ہیں ویشہد تفصیل اجمالہ فی الغیب وبعلم اجمالہ فی غیب الغیب یعنی جو بندہ واصل الی الذات پر تخلی صفت علم الہیہ ہوتی ہے اس جو علم کہ اس کو مرتبہ غیب الغیب میں حاصل ہوتا ہے وہ علم اجمالی ہوتا ہے پھر جب کہ اس بندے کو مرتبہ غیب الغیب سے منزل مرتبہ غیب کے طرف ہوتا ہے اس جو علم اجمالی جو اس کو جو بتخلی صفت علم الہیہ کے مرتبہ غیب الغیب میں اجمالا حاصل ہوا تھا اس کی تفصیل اس بندہ ذاتی کو مرتبہ غیب میں حاصل ہوتی ہے اور وہی علم تفصیلی کو مرتبہ غیب سے مرتبہ شہادت الشہادۃ میں لانا ہے۔ اٹھی اسی تخلی صفت علم الہیہ کے حالت میں مقرب الہی کو کشف غیب ہوتا ہے اشیاء مغیبات کا حال ان کو معلوم ہوتا ہے مقربان الہی سے جس کا عروج تخلی ذات تک ہو گیا ہے وہ لوگ اس مغیبات میں سے جس قدر ہماری نسبت مناسب معلوم ہو بعض مغیبات کی خبر دیتے ہیں سلطان العاقرین سید الواصلین افضل الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم علیہم جمعین کہ تجلیات ذاتیہ و صفاتیہ الہیہ کا فیضان بلا واسطہ حق تعالیٰ کے جانب سے استغناء

نہ فرستے مغرب۔

نبی مُرسل آپ کے ہی وسیلہ سے اولیاء امت مرحومہ واصل الی الذات ہوئے
آپ کے فیضان سے اولیاء امت مرحومہ مرتبہ تجلیات ذاتیہ و صفاتیہ الہیہ فائز ہوئے

اور مخاطب بخطاب کنتم خیر امة اور مقب بہ لقب علماء امتی کا بنیاد بنی اسرائیل
ہوئے جن احادیث سے اس تجلی صفت علمیہ کے طرن اشارہ ہے اور آنحضرت صلی
اپنے امت مرحومہ کو بقدر اؤن کی ضرورت کے بعض منیات سے اطلاع دے۔

اور جو یہ تجلی صفت علمیہ الہیہ کے آپ پر مکشوف ہوئے اؤن میں سے چند احادیث
یہاں۔ ذکر کرتا ہوں۔ حدیث اول۔ عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذلک الی
قیام الساعة الاحدث بہ فحفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابہ لیلۃ و نالہ

لیکون منہ النبی قد نسیتہ فاراہ فا ذکرہ کہاید کر الرجل وجہ الرجل اذا غاب ثم اذا ارادہ عرفہ متفق علیہ
ترجمہ مروی ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ادبہوں نے کہا کہ خطبہ فرمائے یعنی

یعنی وعظ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے مجلس میں کھڑے ہو کر
ایک مقام میں حضرت نے وعظ میں جو کوئی بات قیامت تک ہونیوالی تھی نہیں چھوڑی

جس نے اوسکو یاد رکھا جو یاد رکھا اور جس نے بھولا سو بھولا پس وہ حادثہ بھولا ہوا
جو میں دیکھتا ہوں مجھکو یاد آجاتا ہے جو حضرت نے ارشاد فرمائے تھے جیسا کہ کوئی شخص

ایک شخص کو دیکھ کر بھول جاتا ہے۔ پھر جب اوسکو دیکھتا ہے وہ یاد آجاتا ہے اور پہچان
لیتا ہے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کئے دوسری حدیث وعن عمر

ابن الخطاب الاقصاری قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما الفجر وصعد المنبر فخطب

حتی حضرت الظہر نزل ثم صعد المنبر فخطب حتى حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم
 صعد المنبر حتى غربت الشمس فاجلجبا هو كائن الى يوم القيامة فاعلمنا الحظنا رواه مسلم كذا في المشكوة
 مروى ہے عمر بن الخطاب الفارسی سے رضی اللہ عنہ کہا او نہیں نے، آنحضرت
 صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم کو اپنی امامت سے نماز صبح پڑھائی پھر منبر شریف پر برآمد ہو کر
 وعظ فرمائے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آیا پھر حضرت نے منبر شریف سے اترے اور نماز
 ظہر ادا فرمائے پھر منبر شریف پر برآمد ہوئے اور ہم پر خطبہ پڑھے یعنی وعظ فرمائے یہاں
 کہ نماز عصر کا وقت ہوا پھر منبر شریف سے اترے اور نماز عصر ادا فرمائے پھر منبر شریف
 پر برآمد ہوئے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا پس حضرت نے جو باتیں قیامت تک
 ہونیوالی تھیں سب بیان فرمائے پس ہم میں زیادہ علم رکھنے والا شخص ہے جو اون باتوں
 کو سب سے زیادہ یاد رکھا اس حدیث کو مسلم نے روایت کئے یہ دو حدیث مشکوٰۃ
 سے منقول ہیں انتھی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں لکھا ہے۔ ومن ذلك
 ما اطلع عليه من القيوب وما يكون في هذا الباب جبر لا يدرك قسره ولا يعرف غمزه وهذه المعجزة
 من حجة معجزاته المعلومه على القطع الواصل الذي اخبرها على التواتر لكثرة رواياتها واتفاق ما بينها على اطلاع ^{الغيب} على
 اور اون معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے وہ ہے جو آپ کو غیب کی
 باتوں پر اطلاع دیکھنی اور جو اخبار اس بات میں آئے ہیں وہ ایک دریا ہے جس کی
 گہرائی معلوم نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کی پہنائی معلوم کی جاتی اور یہ معجزہ آپ کے اولیٰ
 معجزات سے ہے کہ جو یقیناً جائے گئے ہیں اور ہم تک اون کی خبر علی التواتر پہنچی
 ہے بسبب بہت ہوئے اہل کی راویوں کے اور متفق ہوئے اون کی معانی کو
 اطلاع علی الغیب پر انتھی۔ ایضاً قاضی عیاض فرماتے ہیں وقال ابو ذر رضي الله عنه

اَللّٰهُ تَرَكْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَحْكُ طَارِئًا حَاجَهُ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ذَكَرْنَا مِنْهُ الْعِلْمَ
 تَرْجُمَةً اور کہے ابو ذر رضی اللہ عنہ بتحقیق کہ چھوڑے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہیں بلاتا ہے کوئی پرندہ اپنے بازو کو گریبان فرماتے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے اس معلومات کو انتہی شیخ ابن حجر اپنی فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔ ولان اکثر علوم
 نبیہا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يتعلق بالمغیبات بدلیل فعلت علم الاولین
 والاخرین ولانہ تعالیٰ اخص بہ لکن من حیث الشمول والاحاطۃ بعلمہ بالکلیات
 والجزئیات فلا ینافی ذلک اطلاع اللہ تعالیٰ لبعض خواصہ علی کثیر من المغیبات
 من الخمس امی قال نبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس لا یعلمن الا اللہ تعالیٰ النہایات معدودۃ
 اکثر علمہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغیبات سے متعلق تھے اس لئے کہ آپ نے
 فرمایا ہے کہ میں نے جانا علم اولین اور آخرین کو اور اس لئے کہ حق تعالیٰ مخصوص ہے
 ساتھ علم غیب کے لیکن خدا کا علم سب کلیات اور جزئیات پر نوری اور شامل ہے
 پھر اگر خدا نے اپنے بعض خاص بندوں کو اکثر مغیبات پر اطلاع فرمائی تو کچھ مضائقہ
 نہیں ہے تاکہ آنکھ اون پانچ امور میں سے جس کا علم خاص خدا کے ساتھ ہونا قرآن
 میں مذکور ہے اون پر کسی شخص بندہ کو خدا نے مطلع کیا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے
 کہ یہ بنسبت علم الہی جزئیات معدودہ نہیں انتہی کذا فی وسیلۃ الجلیلۃ شیخ عبد الکریم سیلی
 علیہ الرحمۃ جو فرماتے ہیں کہ ہر تجلی صفت علم الہیہ کے بندہ کو اطلاع مغیبات کی ہوتی ہے
 اوس سے یہ مراد شیخ کی نہیں ہے کہ اطلاع مغیبات کی بندہ کو محض یہ تجلی صفت علم الہیہ کے
 ہی ہوتی ہے اور کوئی دوسرا طریق مغیبات کا بندہ کے لئے نہیں ہے کیونکہ شیخ کے کلام میں
 کوئی لفظ صبر کا نہیں ہے بلکہ مراد شیخ کی بیان کیفیت تجلی صفت علم الہیہ ہے کہ اوس

ہوتی ہے جائز ہے کہ اور دوسرا ذریعہ بھی خدا کی مائیت سے رہیں گے۔
 اطلاع مغیبات کی بندہ کو ہوتی ہو جیسا کہ تندرہ پر جب صفت کلامیہ اللہ تعالیٰ جو
 اس سے پہلے اطلاع مغیبات کی بندہ کو ہوتی ہے بتا دی گئی ہے۔
 کہے ہو اس کو کشف کہتے ہیں پھر اگر انبیاء علیہم السلام کو ہو تو وہ معجزہ اور اگر انبیاء
 ہو تو وہ کرامت ہے اور اطلاع مغیبات کی اگر یہ تعجلی صفت کلامیہ انبیاء علیہم السلام کو
 ہو تو وہ وحی ہے اگر اولیاء اللہ کو ہو تو وہ الہام ہے شیخ علیہ الرحمۃ کے معجونی حضرت علیہ
 السلام میں فرماتے ہیں کہ بوقت تعجلی صفت علمیہ اللہ کے بندہ کو مرتبہ غیب لغیب میں احوال
 عالم کا مکمل ہونا ممکن وغیرہ معلوم ہوتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ اس
 علم غیب الہی کا محیط ہو جائے کہ جو علم غیب خدا کے لئے خاص ہے بلکہ یہ علم غیب
 کا بندہ کو جو خدا کی جلالت صفت علمیہ سے حاصل ہوتا ہے یہ علم کائنات کا ہے کائنات
 حادث میں اور تغیر میں اور خدا کا علم قدیم و ازلی ابندی ہے متغیر نہیں کیا آپ
 ہنسیں دیکھتے ہو کہ یہ علم بندہ کو قبل تعجلی صفت علمیہ کے کہ حاصل تھا یا انہی جو علم
 کہ برکت تعجلی صفت علمیہ کے حاصل ہوا تو خدا کی عنایت اور اس کے ارادہ سے
 حاصل ہوا جس کی خبر خدا قرآن میں دیتا ہے فلا یحیطون ^{شیخ} علیہ السلام اور یہ علم جو خدا کی
 عنایت سے اور اس کے ارادہ سے بندہ کو حاصل ہی ہوا تو خدا کے علم کے روبرو
 یہ علم جزئی ہے خدا کا علم اس کے بھی ماوراء ہے جو درک بشری وہاں تک رسانی
 سے قاصر ہے پس قول شیخ علیہ الرحمۃ ذرا بھی کسی امر میں خلاف شرع شریعت نہیں
 شیخ علیہ الرحمۃ نے شروع میں کتاب انسان کامل کے فرمایا ہے لہذا التمس من
 المناظر فی هذا الكتاب بعد ان اعلمه انی ما وضعت شیئاً فی الكتاب الا ما هو
 مؤید بکتاب اللہ او سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہ اذا الاح

فمنعوا من لا من حيث مرادى الذى وضعت السلام لاجله فليتوقف
عن العمل به مع التسليم الى ان يفتح الله عليه بمعرفة و يحصل له شاهد من
كتاب الله او سنة نبويه صلى الله عليه واله وسلم وقائلة التسليم هنا وترك
الانكار ان لا يحرم الوصول الى معرفة ذلك فان من انكر شيئا من علمنا هذا
حرم الوصول اليه ما امر منكر او لا سبيل الى غير ذلك بل يخشى عليه حرمان
الوصول الى ذلك موطئا بالانكار اول وهلة ولا طريق له الا بالايمان والتسليم
ترجمہ شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں التماس کرتا ہوں اس کتاب انسان کامل کے دیکھنے
والے سے بعد اس کے جو میں اس کو معلوم کرادوں کہ کوئی چیز یعنی مسئلہ اس
کتاب انسان کامل میں نہیں رکھا مگر وہ مسئلہ تائید کیا گیا ہے خدا کی کتاب سے یا
اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنت سے وہ میرا التماس ناظر کتاب انسان
کامل سے یہ ہے کہ جسوقت اس کتاب میں کوئی بات خلاف کتاب اور سنت کے ناظر
کتاب مذکور پر ختام ہو جائے تو ناظر کتاب یہ بات معلوم کر لے کہ جب اس کو کوئی
مسئلہ خلاف کتاب اور سنت کے سمجھ میں آگیا ہے نہ وہ خلاف کتاب و سنت باعتبار
میری مراد کے ہے جس کے لئے میں نے اپنا کلام اس مقام پر رکھا ہوں پس اس
حالت میں ناظر کتاب کو لازم ہے کہ اس پر عمل کرنے سے توقف کرے ساتھ تسلیم
کرنے اس کلام کے جو میری کتاب میں ہے یعنی ناظر کتاب اس وقت ایسا کہے
اور سمجھے کہ اس کلام کے معنی صحیح موافق کتاب اور سنت کے ہوں مگر ہماری سمجھ میں
نہیں آتے یہاں تک کہ خدا اس کے دل کو اس مسئلہ کی معرفت کھول دے
اور اس مسئلہ کا گواہ اس کو خدا کی کتاب یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

لمجائے اور فائدہ ہمارے کلام کو ماننے اور اوس کا انکار نہ کرنے کا یہ ہے کہ
 جو شخص ہمارے کلام کو باوجود سمجھ میں نہ آنے کے مان لے گا اور انکار نہ کرے گا وہ ہمارے
 کلام کا معنی سمجھنے سے محروم نہیں رہے گا پس جو کوئی تہوڑا بھی ہمارے علم سے انکار کرے
 تو وہ اوس کے سمجھنے سے محروم ہوگا جب تک کہ اوس کو انکار ہے اور کوئی
 راستہ ہمارے کلام کو سمجھنے کا سوا کے تسلیم اور ترک انکار کے نہیں ہے
 بلکہ بصورت انکار خوف ہے کہ ہمارے کلام کے معنی اوس کے کبھی ذہن میں
 نہ آئیں اور وہ ہمارے کلام کے معنی سمجھنے سے محروم رہے اور کوئی راہ مان
 ہمارے کلام کے معنی سمجھنے کے لئے نہیں ہے مگر ہمارے کلام کو مان لینا اور اسکی
 توجیہ کو ہمارے طرف سپرد کر دینا اتہی۔ کیوں کہ کلام شیخ علیہ الرحمہ کا مؤید بہ کتاب
 و سنت نہو کہ آپ بھی فیض یافتہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہیں شیخ عبد الکریم
 جلی علیہ الرحمۃ کتاب انسان کامل میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنا مشد
 فرمائے ہیں اور جہاں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے قول مبارک کو نقل کئے
 ہیں آپ کو قال شیخنا فرمائے ہیں یعنی ہمارے مشد نے ایسا فرمائے حضرت
 غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اتباع کتاب و سنت پر کس قدر اہتمام تھا اور آپ
 متمسک بکتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسی قوت کیساتھ
 تھے بعضے اولیاء اللہ جو آپ کے زمانہ میں تھے ان میں بعض کا قول خلاف کتاب
 و سنت کے ہونے کی وجہ سے معتبوب ہو گئے چنانچہ حال شیخ ابو بکر جرمی قدس سرہ کا
 جو اولیاء اللہ کامل سے ہیں کتاب ہجۃ الاسرار میں مع شرح و بسط لکھا ہے پر شیخ
 عبد الکریم جلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں واعلم ان کل علما لا یؤیدہ الکتاب والسنة
 فهو ضلالہ الاجل ما لا یجد انت له ما یؤید لقد یكون العلو فی نفسه یؤید

بالکتاب والسنة ولكن قللة استدراك من انهم من اهل السنة فلو لم يستطع ان
تقدوا له بهت من محله فظن انه قد مرر بالكتاب والسنة فالظن
في هذا التسليم وندم العمل به من غير انكار الى ان ياخذ الله بيمينه
ترجمہ اور جان تو کہ جو علم جسکی تائید کتاب اور سنت کرے اسے وہ اگر اسی سبب
اس بات کہ تو اس علم کو مودار کیا ہے سنت نہیں یا آیت میں ہے تو اسے بھی علم کہہ
کتاب و سنت ہوتا ہے لیکن تیرا قلت استفادہ تو کو مودار کیا ہے کتاب و سنت کھنکھ
سنع کر آہے جب ایسا ہو تو طریق اسلم تیرے لئے اس میں یہ ہے کہ اس کا ہم کو
تائل کے طرف سپرد کر دے اور تو عمل مت کر یہاں تک کہ خدائے ارحم پکڑے اور تجھ کو
تبادے کہ یہ علم فلاں شاہد سے ثابت ہے یعنی فلاں آیت قرآنی یا حدیث کے موافق ہے
جب تک تو اس پر عمل مت کر انتہی۔ عیب الکرم علیہ الرحمۃ شیخ جامع شریعت اور حقیقت
ہیں جن کا قول تجلی اسماء میں مذکور ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی اپنے بعض تصانیف میں نقل کے ہیں کہ اسی تجلی صفت علیہ الہیہ سے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے برادرت اپنے والدہ شریفہ سے خبر دی کہ غیب زمانہ منہی
ہے اور اپنے نبی ہونے کی بھی خبر دے جو غیب استقبالی ہے اور یہ بھی فرماتے کہ
جو چیز کہ تم اپنے گہروں میں کھاتے پیتے ہو یا کسی چیز کو اپنے گہروں میں جمع کر لے
میں خبر دیتا ہوں غیب دانی یعنی یہ سب کیفیات عیسیٰ علیہ السلام کے قرآن شریف
میں مذکور ہیں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے غیب ماضی اور حالی اور استقبالی سے
جو خبر دے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں کہ میں کا شمار شکل ہے لیکن تیرا گاہ آیت محال
اطلاع غیب کے جو برواۃ ثقافہ کتاب بہجتہ الامرار میں مذکور ہے ذکر کیا جاتا ہے
شیخ ابو الحسن محمد بن اسماعیل اور تیار رحمۃ اللہ علیہ اسے اسناد متصلہ الیٰ الشیخ ابو اسحاق

اور شیخ ابو عبد الرزاق اور بھی عبد الوہاب اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما تے بندہ
 شہہ پانچواٹھاسی میں روایت ہے کہ ہم سب حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر
 بلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کے مدرسہ شریف باب الازج میں حاضر تھے
 در حضرت اس وقت اخیر تناول فرما رہے تھے پس حضرت نے تناول اخیر کو چھوڑ کر
 مدہستہ توقف کے ارشاد فرمائے کہ اس وقت مجھ پر کثرت دروازہ علم کے
 کئے کھولے گئے ہر دروازے کی وسعت اس قدر تھی جیسا کہ آسمان اور زمین کے
 میان میں وسعت ہے پھر حضرت نے معارف اہل خصوص میں ارشاد شروع فرمائے
 بت طویل جس سے حاضرین مدہوش ہو گئے اور ہم نے کہا کہ ہم گمان نہیں کرتے ہیں کہ
 حضرت کے بعد کوئی بھی ایسا کلام کر سکے۔ ایضاً بحیثۃ الاسرار میں شیخ عارف باشر ابو عمر
 مان صغینی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا استاد امر سلوک کا طریقہ یہ ہوا کہ میں
 ہر صغین میں ایک شب زیر سماعت لیٹا ہوا تھا پس میدان مابین آسمان اور زمین
 نے پانچ کبوتر گزرے پس میں نے سنا کہ ایک کبوتر زبان عربی میں کہہ رہا تھا جس کا
 صعبہ یہ ہے پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ہر شے کو پیدا کیا پھر اوس کو ہدایت کیا
 ہر دور کبوتر عربی میں کھتا کہ پاک ہے وہ ذات کہ انبیاء کو مبعوث کیا واسطے
 ہے ختم حجت کے مخلوق پر اور بزرگی دیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب نبیا علیہم السلام
 اور ایک کبوتر زبان عربی ایسا کہتا کہ پاک ہے وہ ذات جس کے پاس خزانہ
 ہر چیز کے اور نہیں اوتارتا ہے۔ اوس کو گریباندارہ معلوم کے اور ایک کبوتر عربی زبان
 میں ایسا کہتا کہ جو کچھ دنیا میں ہے باطل ہے مگر وہ چیز خیر خدا اور اوس کے رسول
 کے لئے ہو اور ایک زبان عربی میں ایسا کہتا تھا کہ اے اہل غفلت اپنے خوابوں
 سے بیدار ہو اور اپنے پروردگار کے طرف رجوع ہو جو رب کریم ہے بہت نعمتیں دیتا ہے اور بڑے

کتاب میں لکھا ہے راوی کہتے ہیں کہ یہ سنکر مجھ کو غم گھٹا گیا اور پھر افاقہ ہوا اور اس حالت
 میں کہ میرے دل سے دنیا مافیا کی محبت نکل گئی جب میں نے صبح کیا تو خدا سے عہد
 کیا کہ میں اپنے نفس کو ایسے مرشد کے سپرد کروں جو خدا کا راستہ مجھے بتا دے
 اور اسی امر کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ ایسے مرشد کو کہاں سے پاؤں پس ایک
 بزرگ بڑے ہیبت والے نورانی میرے پاس آئے اور مجھ کو کہے کہ السلام علیک
 یا عثمان پس میں نے اون کے سلام کا جواب دیا اور میں نے اون کو قسم دیا کہ تم کو
 ہر سو بیان کر دوں اور تم نے میرا نام کیسا معلوم کئے میں تم کو کبھی نہیں دیکھا تھا اور انھوں نے
 کہا کہ میں حاضر ہوں اور میں ابھی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے خدمت میں حاضر تھا
 آپ نے مجھے فرمایا کہ اے ابو العباس شب گذشتہ ایک شخص اہل صوفیہ سے خدا
 کے طرف پہنچے گئے جو نام اون کا عثمان ہے اور وہ مقبول ہو گئے اور وہ خدا کے
 طرف متوجہ ہوئے اور ساتھ آسمان پر سے وہ پکارے گئے کہ اے میرے بندے
 تجھ کو مرحبا ہوا اور انہوں نے خدا سے عہد کیا کہ وہ اپنے نفس کو ایسے مرشد کے
 سپرد کرے جو خدا کا راستہ بتلائے اور تم اے خضر جاؤ اون کو راستہ میں پاؤ گے
 پس اون کو میرے پاس لاؤ پھر خضر علیہ السلام نے مجھ کو کہے کہ اے عثمان شیخ عبدالقادر
 اس عصر میں سید العارفین اور قبلہ و اقلیدین ہیں پس تم اون کی خدمت کو اپنے پر لازم کرو
 اور ان کی مرتبہ کی تعظیم کرو پس میں دیکھ ہی رہا تھا کہ بہت تھوڑے عرصہ میں خضر
 غائب ہو گئے پھر میں نے خضر علیہ السلام کو نہیں دیکھا مگر بعد سات سال کے پھر میں حضرت
 شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور مجھ کو حضرت نے ارشاد
 فرمایا کہ مرحبا ہو اور اس شخص پر جس کو خدا نے پرندوں کی زبان سے اپنی طرف
 کھینچا اور اس کے لئے بہت سا خیر جمع فرمایا اے عثمان قریب ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو

آیت مرید عطا کرے گا جو نام اوس کا عبد الغنی ابن لفظ ہوگا اور ادن کا مرتبہ بہت سے
 اولیا پر بلند ہوگا اور حق تعالیٰ اون کے ساتھ اپنے ملائکہ کے روبرو فخر کرے گا پھر حضرت
 غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے میرے سر پر ایک کلاہ رکھ دے میرا سر آپ کی کلاہ عنایتی
 کو مس کیا تو میں نے اپنے سر میں ایک سردی ایسی پایا جو میرے قلب تک پہنچی پھر
 مجھکو عالم ملکوت کا کشف ہو گیا اور مجمع عوالم اور مافیہا کو سن لیا کہ وہ باختلاف اپنے
 زبانوں کے خدا کی تقدیس اور تسبیح کر رہے تھے قریب تھا کہ میری عقل جاتی رہے
 پس حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ روئی کو جو ادن کے ہاتھ میں تھی مجھ پر پھینک مارا
 پس خدا نے میری عقل کو اوس سے ثابت کیا اور میرا استقلال اور کھبی زیادہ ہوا پھر
 حضرت نے مجھکو ایک مقام تنہائی میں بٹھلائے میں کئی روز وہیں ٹھیرا رہا پس قسم خور
 خدا کی میں نے کوئی امر باطن اور ظاہر نہ پایا جس کی حضرت نے مجھکو نہ خبر دی اور
 نہیں پھونچا میں کسی مقام کے طرف اور نہ حال کے طرف اور نہ مجھکو کوئی شہود ہوا اور
 نہ مجھکو کوئی علم غیب کا کشف ہوا مگر حضرت نے قبل اس کے کہ میں اوس شہود کو پھونچو
 اور مجھکو علم غیب کا کشف حاصل ہو سب کی خبر چلے ہی پہل دی اور اوس کے احکام
 کی تفصیل حضرت بیان فرمائے اور میرے مشکلات کا حل فرمائے اور مجھکو اوس کا صل
 اور فرج بتائے اور ہمیشہ حضرت مجھکو ایک مقام سے دوسرے مقام کو پھونچاتے جس قدر
 خدا نے اپنے علم سے چاہا مجھکو حضرت نے ان امور کی خبر دے دی جو میرے لئے
 واقع ہونیوالے تھے پس جیسا کہ حضرت نے خبر دی ویسا ہی وقوع ہوا میں سال کے
 بعد جب کہ حضرت نے مجھکو لباس پھنائے نما میں اس کے جو میں نے ابن نقطہ
 لباس پھنایا پچیس سال کا زمانہ گزرا تھا وہ ابن نقطہ کا حال ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت
 نے بیان فرمائے رضی اللہ عنہ۔ ناظرین خیال فرمائیے کہ میں نے اس ایک

ہی روایت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے کس قدر کثرت سے حاضر ہوئے
 بعضے تو اس میں متعلق بہ غیب ماضی و بعضے متعلق بہ غیب حال و بعضے متعلق بہ غیب
 استقبالی ہیں اور جب حضرت کی ایک نظر فیض اثر اور کلام کے پہنچا دینا شیخین
 صغیری رحمۃ اللہ علیہ کو کثرت ملکوت اور عوام کو ہوا تو یہ حیرت انگیز شوقاں
 غیبیہ کا حال اسی پر خیال ہو سکتا ہے کہ کس درجہ کی ہر گاہ شیخ عثمان صغیری ایک مدت
 تک حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہے حضرت اوی
 واردات گذشتہ اور حال اور آئندہ جو تیس سال کے بعد تک ہوئے تھے سب
 بیان فرمائے وہ واردات کس قدر کثرت سے ہوں گے کہ شیخ عثمان صغیری رحمۃ اللہ
 اوکس کو نہ بیان کر سکے اور نہ اس کو شمار میں لائے ہیں ایسی ذات بابرکات کو
 مصیبت کے وقت جو لوگ پکارنے کو منع کرتے ہیں ادن کی خوبی قسمت ہے کہ
 وہ حضرت کے فیض سے خود بھی محروم رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی محروم رکھتے ہیں
 پھر شیخ عبدالکریم جلی علیہ الرحمہ دوسرے صفت الہیہ کی تجلی کا حال بیان فرماتے
 ہیں ومنہم من تجلی علیہ بصفة البصر وذلك انه لما تجلی علیہ بصفة البصر
 العلیۃ الاحاطیۃ والكشفیۃ تجلی علیہ بصفة البصر فكان بصر هذا العبد موضع
 علمه فمات علمه یرجع الی الحق وما ثم علم یرجع الی الخلق الا وبصر هذا العبد واقع علیہ
 فیض بصر كما ہی علیہ فی غیب الغیب والحب کل الحب ان یجملها فی
 الشهادة فانظر الی هذا المشهد العلی والمنظر الجلی ما اعجبه وما اعز
 ترجمہ۔ اون اہل تجلیات سے وہ ہیں کہ تجلی فرماتے حق تعالیٰ اون پر ساتھ صفت بصر
 اور یہ اس لئے ہے کہ جب حق تعالیٰ نے اون پر تجلی ہوا ساتھ اس صفت بصر کے
 عباد ارحم اعمیاء نے کشفیہ کے ہے تجلی کیا حق تعالیٰ نے اون پر ساتھ صفت بصر کے یہ ہو گئی بصر اس

بندہ کی موضع علم میں اس کے پس نہیں ہوا اس کا جو علم بوجہ کراہی خدا کی طرف ادب میں اس کا وہ علم جو رجوع کراہی
 خلق کی طرف مگر بصر اس بندہ کی واقع ہے اوس پر پس وہ دیکھتا ہے اوں اشیاء کو بعینہا
 مرتبہ غیب میں یعنی جو علم مخلوقات کا از قبیل حوادث ہے اور جو علم خدا کے تجلی صفت خدا
 ہے اور بندہ کو وہ علم الہی کا احاطہ بمصدق ولا یحیطون بشئی من علمہ الا بما شاء کے
 دیا گیا ہے اوس پر تجلی صفت بصر الہیہ کی جو بندہ کو ہوتی ہے معلومات مخلوقات پر اوس
 قدر معلومات خدا پر جس قدر اوس کو دے گئے واقع ہوتی ہے یہ توجہ ہے
 شیخ اس وجہ سے کی گئی کہ خدا کے کل علم کا احاطہ بندہ کو نہیں ہوتا جیسا کہ خدا نے فرمایا
 ولا یحیطون من علما ورنہ کل علم حق سے بندہ محروم رہتا ہے۔ جیسا کہ خود خدا نے فرمایا
 الا بما شاء۔ یعنی جس قدر خدا نے چاہا اوسی قدر اپنے علم کا احاطہ بندہ کو عنایت فرماتا
 ہے پھر شیخ جو ارشاد فرماتے ہیں کہ مرتبہ غیب الغیب میں بندہ کل اشیاء کو دیکھتا ہے
 اور مرتبہ شہادت میں اوں کو نہیں جانتا ہے یہ حال اوس بندہ کا ہے جو ابھی تجلیات
 صفائی میں ہے تجلیات ذاتیہ تک نہیں پہنچا کیونکہ شیخ اوس کی تصریح آئندہ قول میں
 فرماتے ہیں وما ذلک الا ان العبد الصفا لیس بمخلوقہ شئی عما یدحقہ فلا یشہد
 اور نہیں ہے یہ بات مگر اس لئے کہ عبد صفائی کے مخلوقی ہاتھ میں نہیں وہ چیز کہ خدا
 دست قدرت سے اوس کو مرتبہ غیب الغیب میں ملی ہے پس اوس کو ہر دو مقام غیب
 اور مقام شہادت میں تجلی صفت الہیہ بصر یہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ نے اس اثینیت کی تصریح
 فرمائی ہیں اعنی لا یظهر علی الشہادۃ فیما ہو علیہ غیبہ الا بحکم الذنور فی بعض الاشیاء فان
 الحق یدرزھا اگر اقالہ یعنی نہیں ظاہر کرتا ہے وہ عبد صفائی اوں چیزوں کو جن پر اوس کا
 غیب ہے یعنی وہ خبر اور وہ معلومات جو عبد صفائی کے مرتبہ غیب میں حال ہو
 تھی اوس کو وہ بندہ صفائی مرتبہ شہادت میں ظاہر نہیں کر سکتا مگر شاد و نادر بعض

اشیا میں پس خدا بعض اہل چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اوس بندہ صفاتی کے لئے
 اس عالم شہادت میں واسطے بزرگی اوس بندہ کے اب شیخ بندہ واصل الی الذات
 کا حال بیان فرماتے ہیں بخلاف العبد الذی فان شہادۃ وغیبہ شہادۃ فافہم
 بخلاف اوس بندہ کے کہ تجلیات صفاتی سے ترقی کر کے تجلیات ذات تک پہنچ گیا
 ہے پس اوس کا مرتبہ شہادت عین مرتبہ غیب ہے اور مرتبہ غیب اوس کا عین مرتبہ
 شہادت ہے۔ یعنی جو بندہ کہ واصل الی الذات ہو گیا اوس کو مرتبہ شہادت اور مرتبہ
 غیب میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جو چیز کہ اس کو مرتبہ غیب میں حاصل ہے مرتبہ شہادت
 میں بھی حاصل ہے اور جو مرتبہ شہادت میں حاصل ہے مرتبہ غیب میں حاصل ہے
 پھر اس مقام کے دقیق ہونے کی وجہ سے شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو غیب
 سمجھ لے انتہائی خوب سمجھ اوس وقت حاصل ہوتی ہے جب اہل بزرگوں کے وسیلہ
 سے حق تعالیٰ اس مقام کو پھونچائے مبداء فیض تجلیات ذاتیہ و صفاتیہ
 سلطان الواصلین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جن احادیث میں تجلی صفت بصر الہیہ
 کی طرف اشارہ ہے اہل حق میں سے چند احادیث تینا و تبرا بیان کرتا ہوں۔
 وعن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مرضہ الذی
 مات فیہ ونحن فی المسجد عاصبا رأسہ بخرقۃ حتی اھوی فاستوی علیہ واتبعنا
 قال والذی نفسی بیدہ انی لا نظرا لحوض من مقامی هذا الی اخر الحدیث
 رواہ الدارمی ترجمہ مروی ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ
 اہل حق نے کہ برآمد ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مرض میں
 آپ کی رحلت شریف ہوئی یہاں تک کہ حضرت متوجہ ہوئے منبر شریف کی
 طرف پس منبر شریف پر برآمد ہوئے اور ہم نے حضرت کی اتباع کئے یعنی روئے

نبیر شریف نے حاضر رہے فرماتے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں حوض کوثر
 اپنے اس مقام سے دیکھتا ہوں آخر حدیث تک یعنی یہ حدیث طویل ہے بہت در
 مناسب اس مقام کے حدیث نقل کی گئی روایت کی اس کو داری نے انتہی پس
 ظاہر ہے کہ مقام نبیر شریف سے حوض کوثر جو آسمان پر ہے اوسکو ملاحظہ فرمانا محلی
 بصرفت الہیہ سے تھا بصر انسانی اوس کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ دوسری حدیث
 عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول استووا استووا
 استووا فوالذی نفسی بیدہ انی لا راہ من خلفی کہا اراہ من بین
 یدی رواہ ابو داؤد ترجمہ مروی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہے اوتھوں
 میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے سیدھے رہو سیدھے رہو سیدھی پرتانہ کی صفت
 پس قسم ہے اوس ذات کی جو میرا نفس اوس کے ہاتھ میں ہے میں تم کو اپنے پشت
 سے دیکھتا ہوں جیسا کہ میں اپنی روبرو سے تم کو دیکھتا ہوں روایت کئے اس حدیث
 کو ابو داؤد نے انتہی بھر نبیر شریف تک آنکھ سے کہے جس سے آدمی فقط روبرو سے
 اپنے دیکھ سکتا ہے پس پشت اور روبرو سے برابر دیکھنا یہ بصر مطلق ہے جو محلی بصر
 صفت الہی ہے تیسری حدیث عن انس قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 زید او جعفر و ابن رواحہ للناس قبل ان یاتہم خبرہم فقال اخذ الراية
 زید فا صیب ثم اخذ جعفر فا صیب ثم ابن رواحہ فا صیب وعلینا
 تذرفان حتی اخذ الراية سیف من سیوف اللہ یعنی خالد بن الولید
 فتح اللہ رواہ البخاری ترجمہ مروی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے کہے
 انھوں نے کہ خبر موت دے بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کی اور جعفر کی
 اور ابن رواحہ کی آدمیوں کو قبل اس بات کے جو اون کو خبر موت اون کو گونجی

چوتھی پس فرمائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لئے جھنڈا زیدؑ نے پس شہید ہوئے پھر
 جعفر شہید ہوئے پھر لے بن رواۃؑ پس وہ بھی شہید ہوئے اور حضرت کے چشمان شریفین
 آنسو جاری تھے یہاں تک کہ جھنڈا لئے سیف بن سیوف اللہ یعنی خالد بن ولیدؑ یہاں تک کہ
 خدا نے فتح و یارایت کے اس صلیت کو بخاری۔ انتہی یہ واقع غزوہ موتہ کا ہے جو زمین شام میں واقع
 ہے حضرت مدینہ طیبہ میں اون اوگوان کی خیر شہادت دیتے ہیں دوسری روایت
 میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہر کی شہادت کے
 وقت فرادی فرادی اون کی شہادت کے خبر دے جس سے ظاہر تھا کہ حضرت
 اس واقعہ کو چشم خود ملاحظہ فرما رہے ہیں جس کے دیکھنے سے بھرا انسانی قاصر
 چوتھی حدیث وعن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لما کذب بنی قریش
 قت فی البحر فجلی اللہ لی بلیت المقدس فطفقت اخبرهم عن ایاتہ وانا انظر الیہ متفق علیہ
 ترجمہ مروی ہے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ تحقیق وہ سنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم سے کہ آپ فرماتے جب کہ مجھ کو قریش نے جھٹلائے یعنی جب حضرت نے
 قصہ معراج شریف کا جو آپ کی سیر مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک ہوئی۔ بیان
 فرمائیے تو کفار قریش نے آپ کے اس ارشاد مبارک کی تصدیق نہیں کئے بلکہ
 انکار سے پیش آئے اور آپ سے پوچھے کہ بیت المقدس میں کیا کیا علامتیں
 ہیں آپ بیان کیجئے کیونکہ کبھی آپ نے معراج کے قبل بیت المقدس کو نہیں دیکھا
 تھے اس وقت کا واقعہ حضرت بیان فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حطیم کعبہ میں
 پس خدا نے مجھ پر بیت المقدس کو ظاہر کر دیا پس میں نے بیت المقدس کے علامت
 بیان کرنا شروع کیا اور میں بیت المقدس حطیم کعبہ میں جو مکہ معظمہ میں ہے دیکھ

ہاتھ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے روایت کے پایہ پر حدیث عن عبد بن
 عائش رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم روایت ربی فی
 حسن صورۃ قال فلیم یختصم الملاء الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین
 تفتی فوجدت بردھا بین ثدیہی فعلمت ما فی السموات والارض وتلا وکذا لک
 یٰ ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین رواہ الدارمی ^{مرسلہ}
 حمیمہ مروی ہے کہ عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ سے اونھوں نے کہے کہ
 اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھا میں نے اپنے پروردگار کو
 حج بھترین صورت یعنی صفت کے فرمایا حق تعالیٰ نے کس چیز میں بحث کرتے
 ہیں جماعت فرشتوں کی میں نے کھا کہ تو مجھ سے بہتر جاننے والا ہے۔ فرما
 حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس رکھا حق تعالیٰ نے دست قدرت کو آ
 ربیان دوشائے میرے پس پایا میں اوس کی خنکی کو درمیان دو پستان میرے
 پس جان لیا میں نے اوس چیز کو جو درمیان آسمانوں اور زمین کے ہے اور حضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرمائے اور ایسا ہی دکھائے
 ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو احوال سلطنت آسمانوں اور زمین کے تاکہ
 چوادرین یقین کرنے والوں سے یہ احادیث مشکوٰۃ سے منقول ہیں حدیث اخیر
 میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت تلاوت فرمائے اوس میں حق تعالیٰ نے
 فرمایا کہ (نوی) ابراہیم علیہ السلام کو دیکھائے اس سے اشارہ تجلی بصیر
 صفت الہیہ کا ہے جیسا کہ وہ ظاہر ہے تجلی بصیر صفت الہیہ کے متعلق بہت کرامات
 حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مروی ہیں اودن میں ایک کرامت جو برواہ ثقافہ
 مروی ہے تیمنا و تبرکاً بیان کی جاتی ہے کتاب بہجت الاسرار میں باسانید متصلہ

شیخ ابو الحسن علی ابن ابی طالب مہرا بن نجاب بن غنائم الانصاری دینی نصیب
 جبلی واعظ مصری سے روایت ہے ۵۹۴ھ پانسواٹھافو کے ہجری میں انھوں
 نے کہا کہ میں ایک بار حج کو گیا میں اور میرے ایک رفیق بغداد شریف میں آئے
 اوس کے قبل کبھی ہم بغداد شریف میں نہیں آئے تھے اور نہ ہم کو اہل بغداد سے
 کسی ساتھ معرفت تھی اور نہیں تھی ہمارے ساتھ مگر چھری پس اوس کو ہم نے
 بیچے اور اوس کی قیمت حاصل ہوئی اوس سے ہم نے چاول خریدے کئے پس اوس کو
 ہم نے کھائے جو وہ کھانا ہمارے موافق مزاج نہیں تھا اور نہ اوس سے
 ہم سیر ہوئے اور ہم مجلس واعظ شریف میں شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ
 کے آئے پھر جب ہم حضرت کی مجلس واعظ شریف میں بیٹھ گئے حضرت اپنے واعظ
 مبارک کو قطع فرما کر ارشاد فرمائے کہ سائین مسافرن ملک حجاز سے آئے
 اور نہیں تھی اون کے ساتھ مگر ایک چھری پس اوس کو انھوں نے فروخت کئے
 اور اوس کی قیمت سے چاول خریدے مگر وہ طعام اون کی طبیعت کے بنا
 نہیں ہوا راوی کہتے ہیں کہ میں اس سے بہت تعجب ہوا یعنی یہ حال ہمارا حضرت کو
 تفصیل کیوں کر مکشوف ہوا پس جب حضرت کا واعظ شریف ختم ہوا تو حضرت نے
 دسترخوان بچھانے کا حکم فرمائے راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے رفیق کو آہستہ
 کہا کہ تمہارے کیا خواہش ہے انہوں نے کھا کہ آتش جو سات گوشت دراج
 پرندہ کے اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے خواہش شہد کی ہے پس حضرت نے
 خادم کو فرمائے کہ آتش جو ساتھ گوشت دراج پرندہ کے اور شہد فوراً حاضر کر
 پس خادم دونوں چیزیں حاضر کیا حضرت کا ارشاد ہوا یہ دونوں چیزیں دو
 شخص کے برابر رکھ دے اور ہمارے طرف اشارہ فرمائے پس خادم نے

ان دو چیزوں کو حاضر کیا اور آتش جو یعنی جس میں نالوثت شرک و غیرت
 رہو رکھا اور میرے رفیق کے روبرو شہد رکھا حضرت نے اس خادم کو فرمایا
 کہ پلٹ کر رکھ جب برابر ہو گا راوی کہتے ہیں کہ مجھے بے اختیاری ہو گئی ضبط
 نکر سکا اور لوگوں کے گردنوں کو روندتا ہوا دوڑ کر حضرت تک پہنچا حضرت نے
 ارشاد فرمائی کہ خوش حالی ہو واعظ و یار مصریہ کے لئے پس میں نے کہا
 سیدی یہ کیا ہو گا اور مجھے سورہ فاتحہ صحیح طور پر پڑھنا نہیں آتا حضرت نے
 فرمائی کہ مجھے حکم ہوا کہ یہ بات میں تم کو کہوں راوی کہتے ہیں کہ حضرت
 کی خدمت میں علم کی طرف مشغول ہوا پس خدا نے مجھ پر علم ایک سال میں
 اس قدر کشادہ کیا جو دوسروں کو بیس سال میں بھی حاصل نہو اسکے اور میں نے
 بغداد شریف میں وعظ بیان کیا پھر میں نے حضرت سے مصر کے سفر کا اون چاہا
 حضرت نے فرمایا قریب ہے کہ تم دمشق کو پہنچو گے اور تم لشکر کو تیار پاؤ گے
 اور ارادہ اون کا ہو گا کہ مصر میں داخل ہو کر مصر کو فتح کر لیں تم اون کو کہو کہ
 اس بار پلٹ جاؤ کیونکہ اس بار اپنے مراد کو نپاؤ گے پھر تم دوبارہ جب آؤ گے
 اپنے مقصد کو پہنچو گے اور مالک مصر ہو گے راوی کہتے ہیں کہ جب میں دمشق
 پہنچا ایسا ہی پایا جیسا حضرت نے فرمائی تھی اور جو ارشاد حضرت کا تھا میں
 اون کو کہہ دیا پس انھوں نے قبول نہیں کئے اور میں مصر میں آیا دیکھا کہ خلیفہ
 مصر اون کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں میں نے خلیفہ کو کہا کہ کچھ خوب نہیں وہ نامراد
 پلٹ جائیگے اور تم کامیاب ہو گے پھر جب وہ لشکر مصر میں داخل ہوا تو شکست
 پایا پس خلیفہ مصر مجھ کو اپنا ہم صحبت بنایا اور اپنے پوشیدہ باتوں پر مجھ کو مطلع کیا
 پھر وہ لشکر دمشق جب دوبارہ مصر میں آیا مصر کو فتح کر لیا اور میری بہت کچھ تعظیم کی

یہ بات نے جو میں نے اون کو کہا تھا و عشق میں اتنے روز سے
 سے ایک لاکھ پچاس ہزار دینار حاصل ہوئے اوس بات پر جو مجھے محی الدین محمد
 رضی اللہ عنہ نے فرمائے تھے۔ انتہی و صاحبِ ہمتہ الاسرار فرماتے ہیں کہ یہ شیخ
 ابوالحسن علی جوہر حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فوائد حاصل کئے
 اون کا لقب شیخین الدین ہے اون کا حال لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ بہت
 مدت تک مصر میں رہے اور اون کو کتاب تفسیر کی زبانی یاد تھی اون کو قبول
 تام خواص اور عوام میں حاصل ہوا اور وہ ایک علماء محدثین سے ہوئے اور مصر میں مجلس
 وعظ اقامت کئے اور لوگوں کو اُن سے فائدہ ہوا اور ماہ رمضان ۵۹۹ھ ہانسونیہ نیا تو
 میں انتقال کئے اور اون کا مولد و عشق تھا۔ انتہی اس روایت میں اگرچہ کئی کرانا
 حضرت کے مذکور ہیں مگر مناسب مقام دو کر لیتے ہیں ایک یہ کہ یہ تجلی بصفت
 الہیہ حضرت نے راوی روایت کے حال کو تفصیلی دیکھ لیا وہ وارد بغداد شریف
 ہوئے اور اون کے پاس سوائے ایک چھری کے نہیں تھی اوس کو فروخت کی
 وغیرہ وغیرہ دوسرا یہ ہے کہ حضرت نے مصر و عشق کا حال دیکھ لئے کہ وہاں تیار
 جنگ کی ہو رہی ہیں پھر شیخ علیہ الرحمہ تجلی سمع صفت الہیہ کا حال بیان فرماتے ہیں
 و منهم من تجلی الله عليه فيسمع نطق الجمادات والنباتات والحیوانات و کلام الملائکہ
 واختلاف اللغات وکان البعید عندہ كالقريب بعض اون اہل تجلیات کے
 وہ ہیں کہ خدا جن پر تجلی صفت سماعت کی کرتا ہے پس وہ بات پست جمادات کی
 اور نباتات کی اور حیوانات کی اور ملائکہ کا کلام اور مختلف زبانوں کو سنتے ہیں اور
 اون کے نزدیک بعید مثل قریب کے ہو جاتا ہے انتہی۔ شیخ افادات تجلیات
 ذاتیہ و صفاتیہ الہیہ باعث ایجاد و محذرات کونیہ سلطان الواصلین سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے جو اس طرف اشارہ ہے اس میں سے چند احادیث
 اس جگہ تیسرے گائیمنا نقل کیجاتے ہیں درباب سماعت نطق جمادات و حیوانات عن علی
 ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکہ فخرجنا فی
 بعض نواحیہا فلما استقبلہ جبل ولا شجر الا وہو یقول السلام علیک
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الترمذی والداری
 ترجمہ مروی ہے علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے انھوں نے فرمائے کہ میں نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ منظم میں تھا میں ہمسہم بعض نواحی مکہ کے طرف نکلے میں کوئی
 پھاڑ یا درخت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل نہ ہوا مگر کہتا السلام علیک یا رسول
 روایت کئے اس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے انتہی اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بہ فیضان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب علوم
 النبوی حیدر کرار رضی اللہ عنہ نطق جمادات اور نباتات کا سماعت فرمائے درباب
 سماعت نطق نباتات و حیوانات عن یعلی بن مرۃ الثقفی قال ثلثۃ اشیاء
 را یتیمہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبہا لہن نسیر معہ اذ مرنا
 ببعیر یسنی علیہ فلما راہ البحر جرجر فوضع جرائدہ فوق علیہ النبی
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال این صاحب هذا البعیر فجاءہ فقال
 بعنیۃ فقال نہبہ لک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانہ
 لاہل بلیت ما لہم معیشۃ غیرہ قال اذا ذکرک من امرہ فانہ مشکى
 کثرۃ الحمل وقلۃ العلف فاحسنوا الیہ ثم سرنا حتی نزلنا منزلاً فنام
 النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجاءت شجرۃ تشق الارض حتی غشیہ
 ثم رجعت الی مکانہا فلما استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ میں نے اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھوں سے دیکھا ہے۔
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماؤں لہا قال ثمر بن زید ناہم ما فاتتہ امرأ
 بابن لہا حنۃ فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمنخر، ثم قال اخرج فانی
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے محمد! اے محمد! اے محمد!
 الماء فمکثتہا عن الصبی فقالت والذی بعتک بالحق ہا را یا منہ رب یا بعدک
 رواہ فی شرح السنۃ ترجمہ مروی ہے ابو یوسف ابن ثقفی سے اوہوں نے کہے کہ تین چیزوں کو
 یعنی معجزوں کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیکھا اوس وقت کہ
 ہم حضرت کے ساتھ چل رہے تھے یکایک ہمارا گدڑ ایک اونٹ پر چو پانی لا دیا تھا ہوا
 جس وقت کہ اونٹ حضرت کو دیکھا آواز کیا اور اپنے گردن کو رکھ دیا حضرت اونٹ
 پاس ٹھہر گئے اور فرمائے کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے پس مالک شتر حاضر ہوا
 حضرت نے صاحب شتر کو ارشاد فرمایا کہ تو اوس کو مجھے فروخت کر دے صاحب شتر
 عرض کیا کہ ہسم آپ کو اس شتر کو بیہ کر دیتے ہیں وہ شتر ایسے گھروالوں کا ہے کہ
 اون کے لئے گدڑاوقات سوائے اس کے نہیں ہے حضرت نے ارشاد فرمائے کہ
 جب تو نے حال اوس کا بیان کیا پس وہ اونٹ کشت محنت اور قلت چارہ کی شکایت
 کیا پس تم اوس سے اچھا برتاؤ کر دیکھو ہم چلے یہاں تک کہ ایک مقام پر اوترے
 حضرت آرام فرمائے پس ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا حضرت کے پاس آیا یہاں تک
 حضرت کو ڈھاپ لیا پھر اپنی جاک پر لیٹ گیا جب کہ حضرت بیدار ہوئے میں نے
 یہ حال حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمائے کہ وہ درخت اپنے پروردگار
 سے اذن چاہا کہ اوس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرے خدا نے
 اوس کو اذن دیا راوی کہتے ہیں پھر ہم ایک پانی کی جائے پر گذرے حضرت کی

خدمت میں ایک عورت اپنا لڑکالا لائی جو ادس کو حین کا غفل تھا حضرت نے ادس لڑکے کے
 نمک پھوڑوں کو کپڑے اور فرمائے کہ نکل جا تحقیق کہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 خدا کا رسول ہوں پھر ہم چلے جب پلٹے تو ادسی پانی پر ہمارا گذر ہوا حضرت نے ادس عورت
 سے ادس لڑکے کا حال پوچھے وہ عورت عرض کی کہ قسم ہے ادس ذات کی جس نے
 آپ کو حق پر بیعت کیا میں نے آپ کی تشریف لے گئے بعد کسی قسم کی شکایت نہیں کی تھی
 انتھلی مناسبت اس روایت کی اس مقام سے ظاہر ہے کہ حضرت نے درخت کا سلام
 اور شتر کا کلام سمجھے اب وہ روایت بیان کرتا ہوں کہ جس سے حضرت کا نطق ملا کہ سننا
 اور سمجھنا اور دور و نزدیک کا سننا حضرت کا ایکساں ہونا ولدتہ مذی نخوة عنہ و
 ابن عباس ومعاذ ابن جبل وزاد فیہ قال یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 هل تدري فيما يختصم الملاء الاعلى قلت نعم في الكفارات المكث
 في المساجد بعد الصلوة والمشى على الاقدام الى الجماعات واسباغ الوضوء
 في المكاره فمن فعل ذلك عاش بخير ومات بخير وكان من خطيبته
 كيوم ولدته امه وقال يا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ اصليت فقل
 اللهم اني اسئلك فعل الخيرات وترك المنكرات وحب المساكين فاذا اردت بعدا
 فذنه قاقضني اليك غير هفتون قال والدرجات فشاء السلام واطعم الطعام واصلوة
 والناس نيام اے ایک خیر قطعہ حدیث کا ہے جبکہ قطعہ اولی پہلے مذکور ہے اور ادس کی ابتداء یہ ہے کہ
 حضرت نے فرمائے کہ میں نے اپنے پروردگار کو احسن صورتہ میں دیکھا ارشاد فرمایا کہ
 فرشتے آسمانوں کے کس امر میں بحث کرتے ہیں حضرت فرمائے کہ اسے خدا تو خوب جانتا ہے
 پھر خدا اپنے کھن دست کو میرے دو شانوں میں رکھ دیا جس کی خشکی میں نے اپنے
 دو شانوں میں پایا پس میں نے جان لیا اذن چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے

ہیں۔ ربیعہ بن خثیمہ اور عیسیٰ بن ابی مرثدہ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔
 عبد الرحمن بن عباس اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے اور زیادہ کئے اس روایت میں
 آپ نے کہ فرمایا خدا نے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس چیز میں آسمان والے یعنی
 فرشتے بحث کر رہے ہیں میں کہا کہ کفارات میں یعنی اون چیزوں میں جو بنی آدم کے
 گناہ محو کر دیتے ہیں اور کفارات یعنی بنی آدم کے گناہ محو کرنے والی چیزیں یہ ہیں تو گفت
 کرنا ساجد میں بعد ادائی نماز یعنی انتظار نماز دیگر یا نہ کر الہی نہ باز بحال نفل و ملا ہے کہ
 یہ معصیت ہے اور جماعت کی طرف چلتے ہوئے جانا اور شدت کے وقت یعنی
 سردی کی وقت پہرہ و وضو کرنا جس نے ایسا کیا اس کا جینا بھی اچھا اور مرنا بھی اچھا ہے
 اور ہو گا وہ شخص مانند اس دن کے جو اس کی ماں نے اس کو جنم اور فرمایا حق تعالیٰ
 اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت تم نماز پڑھو تو کھو اللہ عزانی استعلاک الہم اور فرمایا
 حق تعالیٰ کہ بعثت رفع درجات بنی آدم کا عام کرنا سلام اور کہنا نا کہ یا نیکا اور نماز اس وقت
 ادا کرنا جو وقت لوگ سوتے ہوں اتنی ان احادیث سے جو مذکور ہوئیں سننا اور معلوم
 کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لغات حیوانات اور نباتات اور ملائکہ کا جو معانی
 انواع انسان میں ظاہر ہوا اس قسم کے معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر
 ظاہر ہوئے اس مقام پر اسی قدر اکتفا کیا گیا اب میں اس معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کا بیان کرتا ہوں کہ آپ باوجود عربی ہونے اور عدم مہارت بلغات عجمیہ کے
 تکلم بہ لغات عجمیہ فرمائے ہیں قاضی عیاض نے تفاسیر فرمائے ہیں واما
 صلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغات الغریب وحفظہ معانی اشعار ہا فام
 مشہور قلینہنا علی بعضہ اول الکتاب وکذا لا حفظہ لکثیر من لغات الایم
 کقولہ فی الحدیث سنہ سنہ وہی حسنة بالحشیة وقولہ ولیکثر الہرج وهو القتل

۱۶۱
 بہا و قولہ فی حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اشکنب دردای و جلع بطن
 بالفارسیۃ الی غیر ذلک مما لا یعلم بعض ہذا ولا یقوم ببعضہ الامن فارس
 الدرس والعکوف علی الکتب ومصاحبۃ اہلہا عمل و ہورجل کما
 قال اللہ تعالیٰ امی لم یرکب ولم یرقرو ولا عرف بصحبۃ من ہذا صفتہ
 ولا نشأ باین قوم لہم علم ولا قراءۃ لشیء من ہذا الامور ولا عرف ہو قبل
 بشیء منها قال اللہ تعالیٰ وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب لا تخطط بہ ذلک الا بآیۃ
 ترجمہ۔ لیکن جاننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کائنات عرب کو اور یاد رکھنا آپ کا معارف
 اشعار عرب کے پس امر مشہور ہے تحقیق کہ اطلاع کئے ہم نے اوس کے بعض پر اول کتاب
 میں اور ایسا ہی یاد رکھنا آپ کا بہت سے لغات اور قوموں کے مثل قول حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سنہ سنہ اور وہ بمعنی اچھے کے بے زبان جشیہ میں اور تو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد ہو گا ہرج اوس کے معنی قتل ہیں۔ قول آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کا حدیث میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اشکنب درد یعنی پیٹہ کا درد زبان
 فارسی میں اور سوائے اس کے اوس قبیل سے کہ نہیں جانتا ہے اور نہیں قائم ہوتا،
 اول لغات کے ساتھ اور نہ اوس کے بعض کے ساتھ مگر وہ شخص ہو مداومت
 درس کی اور مطالعہ کتب اور مصاحبت اہل علم کی ایک عترت اور آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم امی ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اگئی فرمایا کہ آپ نہ لکھنے نہ
 پڑھنے اور نہ آپ لکھنے پڑھنے والوں کی صحبت میں رہنے سے مشہور تھے اور
 اون قوم میں آپ پرورش پائے جو اون کو لکھنا پڑھنا آتا اور نہ اوس کے قبل
 لکھنے پڑھنے میں آپ مشہور تھے فرمایا حق تعالیٰ نے اونہیں تھے کہ آپ تلاوت
 کرتے کسی کتاب کی اس کے قبل اور نہ اپنے سید ہے ہاتھ سے خط لکھتے آخر

آیت تک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو قائم بقدم اپنے جدا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں فیضان نبوی سے آپ پر تجلی سمع صفت الہیہ اس قدر کمالیت سے فرسراز ہوئی کہ جب آپ کا فیضان ہوا وہ کلمات ملائکہ و اختلاف لغات سن لیا اور سمجھ گیا اور اس کی کشف ملک اور ملکوت کا ہو گیا چنانچہ یہ امر اس روایت سے ظاہر ہو گا
 ہجۃ الاسراء میں ابو محمد علی ابن ابی بکر بن ادیس روحانی یعقوبی سے ^{۶۱۵} ۶۱۵ھ میں روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سیدی شیخ ابوالحسن علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑے اور مجھے شیخ محمد الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے ^{۵۵} ۵۵ھ میں اور حضرت کے خدمت بابرکت میں عرض کئے یہ میرا لڑکا ہے میں حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم مبارک کی خلعت مجھ کو پہنائے اور مجھ کو ارشاد فرمائے کہ اے علی تم نے قمیص عافیت پہنے راوی کہتے ہیں کہ مجھ کو وہ لباس پہنے ہوئے پیٹھ پر ^{۹۵} ۹۵ھ میں ہوئے کہ اب تک کوئی شکوہ مجھے نہیں ہوا پھر شیخ علی ابن ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے ^{۵۶۰} ۵۶۰ھ میں اس سال کے بعد مجھے حضرت کی خدمت شریف میں حاضر کئے اور عرض کئے کہ میں آپ سے اس کے لئے خلعت باطنی چاہتا ہوں حضرت تھوڑی دیر مراقبہ فرمائے پس میں دیکھا کہ ایک روشنی حضرت کے نور سے نکلی اور میرے ساتھ مل گئی میں نے اس وقت اصحاب قبور اور اون کے احوال کو اور فرشتوں کو اور اون کے مقامات کو دیکھا اور تسبیح فرشتوں کی باختلاف لغات اون کے سنا اور میں پڑھ لیا اوس چیز کو کہ پیشانی پر ہر انسان کے لکھا ہے اور میرے لئے بڑی بڑی باتیں صاف طور سے کہل گئیں حضرت نے مجھ کو فرمائے کہ اوس کو لے اور خوف مت کہ شیخ علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی خدمت میں عرض کئے میں اوس کے زوال عقل کا خوف کرتا ہوں حضرت نے اپنا

سر پہ میرے سینہ پر رکھے میں نے اپنے ہاتھ میں پتھر لیا۔
 بس میں نے خوف نہیں کیا اوس چیز سے جو مجھ کو مشابیح انوار ہوا جو میں نے سنا
 ان اپنے میں نور پاتا ہوں اوس روشنی کا جو حضرت سے مجھ کو چھوٹی اور ملکوت کے
 استول کو اوس روشنی سے مشاہدہ کرتا ہوں۔ انتہی پس اس کرامات مبارک سے
 حضرت غوث اعظم کے ظاہر ہوا حضرت کے فیضان سے راوی روایت کو تجلی سے اور
 بطوری ہوئی جس سے عالم ملکوت کے فرشتوں کی تسبیح باخلاف لغات سننے پس
 حضرت غوث اعظم کے ذات مبارک کی طفیل سے اس قدر تجلیات الہیہ ابو محمد علیؑ پر ہو کر
 آپ کی ذات پر تجلیات کس کمالت سے ہوئے ہوں گے آپ کو فنا فی الصفات
 کا حال جس کی طرف حدیث کذبت بمعہ بصرہ سے اشارہ ہے قول سے شیخ عبد الکرم
 بی رحمۃ اللہ علیہ کے جس کی تطبیق حدیث اور احوال حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ
 سے کی گئی بخوبی معلوم ہو گا کہ مقام فنا فی الصفات میں تجلیات صفات الہیہ خاص
 بندوں پر کس طور سے وارد ہوتے ہیں اور اوس کا کیا اثر اودن پر ظاہر ہوتا ہے تجلی علم
 مفت الہیہ سے مغیبات کا احوال معلوم ہوتا ہے تجلی بصرف صفات الہیہ سے وہ چیزیں
 دیکھ لیتے ہیں کہ بصارت انسانی اودن کے دیکھنے سے قاصر رہتی ہو صفت سمع الہیہ سے
 وہ وہ باتیں سنی جاتی ہیں جو سماعت انسانی اودن کے سننے سے قاصر ہے خدا نے احوال
 خاص اپنے خاص بندوں کا اس فائدہ کے لئے بیان فرمایا کہ عوام بشرف خاص بشرف کو بوجہ
 مماثلت ظاہری بشریت کے مثل اپنے نہ سمجھیں اور اودن کی طرف متوجہ رہنے سے
 باطن نہیں قسرب اور بعد اودن کا برابر سمجھیں اور اودن سے استمداد ہر حال و ہر وقت
 میں کرتے رہیں بخیاں مماثلت ظاہری اس فوز عظیم سے محروم نہیں اگر یہ ہم عالمی
 محض حکم شرع نہیں حکم خدا اور استعانت از خاصان الہی و از دہے کافی ہے مگر

پانچویں شارح نے بحال رحمت کشف حقیقت فرمادے کہ ندا باسما و خاصان الہی بلا لحاظ
 قرب و بعد جائز ہے اس لئے کہ اون کی صفات محبوبہ صفات ذاتیہ و صفاتیہ الہیہ میں خدا
 اس راز مخفی کو ہم عامیوں کے فوائد کے لئے ظاہر کیا تاکہ ہم لوگ خاص لوگوں کو مثل اپنے
 سمجھ کر اون کی فیضان سے محروم نہ رہیں خاص لوگوں کو اسکی کیا ضرورت ہے کیونکہ خود
 اون پر وہ حوالہ گزرتے ہیں جو مرتبہ عین الیقین اور حق الیقین ہے شیخ عبدالحق دہلوی
 کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ میں جس بندہ کو دوست رکھتا ہوں میں اس کی
 سماعت اور بصارت وغیرہ ہو جاتا ہوں وہ بندہ میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ
 سنا ہے معنی اس کے یہ کہ وہ نہیں دیکھتا کسی چیز کے جانب اور نہیں سنتا اونہیں
 چلتا کسی چیز کی طرف مگر حق تعالیٰ اس کے مشاہد اور نظر میں رہتا ہے انتہی
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون حدیث کا اشارہ طرف ثنائی الصفات کے ہے
 کیونکہ جب خدا کسی بندہ پر اپنے کسی اسم کی تجلی فرماتا ہے تو وہ بندہ انوار میں اس
 اسم کے نچو ہو جاتا ہے۔ جب بندہ کو محویت انوار اسم الہی حاصل ہو گئی تو خدا تعالیٰ
 کی ذات ہر وقت اس کے شہود میں کیوں نہ ہو شیخ عبد الکریم جلی رحمۃ اللہ علیہ جلی
 اسماء کا حال فرماتے ہیں - اذ تجلی اللہ تعالیٰ علی عبد من عبادہ فی اسم من
 اسمائہ اصطلاح العبد تحت انوار ذلک الاسم فمتی نادیت الحق
 بذلک الاسم اجابک العبد لوقوع ذلک الاسم علیہ فاول مشہد من
 تجلیات الاسماء ان تجلی اللہ لعبدہ فی اسمہ الموجود فیطلق ہذا الاسم
 علی العبد و اعلیٰ منہ تجلیہ لہ فی اسمہ الواحد و اعلیٰ منہ تجلیہ لہ فی
 اسمہ اللہ فیصطلح العبد لہذا التجلی و یندک جبکہ فنادیہ الحق علی طو
 حقیقتہ انہ انا اللہ ہذا لک یحیی اللہ اسم العبد و یثبت لہ اسم اللہ

فان قلت يا الله اجابك هذا العبد للبليك وسعدك فلما ارتضى وقوله الله واقبال
 حد فماله كان الله مجيبا لمن عاهد العبد فان قلت مثلاً يا محمد صلى الله عليه واله وسلم اجابك
 لله لبليك وسعدك ترجمه جس وقت تجلی کرتا ہے حق تعالیٰ اور کسی بندہ کے اپنے بندوں سے
 اسی اسم کے اپنے اسم سے جو ہو جاتا ہے بندہ بچے انوار اس اسم کے پس جب تو پکارے
 حق تعالیٰ کو اس اسم کے ساتھ جواب دیتا ہے بندہ تجھ کو بسبب واقع ہونے اس
 اسم کے اس پر پس اول مشہد تجلیات اسم سے یہ ہے کہ تجلی کرتا ہے حق تعالیٰ اپنے
 بندہ کے لئے اپنے اسم میں جو موجود ہے پس اطلاق کیا جاتا ہے یہ اسم بندہ پر اور
 ملی اور تجلی سے تجلی حق تعالیٰ کی بندہ کے لئے اسم میں حق تعالیٰ کے جو اواحد ہے
 اور اعلیٰ اور تجلی سے تجلی حق تعالیٰ بندہ کے لئے اسم میں حق تعالیٰ کے جو اکثر ہے
 اور جو ہو جاتا ہے بندہ اس تجلی کے سبب سے اور پارہ پارہ ہوتا ہے جبل طور پر جو
 دیکھا پس ندا کرتا ہے۔ اس کو حق تعالیٰ اس کے کوہ طور حقیقت پر کہیں لائے ہوں
 اس مقام میں جو ہو ثابت اسم بندہ کا اور ثابت ہوتا ہے اسم اللہ کا پس اگر تو کہے
 اللہ جواب دیتا ہے یہ بندہ کچھ لیک وسعدک پس جس وقت تم نے کیا بندہ اور حق
 یا حق تعالیٰ اور باقی رکھا اور سکون بعد اس کے فنا کے تو ہو گا حق تعالیٰ جواب دینے والا
 و س شخص کو جس کو یہ بندہ پکارے پس اگر کہے تو مثلاً یا محمد صلى الله عليه وآله وسلم
 و اب دیکھا تجھے اللہ تعالیٰ لیک وسعدک انتہی بوقت تجلی اسم الہی کے بندہ تخت
 نوار اسم کے فنا ہونا ایک کیفیت ذوقی ہے جس کے بیان سے پوری تشفی اور پورا
 طینان حاصل نہیں ہو سکتا تشفی اور طینان اسی وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب کیفیت
 دن پر گذرتی ہے بائیں ہمہ کئی امور اس میں ضرور تصریح طلب ہیں جن کا بیان بہت
 ضرور ہے تاکہ اذہان میں یہ بات نہ سمائی جائے کہ یہ امور قانون شریعت کے خلاف

میں ازل سے یہ ہے کہ بوقت تجلی اسم الہی کے کسی بندہ پر اور محویت بندہ کے انوار میں اس
 اسم الہی کے بوقت پکارنے خدا کے اس اسم کے ساتھ خدا جواب دیتا ہے میں خدا
 کسی ایک اسم کے پکارنے سے بندہ جواب دیتا کیسا ہو سکتا ہے تبھی اس کی یہ ہے
 محویت بندہ کی انوار اسم الہی میں اس وقت متحقق ہوتی ہے جب بندہ کی خدا کو طرف
 کشش ہو جائے اور اسکو بندت محبت خدا سے پیدا ہو جائے جس کو خلی تعالیٰ نے
 قرآن مجید میں فرمایا ہے والذین امنوا اللہ جہا اللہ میں بندہ کی شدت محبت کو خدا
 کے ساتھ میں کا بیان قرآن مجید میں ہے بزرگان دین عشق الہی کے ساتھ اُمیر کرتے تھے
 اب سمجھنا چاہئے کہ مخلوق میں اگر کسی سے شدت تعلق ہو تو محب کو اپنے محبوب میں
 محبت ہو جاتی ہے اور محب اپنے کو فراموش کر جاتا ہے اور اپنے محبوب کی ہی یاد رکھتا ہے
 بلکہ اسکو جمیع اشیاء سے فراموشی ہوتی ہے سوائے اپنے محبوب کے کیونکہ نام اسکو
 یاد نہیں رہتا جیسا کہ ہالی قیس اور محبتوں کا لیلہ کے ساتھ مشہور ہے کہ جب اس کو پوچھا
 گیا کہ تم کہاں جلتے ہو اس نے کہا کہ لیلہ کے پاس اور کہاں سے آئے ہو کہا لیلہ کے
 پاس سے اور تم کو انہو کہا لیلہ ہوں درحقیقت وہ اس وقت میں نہ لیلہ کے پاس
 گیا تھا نہ لیلہ کے پاس سے آیا بلکہ او کہیں گیا تھا اور آیا تھا لیلہ اس سے کوسوں
 دور تھی پس جب کہ شدت محبت میں جو بندہ کو بندہ کے ساتھ یہ حالت محویت کی پیدا
 ہوتی ہے تو جب بندہ کو شدت محبت خدا سے پیدا ہو تو اس حالت میں محویت کا یہ
 ہونا کیا عجیب ہے کیوں کہ وہ سب پر غالب ہے اسکو اپنے بندوں پر والدین
 شفقت کئی بار حصہ زیادہ ہے جب بندہ کو اس کے ساتھ محبت پیدا ہو تو انوار اسم
 الہی اس پر غالب ہو کر اس کی ہستی سے اس کو محو کر دیں تو خدا کے اسم کے پکارنے
 سے کیوں وہ بندہ جواب نہ دے جس صورت میں بندہ انوار اسم الہی میں محویت پیدا

بندہ بندہ ہی ہے اور خدا خدا ہے تیز فیا بین عبد و معبود اس صورت میں علی حالہ قائم
 ہے بندہ وہ ہے کہ انوار اسم الہی میں محو ہوا خدا وہ ہے جو اپنے فضل و کرم سے کسی
 اپنے بندہ پر عنایت اپنی میزول فرمائے اور اپنے اسماء و صفات کے انوار میں اپنے
 بندہ کو محو کرے پس اس محویت سے اس بندہ کے عبدیت میں کسی وجہ کا فرق نہیں ہوا
 بلکہ بندہ علی حالہ بندہ ہے اور خدا ہی خدا ہے جو مالک الملک منزہ عن صفات المخلوق ہو
 و سر امر توضیح طلب یہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمائے کہ جب بندہ کی محویت کا درجہ
 بڑی کرے اور خدا بعد فنا وجود بشری تجلی اسم باقی کی اس بندہ پر کرے تو اس صورت
 میں اگر اس بندہ کو کوئی پکارے تو خدا جواب دیتا ہے پس اگر تو کہے مثلاً یا محمد صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم خدا تجھ کو جواب دیتا ہے بیک و سعدیک اس عبارت شیخ میں چند اشارات
 ہیں جس کا سمجھنا بہت ضرور ہے اول یہ ہے کہ پھلے درجہ کی محویت عبد میں شیخ نے
 حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک شامل میں بیان نہیں فرمائے اور ایسا نہیں کہے
 کہ تو اللہ کو پکارے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے ہیں و جہاں اس کی ظاہر
 ہے کہ پھلے درجہ محویت کا درجہ ابتدائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کلمات
 بشری ختم ہیں پس ابتدائی مرتبہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک بیان کرنا خالی
 و ترک ادب نہیں ہے دوسرا یہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ نے لفظ شلا کا بعد ذکر اسم مبارک
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کئے اور کہے کہ اگر تو کہے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 فلا تو حق تعالیٰ تجھ کو بیک و سعدیک جواب دیتا ہے و جہاں اس کی یہ ہے کہ بعد حق پائے
 اس بندہ کے درجہ اعلیٰ محویت میں اس بندہ کو پکارنے سے خدا کا جواب دینا خاص
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہیں بلکہ اولیاء امت و عوام جو تبعیت آپ کے

دیتا ہے تو تیسرا یہ ہے کہ خدا مالک الملک شہنشاہ حقیقی ہے ایک بندہ عامی کے پکارنے کا جواب لبیک سعدیک دینا ایسا ہے کہ اعلیٰ مرتبہ والا ادنیٰ مرتبہ والیکو جواب کے سمجھنا چاہئے کہ یہ اخلاق الہی میں باوجود مرتبہ الوہیت جو مافوق اس کے کوئی مرتبہ نہیں ہے اس قدر اخلاق کریمہ سے بندوں کے ساتھ پیش آنا یہ کام خدا کے لئے سزاوار ہے سو ہی اخلاق تعلیم انحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے امت مرحومہ کو فرمائے تخلقوا باخلاق اللہ ذات مبارک انحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تخلقوا باخلاق اللہ تھی اگر کوئی ادنیٰ امتی غلام ہو یا بچہ ہو آپ کو پکارے تو آپ اون کا جواب لبیک و سعدیک ارشاد فرمائے اس مقام میں ایک نکتہ ہے جس کا سمجھنا بہت ضرور ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا کہ اگر کوئی تین بار خدا کو یا رحمہ الرحمن پکارے تو تیس بار خدا نہیں جواب دیتا بلکہ خدا کا فرشتہ اس کو جواب دیتا ہے کہ یا رحمہ الرحمن تیری طرف متوجہ ہوا پس جو تو جانتا ہے اس سے مانگ لے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کو پکارنے سے تو خدا جواب نہیں دیتا بلکہ اس کا فرشتہ جواب دیتا ہے اور خدا کے خاص لوگوں کے پکارنے سے خدا خود جواب دیتا ہے اور وہ بھی کس غنایت اور سرفرازی سے جو لبیک اور سعدیک ہے نکتہ اس میں یہی ہے کہ خدا کے بارگاہ میں اپنے خاص لوگوں کو پکارنا مقبول ہے اور بوجہ اس مقبولیت کے خاص لوگوں کے پکارنے سے وہ سرفرازی اور غنایت خدا کی بندہ کے لئے ہوتی ہے جو اور کسی مقام میں نہیں ہوتی چوتھی بات یہ ہے کہ خاصان خدا کے پکارنے کا خدا جواب دینا جو شیخ عبد الکریم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں او کا بھی کوئی اصل مستند نص شرعی بھی ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلی علی واحد اصلی اللہ علیہ عشر احوال مسلم شخص کہ مجھ پر درود

النبی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلی علی واحد اصحابی
 علی عشر صلوات وحطت عنہ عشر خطیئات ورفعت لہ عشر درجات رواہ النسائی
 روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے انھوں نے سنا کہ فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 وسلم نے جو شخص کہ درود پڑھے مجھ پر ایک بار رحمت نازل کرے گی اوس پر حق تعالیٰ دس
 رحمتیں اور گرائی جائیں گی اوس سے دس گناہیں اور بلند ہوں گی اوس کے دس درجے
 روایت کئے اوس کو نسائی وعن ابی طلحہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم جاء ذات یوم والبشر فی وجهہ فقال لہ جاء فی جبریل فقال اما
 یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشر
 ولا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ عشر رواہ النسائی
 مروی ہے ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز
 برآمد ہوئے اور حضرت کے چہرہ شریف سے خوشی دیکھی جاتی تھی پس فرماتے حضرت کہ تحقیق
 شان یہ ہے کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہے کہ کیا آپ خوش نہیں ہو
 اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر کہ نہیں درود پڑھے کوئی شخص آپ کا استی
 آپ پر مگر رحمت نازل کروں گا اوس پر دس بار اور نہیں سلام عرض کرے گا آپ پر
 کوئی آپ کا استی مگر سلام کروں گا میں اوس پر دس بار روایت کئے اوس کو نسائی
 ۱۱ سیاق حدیث دال ہے اس امر پر کہ رحمت نازل کرنا دس بار حضرت پر درود
 پڑھنے والے کے لئے یا سلام کرنا دس بار حضرت پر سلام کرنے والے کیلئے ارشاد
 الہی ہے یہ امور بے حکم خدا ان خود جبریل علیہ السلام حضرت کے خدمت شریف میں
 عرض نہیں کر سکتے وعن عبد اللہ ابن عمر قال من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کہے انھوں نے جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے تو خدا اور اس کے
 فرشتے ستر بار اس پر رحمت نازل کرتے ہیں روایت کی اوس کو احمد نے وحن عبد الرحمن
 ابن عوف قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى دخل غلابة فاطم بن السجود
 حتى خشيت ان يكون الله تعالى قد توفاه قال فحدثت انظر فرغم راسه
 فقال مالك فذكرت له ذلك فقال ان جبرئيل عليه السلام قال لي
 الا ابشرك ان الله عز وجل يقول لك من صلى عليك صلوة صليت
 عليه ومن سلم عليك سلمت عليه رواه احمد كذا في المشكوة
 مروی ہے عبد الرحمن ابن عوف سے کہے انھوں نے کہ برآمد ہوئے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم یہاں تک کہ ایک نخلستان میں داخل ہوئے پس سجدہ فرماے حضرت
 پس دراز کئے حضرت نے سجدہ کو یہاں تک کہ میں نے خوف کیا کہ خدا حضرت کو وفات تو
 بخیا ہو راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت کے پاس حاضر ہو کر حضرت کو دیکھتا رہا پس حضرت نے
 سجدہ سے سر اٹھا کر ارشاد فرمائے کہ تمہارا کیا حال ہے یعنی تم کیوں میری طرف دیکھ رہے ہو
 راوی نے کہے کہ میں نے جو میرا خیال تھا حضرت کے خدمت میں عرض کیا پس
 حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تحقیق جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہے کہ ایا
 نہ خوشخبری دوں آپ کو یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کی جو حق تعالیٰ فرماتا ہے جو
 شخص آپ پر درود عرض کرے میں اوس پر رحمت نازل کرتا ہوں اور جو شخص کے آپ کو
 سلام عرض کرے میں اوس پر سلام کرتا ہوں روایت کی اوس کو احمد نے یہ سب احادیث
 مشکوٰۃ سے منقول ہیں انتہی ان سب حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت پر درود اور
 سلام عرض کرنے والے پر خدا کی رحمت اور سلام نازل ہوتا ہے بلکہ بعض روایت

خدا کی جانب سے دس بار رحمت اور بعض روایت میں ستر بار بھی ہونا آیا ہے
 و دعویٰ کرنے سے غرض اعتنا بپشتان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جیسا کہ ان اللہ
 سکتا کہ تفسیر کتاب نورانا نوار بحث مشترک میں بیان کی گئی ہے پس جیسا کہ
 و دعویٰ کرنا حضرت کی خدمت میں متوجہ ہونا ہے پس اس بنا پر ایک بار اپنی حالت
 نیانی اور مصیبت میں پکارنے میں خدا اپنی وسعت رحمت سے اور بے طفیل مقبولیت اہم
 رک آپ کے جو بارگاہ الہی میں حاصل ہے اپنی توفیق عنایت اور نظر رحمت ایک بار بلکہ
 بار بار ستر بار فرمائے تو کیا کوئی العجب کی بات ہے بلکہ استجاب دعا کے لئے محل بارگاہ
 میں بہت کچھ امیدیں پیدا کرتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی دعا مومن
 بت بہت جو آپ کے توسل کیساتھ کی جائے ترمذی نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ
 سے روایت کئے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں ان الدعاء موقوف بین السماء والارض
 یصعد منہا حتی تصلی علی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا فی المشکوۃ
 حق کہ دعا ٹھہری رہیگی درمیان آسمان اور زمین کے یہاں تک کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی تبعیت سے اولیاء امت کا بھی بھی حال ہے کہ اون کو پکارنے
 سے بھی حق تعالیٰ کی عنایت اور نظر رحمت ہوتی ہے اور خدا بطیفیل مقبولیت اون کے
 بار بار رک کے دعا قبول فرماتا ہے جیسا کہ شیخ عبدالکریم جلی کے کلام میں لفظ مشدداً
 سے اسی طرف اشارہ ہے جسکا بیان اوپر گذرا شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ شیخ کامل
 مع علم شریعت اور اون کا کلام مستند ہے کتاب انسان کامل کے دیباچہ میں تحریر فرمایا
 کہ میر سئلہ میری اس کتاب کا مؤلف کتب و سنتہ ہے پس ذکی اور سلیم الطبع اس سے
 نکلے سکتا ہے کہ جب حضرت کی طرف توجہ کرنے کا حکم خاص عبادت الہی میں
 اور آپ کے وسیلہ سے عبادت درجہ قبولیت کو چھوٹی قاور امور ماسوا عبادت

الہی میں جو اوس سے کمتر ہوں ہم آپ کی توجہ کے طرف نہ کیوں محتاج ہوں اور
 کیوں نہ ہماری توجہ خاصان الہی کی طرف باعث ہماری صلاح اور فلاح کا ہو بلکہ
 بطریق اولیٰ ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے ہر امور میں خاصان الہی کی طرف متوجہ
 ہو کریں اور اون سے ہر کام میں مدد چاہا کریں پھر اگر کسی کا ذہن یہاں تک کی رسائی
 سے قاصر ہو کہ اوس کے ذہن میں یہ خیال آجائے کہ خدا کا حکم تو خاص عبادت میں
 ہی شائع کی جانب سے ہوا ہم اور امور میں جو باور اعبادت میں کیسا کریں اس وجہ
 سے مصلوٰۃ اس حاجت میں خدا کا حکم ہے جس سے یہ امر تو سوا ذہن بھی سمجھ سکتا ہے کہ خاصان
 الہی کو پکارنا اور اونکی طرف متوجہ ہونا عبادت کے لئے خاص نہیں ہے۔ بلکہ ہر امور میں
 خواہ دینی ہو یا دنیوی مفید ہے پھر اگر اوس کے بھی سمجھنے سے ذہن قاصر اور دو طور سے
 شبہات کئے جائیں تو اون کا ازالہ جوابات ذیل سے ہو سکتا ہے پہلا یہ شبہ کہ
 مصلوٰۃ الخاص خصوصی آنحضرت صلی اللہ علیہ الہ وسلم تھی حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے
 بارگاہ الہی میں شفاعت کر کے نامینا کو مصلوٰۃ اس حاجت کا حکم فرمایا ہے شبہ دوم کہ یہ خاصان
 الہی بشر ہیں اون کو کلمہ یا سے جو موضوع خدا حاضر کے لئے ہے غائب میں کس طور
 خدا کی جائے شبہ اول کا جواب خود اسی حدیث سے ہے اس میں کوئی کلمہ ایسا نہیں ہے
 جس سے خصوصیت وقت یا حالت سمجھی جائے اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے
 خصوصیت نہیں سمجھی بلکہ بلا خصوصیت اوس میں عمل ہے جس کا بیان اوپر یہ تفصیل گذر چکی ہے
 دوم کا کشف حدیث کثرت بمعہ وجہ سے کیا گیا جس سے آشکار ہوا کہ تجلیات صفا
 و اسماء الہیہ خدا کے خاص بندوں پر وارو ہوتی ہیں تجلیات صفاتیہ سے وہ لوگ دور و نما
 حال معلوم کرتے ہیں اونکی بات سننے اور دیکھتے ہیں جب اون کو پکارو خدا تمہارا ہی
 طرف متوجہ ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ بوقت پکارنے خاصان الہی کے ایک تو خود خدا

مدوں کے حال کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ دوسرے کہ خاصاں الہی کو خدا کی جانب سے
 ان کی حالت کی اطلاع ہوتی ہے اور وہ اون کی حاجت روائی کے لئے خدا کی بارگاہ
 دعا اور شفاعت کرتے ہیں پس جس کام میں خدا کی توجہ اور عنایت بھی سیدہ دل ہو اور
 احسان الہی کی شفاعت بھی ہو تو وہ حاجت روائی میں کمپوں نہ حکم اکیر کہے پس جب خدا
 زنا یا سماء مقربان الہی بوقت حاجت روائی حدیث اور عمل صحابہ اور اجماع اور اقوال اور اقوال
 رفیاء اللہ سے ثابت اور تجربات کثیرہ بے شمار سے حاجت روائی میں حکم اکیر کہے تو
 یا سماء مقربان الہی بیشک جائز بلکہ باعث فوز عظیم اور سعادت کبریٰ ہے کہ کوئی دلیل
 مذکور صاحب سکندر پوری اپنی کتاب وسیلۃ الجلیلہ میں مسئلہ مذکور بدلائل کثیرہ ثابت کئے
 در اقوال منکرین کو نقل کر کے ہر ہر اون کے قول کا جواب یہ شرح و بسط لکھے ہیں مگر میں
 اس جائے اوس کا تھوڑا مضمون نقل کرتا ہوں وہ یہ ہے۔ فتاویٰ شامی میں داما فصل المضحی
 صحیح فالظاہر لہذا لایأس۔ یعنی عبارت شیخ رحمہ اللہ سے قصد معنی صحیح کیا جائے تو کچھ خوف
 نہیں ہے **۱** معنی صحیح سے یہ مراد ہے کہ اس قول کی معنی ایسے کہجائیں کہ اس
 شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اگر اگچھ دیکھے مصنف کتاب وسیلۃ الجلیلہ نے پہلے اس کے بیان
 ردئے ہیں کہ وہابیہ مفسدہ برپا کرنے کے لئے ایک معنی غلط اپنے دل سے گھر کر
 میں قول کو منع کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسے شیخ عبدالقادر خدا کے لئے لینے خدا کے
 نفع کے لئے مجھے کچھ دیکھے حقیقت میں کوئی بھی بوقت کہنے اس قول کے اس معنی کو
 یال نہیں کرتا پھر صاحب وسیلۃ الجلیلہ فتاویٰ حیرہ سے نقل کرتے ہیں یا شیخ عبدالقادر
 غفر اللہ عنہ فہو نداء اذا اضمیعت شیئ للہ فوی طلب الشئ کر انا للہ فما الموجب **۱**
 یعنی یا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ندا ہے جب شیئی بستر ملا یا گیا تو یہ طلب ہے

اگر اللہ تعالیٰ پھر حرمت کا کوئی نشانہ پایا نہیں جاتا تو ای علامہ سیعہ بصری مکی میں ہے
قول العامة شئ لله يا فلان عربية لا عجمية لکنہا من مولدات اهل العرب فلم تحفظ احد
من الائمة نصافي انھی عنہا وليس المراد بها في اطلاقها شيئاً يستدعي مفسدة
الحرام والمكروه لانہما انما يدكرتها استعمالاً او تعظيماً من يحسنون فيه الظن
یعنی شیئاً اللہ۔ یا فلان عربی ہے عجمی نہیں ہے لیکن یہ ترکیب مولدات یعنی ایجاد عرب
سے ہے ائمہ سے اس کے نہی یعنی منع منقول نہیں ہے یہ ترکیب ایسے محل پر
لمکور نہیں ہوتی جہاں حرام یا مکروہ لازم آتا ہو اس لئے کہ اس سے استدلال ایسے شخص
سے کی جاتی ہے جس سے حسن ظن عقیدہ ہوتا ہے علامہ شیخ حسین مکی نے
کشط الوباب میں لکھا ہو۔ واذا ثبت الانبياء والاولياء بعد الادخال من هذا الدار
اسمع وابصر من الاحياء فناد لهم بعض الماهوذين وطلب منهم التوسل والذعاء
عند الله لكتشف مغومہ واساءة حاله وقال مثلاً يا عبد القادر رضى الله عنه شيئاً
لله فلا نرى به بأساً وشناعة ويكون طلباً للتوسل والشفاعة لاننا نتقصد ان المذنب
بعد الموت لا يملك شيئاً من التصرف في الوجود بل لا مضى ولا وهب الا الله المانع الكوثر
الودود ولا يطلب منهم الا ما يملكونہ وهو التوسل عند الله في قضاء الاوطار وهذا التوسل
جائز كما ثبت بالاجناد ولا نادر اور جب ثابت ہوئی یہ بات کہ تحقیق کہ انبیا اور اولیا بعد رحلت
اس دار و دنیا سے بہت سننے والے اور بہت دیکھنے والے ہیں احبار سے
پس کوئی خستہ حال اولی کو پکارے اور اودن سے توسل اور دعا چاہے
خدا کے پاس تاکہ اس کا رنج اور فکر دور ہو جائے اور کہے مثلاً یا عبد القادر
رضی اللہ عنہ شیئاً لبتہ پس نہیں دیکھتے ہیں ہم اس میں کچھ خوف اور برائی اور ہے یہ قول
طلب کرنا توسل اور شفاعت کا اس لئے کہ ہم اعتقاد کرتے ہیں کہ کوئی بعد موت کے

یہ طلب ہمارے لئے ہے نہایت ہی بہت ایترو وہ ولی کشف القلوب سے جان لیتے ہیں
 نروہ ولی کی رحلت ہو گئی ہے ہیں اون کو ملا کر پھونچا دیتے ہیں پس وہ ولی اوس
 شخص کی مدد کرتے ہیں شفاعت کیساتھ حق تعالیٰ کے پاس اور بندگان میں کا بھی سلک
 ہے شیخ عبدالوہاب شمرانی، شارح الانوار انفسیہ فی بیان عہود العبودیۃ میں لکھتے ہیں
 رحمۃ اللہ علیہ سیدی علی النواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذالسالتم اللہ حاجۃ فاسئلوا بحق محمد صلی اللہ
 علیہ والہ وسلم وقل لا الہ الا اللہ ثلاث یحییٰ محمد ان تفعل لنا کذا فان اللہ ملکا یبلغ
 ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان فلا ناسال اللہ بحجۃ فی حاجۃ
 کذا او کذا فیسأل النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ربہ فی قضاء تلك الحاجة
 بعباب لان دعائہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مستجاب قال ولذات القول
 فی سوالکم اللہ تعالیٰ باولیاۃ فان الملک یبلغہم فیشفعون فی قضاء
 تلك الحاجة یعنی شیخ علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو
 تم آپ کے حق کیساتھ سوال کرو اور کہو کہ اے پروردگار بہ فضل حق محمد صلی اللہ علیہ
 والہ وسلم کے تو ہمارے لئے ایسا کر پس اللہ کا ایک فرشتہ ہے کہ یہ بات آنحضرت
 صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہونچاتا ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے پروردگار
 سے اوس شخص کی حاجت روائی کے لئے شفاعت کرتے ہیں پس وہ مقبول ہوتی ہے
 اس لئے کہ دعا حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مقبول ہے اولیاء کا بھی ایسا ہی حال ہے
 کہ فرشتہ اون کو پہونچاتا ہے اور وہ حاجت روائی کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ چنانچہ
 جب کہ خدا سے بحق آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا بحق اولیاء اللہ دعا کریں گی
 صورت میں فرشتہ آپ کو یا اولیاء اللہ کو یہ امر پہونچاتا ہے تو خود حضرت صلی اللہ علیہ
 والہ وسلم یا اولیاء اللہ کو مدد کیا جائے تو کیوں نہ فرشتہ آپ کو یا اولیاء اللہ کو پہونچائے

اسی ایضاً ایک دوسرے مقام پر صاحب السیلة الجلیلیہ سے ہیں اب اس سے پہلے
 مجوزین استغاثہ کے نام نامی لکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب حضرت
 عمر ابن الخطاب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ حضرت علی ابن ابیطالب حضرت عبداللہ ابن
 عمر عبداللہ ابن مسعود عبداللہ ابن عباس ابن مالک سواد ابن قارب وکاشہ
 عثمان ابن حنیف زائغہ جعدی یحییٰ بن غزو ان۔ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔
 حسن بصری۔ محمد ابن النکدر۔ امام علی موسیٰ رضا ابن ابی فدیک استاد محمد ابن ادیس
 یعنی امام شافعی امام بن المقبری ابوالقاسم۔ ابوالقاسم سلیمان ابن احمد عمرانی
 صاحب معارج ثلثہ ابن اجمال ابی اللیث نصر سمقندی۔ حاتم اصم علامہ نعمی علی ابن عبد اللہ
 سبکی صاحب شفاء اسقام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شریف النووی محمد بن حریشی
 ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد استاد امام بخاری و مسلم ابوبکر احمد حسین جہتی صاحب
 سنن بزار ابن سنی صاحب کتاب عل الیوم واللیلہ۔ قاضی عیاض مالکی صاحب شفاء
 شہاب الدین احمد بن محمد البرنی المعروف برزوق شارح کتاب احکم شیخ ابوالعباس
 حضرمی عبدالرحمن ابن علی البغدادی المکتبی۔ ابی الفرج ابن جوزی۔ راج الدین عمر
 بن حفص بلقینی۔ عبدالرؤف منادی شارح جامع صغریٰ حدیث البشیر النذیری ابوالشیخ
 عبداللہ بن حبان مؤلف کتاب النظمہ وغیرہ۔ ابوبکر اقطع۔ حافظ شمس الدین محمد بن جریر
 صاحب حصن حصین۔ ابراہیم طبری صاحب مواہب الرحمن وشرح کائنات برہان شیخ حسن
 شربلانی صاحب مراق الفلاح شرح نور الایضاح شیخ احمد خطیب قسطلانی صاحب
 مواہب النہ ابن عالج ابوعبداللہ محمد بن محمد عبدیری فاسی مالکی صاحب مدخل شہاب الدین
 احمد بن حجر کی ہاشمی صاحب الجوامع المنظم شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی تلمذ حافظ
 ابن حجر عسقلانی مؤلف مقاصد حسنہ و قول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع و غیر

ابو عبد الله محمد بن موسى بن النعمان مالكي صاحب مصباح الظلام في المستفتين بحسب الانام
ابو عبد الله محمد بن محمد بن غزالي - كمال الدين محمد بن عبد الواحد سكندري معروف به ابن حمام صاحب
فتح القدير حسن بن منصور بن محمود فخر الدين قاضى خاں اليهود و مالكي صاحب كتاب البيان
والانصار ابن شاهين شيخ الاسلام خير الدين رضى صاحب فتاوى خيريه - شوبرى محشى
شرح منهاج يعقوبى مصرى صاحب شعر شهور موافق الدين بن قدامه بنى صاحب
معنى ذوى الانعام خير الدين احمد بن حمدانى حرانى جنبلى صاحب رعاية الكبرى و ابو عبد الله
شمس الدين محمد بن محمد بن جنبلى صاحب فروع برماوى صاحب دلائل واضيحات في اشياء
الكرامات في اعياد و بياد الممات - شيخ الاسلام بن شحبه حنفى - شيخ عبد الهاتى مقده
حنفى - شيخ احمد بن حنفى نور الدين على يهودى صاحب خلاصة الوفاء شيخ الاسلام برهان
الدين ابراهيم بن جحمان جبرى صاحب عمدة المتقين ابدية الحصن الحصين صاحب
عبد الله بن سعد مشهور بابن ابى حمزة انديسى مالكي صاحب شرح مختصر البخارى ابن اثير
نهاية شيخ ابوظاهر شيخ حسن عدوى حمزاوى صاحب نفحات نبوية في الفضائل العاشورية
سيد احمد حموى صاحب نفحات القرب والاتصال - شيخ عبد الواسع شعراى صاحب
لوائح الانوار - علامه سعد الدين تفتازانى جلال الدين عبد الرحمن سيوطى شيخ شرف الدين
ابو عبد الله محمد بن سعيد بومصرى صاحب قصيدة برودة - ابن صاحب مناكب المشاهير
كمال الدين ريلكانى صاحب علل القبول في زيارة الرسول صلى الله عليه و آله و اصحابه
وسلم امام فخر الدين محمد بن عمر رازى صاحب تفسير كبير عبد الله بن عمر قاضى بياضا صاحب
تفسير مشهور - حافظ الدين عبد الله بن شفى صاحب كنز و مدارك - محمد فاضل دلاوى صاحب
مرزغ احسانات شرح دلائل الخيرات - عبد الرحمن جامى - على ابن سلطان محمد المشهور

بملا علی قاری صاحب مرقاۃ شیخ محمد اسحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات
 شیخ الاسلام صاحب کشف الظوار۔ شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب انتباہ فی السائل
 اولیاء اللہ شاہ عبد الغیر دہلوی صاحب فتح الغیر مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی
 ابن شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ مولوی محمد مخصوص اللہ دہلوی صاحب مفید الایمان
 جواب تقویۃ الایمان ملا عبد سندی مدنی استاد شاہ عبد الغنی صاحب
 دہلوی مجددی جن کا ایک رسالہ عجیزہ فاضلہ استفادہ اور توسل میں ہے مولانا و
 استادنا محمد عبد الحکیم لکھنوی صاحب نور الایمان بنیاد بنیاد حبیب الرحمن مولوی
 ترابعلی لکھنوی صاحب سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح مولوی فضل رسول بدایونی صاحب
 تفسیح المسائل حضرات منکرین ان اسما و اگر اسی کو ملاحظہ فرما کر سمجھ سکتے ہیں کہ جب
 ایسے ایسے اجلہ صحابہ و تابعین و ائمہ محدثین و مفسرین و فقہا جواز کے قائل ہوئے
 تو مجوزین کے نسبت شرک اور بدعت کا کلمہ کھنا کس قدر نازیبا ہے انتہی دوسرے
 مقام کتاب وسیلۃ الاجلیلیہ میں تحریر ہے کہی مسئلہ میں اختلاف ہونے سے یہ جاننا
 نہیں کہ ایک مخالفت کا قول سند کر کے دوسرا قول خلاف شرع کہا جائے
 فرمان میں ہے واذا خالف الشخص قول بعض الفقہاء اوافق قول اخرین لو یکن احدان یلزم
 بقول المخالف ویقول هو خالف الشیخ یعنی اگر ایک شخص کا قول بعض فقہاء کے مخالفت ہو اور موافق دوسرے
 فقہاء کے ہو تو کسی کو یہ بات سنو ورنہ نہیں ہے کہ اوس کو الزام دے اور کہے کہ
 اوس شخص نے مخالفت شرع شریف کی پھر اگر ہم تسلیم کریں کہ اس مسئلہ میں
 کسی نے اختلاف بھی کیا ہو اور وہ اپنے جاننے میں ٹھیک کہتا ہو تو کیا اس
 اختلاف سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ استفادہ خلاف شرع ہے جب اس قدر
 کھنا جائز نہ ہو تو شرک بدعت کھنا کب جائز ہوگا۔ انتہی۔ سوال دوم یہ تھا کہ جو

مانع نہا اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ تھے ہیں اون کے
 پیچھے نماز پڑھنے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ نہا کو منع کرتے ہیں وہ
 فریق ہیں ایک وہ لوگ ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ کی خدمت
 میں بے ادب ہیں وہ فریق دوسرے یہ ہیں اون کی پیچھے بے شبہ نماز جائز نہیں
 فتویٰ چار سو علما و حرمین شریفین و ہندوستان کا اس بات پر مرتب ہے جو کتاب
 فتح المبین میں درج ہے اور مطبوع بھی ہوا دوسرے وہ فریق ہیں کہ مقربان الہی
 کی خدمت میں با ادب ہیں لیکن بغلیہ ظاہر بلا فکر قہر کہتے ہیں اور منکر نہا ہوتا ہے
 اون کے پیچھے نماز بے شک جائز ہے امید ہے کہ یہ برکت اون کے ادب
 کے اون کو فہم سلیم خدا نصیب فرمادے انشاء اللہ تعالیٰ۔ و آخر دعوانا ان الحمد
 لله رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم سیما علی ولدا
 الشریف الغوث الاعظم و بارک وسلم

مکتبہ بالآخر میں

ع	ط	ص	ج	ح	ط	ص	ج
١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨
١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨
٩	١٠	١١	١٢	١٣	١٤	١٥	١٦
١٧	١٨	١٩	٢٠	٢١	٢٢	٢٣	٢٤
٢٥	٢٦	٢٧	٢٨	٢٩	٣٠	٣١	٣٢
٣٣	٣٤	٣٥	٣٦	٣٧	٣٨	٣٩	٤٠
٤١	٤٢	٤٣	٤٤	٤٥	٤٦	٤٧	٤٨
٤٩	٥٠	٥١	٥٢	٥٣	٥٤	٥٥	٥٦
٥٧	٥٨	٥٩	٦٠	٦١	٦٢	٦٣	٦٤
٦٥	٦٦	٦٧	٦٨	٦٩	٧٠	٧١	٧٢
٧٣	٧٤	٧٥	٧٦	٧٧	٧٨	٧٩	٨٠
٨١	٨٢	٨٣	٨٤	٨٥	٨٦	٨٧	٨٨
٨٩	٩٠	٩١	٩٢	٩٣	٩٤	٩٥	٩٦
٩٧	٩٨	٩٩	١٠٠	١٠١	١٠٢	١٠٣	١٠٤

۶۱	۲	کشف	کشفاً	۱۳۶	۱۳	خجین	خجین
"	"	المحلی	المحلی	"	۱۴	و صدق	و صدق
۶۲	۳	اسوسیلہ	الوسیلہ	۱۳۷	۱۲	سئیل	سئیل
۶۳	۱۱	ناخن	ماخن	۱۳۸	۵	بنو	بنو
۶۴	۱۵	زاوور	زاوور	"	۷	مٹلا	مٹلا
۶۶	۸	سلیقہ	سلیقہ	"	۸	نظام و دھما	نظام و دھما
۸۳	۱۳	رہو	رہو	۱۴۸	۱۱	الجنہ	الجنہ
۱۰۲	۱۹	حبث	حبث	۱۵۱	۱۷	کرنا	کرنا
۱۰۶	۱۹	دو	دو	۱۵۲	۱۲	کرنے	کرنے
۸۸	۲	بیت	بیت	۱۵۳	۱۹	بااں	بااں
۹۲	۲	دالا	دالا	۱۶۰	۱۲	تختلی	تختلی
۹۵	۱۵	عراز	عراز	۱۶۸	۱۵	حاتمہ	حاتمہ
"	۷	دوز	دوز	۱۶۹	۱۸	ماتھا	ماتھا
۹۶	۱۶	توجہ رن شاخ کپڑ	توجہ رن شاخ کپڑ	۱۷۱	۵	معاذ	معاذ
"	۱۷	جو غیر طریقہ دیرینہ	جو غیر طریقہ دیرینہ	۱۷۵	۱۳	معاذ	معاذ
۹۹	"	اداستہ و تیم و یک	اداستہ و تیم و یک	"	۱۸	معاذ	معاذ
۱۰۱	۱۳	طنت اذاتہ	طنت اذاتہ	۱۰۶	۱۳	آکھہ	آکھہ
۱۰۳	۹	کتاب حقہ الطالبین	کتاب حقہ الطالبین	۱۷۷	۱۳	توجہ	توجہ
۱۰۴	۲	کتاب حقہ الطالبین	کتاب حقہ الطالبین	۱۷۹	۶	توجہ	توجہ
۱۱۰	۶	فان مقصود	فان مقصود	"	۸	توجہ	توجہ
۱۱۲	۱۳	بھمتہ	بھمتہ	"	۸	توجہ	توجہ
۱۲۲	۸	بھمتہ	بھمتہ	۱۸۸	۱۵	توجہ	توجہ
۱۳۳	۴	الان	الان	۱۹۰	۱۸	توجہ	توجہ
۱۳۴	۸	وزہ	وزہ	۱۸۸	۲	توجہ	توجہ
"	۱۸	فی	فی	۱۹۱	۷	توجہ	توجہ
۱۳۵	۱۹	تخا نو	تخا نو	۱۹۶	۶	توجہ	توجہ
"	۱	ماخلقم	ماخلقم	۱۹۷	۱۲	توجہ	توجہ
"	۱	آکھہ	آکھہ	"	۱۳	توجہ	توجہ
"	۱۵	اولینا و کم	اولینا و کم	۱۹۸	۱۶	توجہ	توجہ
"	۱۶	یلبش	یلبش	۲۰۹	۹	توجہ	توجہ
۱۳۶	"	یلبش	یلبش	"	۱۵	توجہ	توجہ
"	۸	یلبش	یلبش	۲۱۱	"	توجہ	توجہ
"	۱۳	یلبش	یلبش	"	۱۷	توجہ	توجہ
"	"	یلبش	یلبش	۲۱۳	۹	توجہ	توجہ